الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

مصنف شمس الدین ابن قیم الجوزی

فرید بک سٹال لاہور

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو

جلاء الأفهام

فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کا معنی، آپ کی آل پر درود اور آل کی وضاحت درود شریف پڑھنے کے تاکیدی مواقع، درود شریف سے حاصل ہونے والے فوائد اور فضائل و برکات جیسے موضوعات پر علمی و تحقیقی گفتگو احادیث مبارکہ کی روشنی میں

تصنیف

شمس الدین ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی [illegible]

ترجمہ

مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸-اردو بازار لاہور

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

مطبع : روبی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
طبع باراول : شوال 1426ھ / نومبر 2005ء
قیمت : -/260 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فہرس

جلاء الافہام

❁❁❁❁

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے میرے رب! آسان کر دے اور (میری) مدد فرما اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر ہو۔

شیخ امام عالم علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب زرعی' ابن قیم حنبلی امام الجوزیہ نے کہا:

یہ کتاب ہے جس کا نام میں نے "جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام" رکھا ہے اور یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت قیمتی مواد اور فوائد کی کثرت میں انفرادی حیثیت کی حامل ہے کہ اس کی مثل ابھی تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ہم نے اس میں وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو درود شریف کے سلسلے میں وارد ہیں۔ ان میں صحیح' حسن اور معلول احادیث بھی ہیں لیکن ان کی علتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں اس دعا (درود شریف) کے اسرار' اس کے شرف' حکمتوں اور فوائد کو بھی بیان کر دیا ہے' درود شریف کے مقامات اور مواضع بھی بیان کیے' کس قدر درود شریف واجب ہے اور اس سلسلے میں علماء کا اختلاف بھی بیان کیا' جو راجح ہے اس کی ترجیح اور کمزور کی کمزوری بھی بتا دی۔ کتاب کا مقام تعریف سے بالاتر ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب:

بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ درود شریف

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں' تو ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟'' آپ نے فرمایا: (یوں) کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ. والسلام کما قد علمتم.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما' جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر رحمت نازل فرمائی اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما' جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو برکت عطا فرمائی ہے۔ اور فرمایا: سلام اسی طرح ہے' جس طرح تم جان چکے ہو۔[۱]

صحیح مسلم (٤٠٥) سنن ابوداؤد (٩٨٠) جامع ترمذی (٣٢٢٠) سنن نسائی (ج٣ ص ٤٥) ابن حبان (١٩٥٨) موطا امام مالک (ج١ ص١٦٥) مسند امام احمد (ج٤ ص١١٨۔ ج٥ ص ٢٧٣) (بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

[۱] سلام کے بارے میں صحابہ کرام کو یوں تعلیم دی گئی کہ ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین'' کے الفاظ میں سلام پیش کریں۔ ۱۲ ہزاروی

امام احمد رحمہ اللہ سے اس کی مثل دوسرے الفاظ میں بھی مروی ہے (وہ الفاظ یوں ہیں) ''جب ہم نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز میں آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟''[۲]

فصل نمبر ۱

بحث وتمحیص

اس حدیث کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس حدیث کو حضرت ابومسعود انصاری بدری' کعب بن عجرہ' ابوحمید الساعدی' ابوسعید خدری' طلحہ بن عبید اللہ' زید بن حارثہ' (ابن خارجہ بھی کہا جاتا ہے)' علی بن ابی طالب' ابوہریرہ' بریدہ بن خصیب' سہل بن سعد ساعدی' ابن مسعود' فضالہ بن عبید' ابوطلحہ انصاری' انس بن مالک' عمر بن خطاب' عامر بن ربیعہ' عبدالرحمٰن بن عوف' ابی بن کعب' اوس بن اوس' حسن بن علی' حسین بن علی' فاطمہ بنت رسول (ﷺ)' براء بن عازب' رویفع بن ثابت انصاری' جابر بن عبداللہ' رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع' عبداللہ بن ابی اوفیٰ' ابوامامہ باہلی' عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعود' ابوبردہ بن نیار' عمار بن یاسر' جابر بن سمرہ' ابوامامہ بن سہل بن حنیف' مالک بن الحویرث' عبداللہ بن جزء الزبیدی' عبداللہ بن عباس' ابو واثلہ بن اسقع' ابوبکر الصدیق' عبداللہ بن عمرو' سعید بن عمیر انصاری (یہ اپنے والد عمیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ بدری ہیں) اور حبان بن منقذ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح حدیث ہے۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (صحیح مسلم) میں روایت کیا' وہ یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں' امام ابوداؤد نے القعنبی

[۲] اس روایت سے معلوم ہوا کہ درود ابراہیمی کا حکم خاص طور پر نماز سے متعلق ہے' کیونکہ نماز میں سلام الگ مذکور ہے اور قرآن مجید نے صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم دیا ہے' لہٰذا نماز سے باہر بھی صرف درود ابراہیمی پڑھنے پر زور دینا غلط ہے۔ ۱۲ ہزاروی

سے روایت کیا اور یہ دونوں (یحییٰ بن یحییٰ اور قعنبی) حضرت مالک سے روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے بواسطہ اسحاق بن موسیٰ' حضرت معن سے روایت کیا اور وہ حضرت مالک سے روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی نے اسے حضرت ابوسلمہ اور حارث بن مسکین سے روایت کیا' ان دونوں نے حضرت ابن القاسم سے' انہوں نے حضرت مالک سے' انہوں نے حضرت نعیم المجمر سے اور انہوں نے حضرت محمد بن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

امام احمد رحمہ اللہ کی اضافہ والی روایت

حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "جب ہم نماز پڑھیں تو اس میں درود شریف کیسے پڑھیں" اس اضافہ کے ساتھ یہ روایت حضرت یعقوب سے مروی ہے' وہ اپنے والد سے اور وہ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔

(ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا' انہوں نے حضرت محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری سے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں:

ایک شخص آیا اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں (لیکن) جب نماز پڑھیں تو اس میں آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟

فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کہ اگر وہ شخص سوال نہ کرتا تو اچھا تھا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وذکر الحدیث. مسند امام احمد (ج ۴ ص ۱۱۹) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۶۸) صحیح ابن خزیمہ (۷۱۱)

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر جو نبی امی (کسی سے نہ پڑھے ہوئے) ہیں اور آپ کی آل پر رحمت بھیج' جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ (باقی اسی طرح ہے جیسے پہلے حدیث گزر چکی ہے)۔

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور امام حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا۔ امام حاکم نے فرمایا: یہ مسلم کی شرط پر ہے لیکن اس بات میں کچھ کمزوری ہے۔

کیونکہ امام مسلم نے اصول میں ابن اسحاق سے استدلال نہیں کیا البتہ متابعات اور شواہد (روایات) [1] میں ان سے حدیث لی ہے۔

اعتراض: چونکہ اس حدیث میں ابن اسحاق متفرد (تنہا) ہیں اور باقی تمام راویوں کے اس اضافہ کو ترک کرنے کے سلسلے میں انہوں نے ان کی مخالفت کی ہے لہٰذا اس میں یہ خرابی ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(۱) ابن اسحاق ثقہ (معتبر راوی) ہیں' ان پر ایسی کوئی جرح نہیں کی گئی جس کے باعث ان سے استدلال کو چھوڑ دیا جائے' بڑے بڑے ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے اور حفظ و عدالت کے حوالے سے ان کی تعریف کی ہے اور یہ دو باتیں (حفظ و عدالت) روایت کے رکن ہیں۔

(۲) ابن اسحاق سے تدلیس [2] کا خوف ہی ہو سکتا ہے جب کہ یہاں انہوں نے واضح طور پر بتایا کہ انہوں نے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تیمی سے سنی ہے' لہٰذا ان سے تدلیس کی تہمت زائل ہو گئی۔

روایت پر مزید بحث

اس حدیث کے بارے میں امام دار قطنی نے فرمایا کہ انہوں نے (ابن اسحاق نے) اس کو اس طریق سے روایت کیا اور یہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

ان کی (دار قطنی کی) یہ بات سنن دار قطنی میں ہے اور "العلل" میں یوں ہے کہ ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

اسے محمد بن ابراہیم تیمی نے محمد بن عبداللہ بن زید سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود

---

[1] جب ایک حدیث کی تائید دوسری حدیث سے ہو اور وہ دونوں الگ الگ دو صحابیوں سے مروی ہوں تو دوسری حدیث شاہد کہلاتی ہے اور شاہد کی جمع شواہد ہے۔ ۱۲ ہزاروی

[2] جب کوئی راوی اپنے اس شیخ کا نام نہ لے جس سے حدیث روایت کر رہا ہے تو یہ عمل تدلیس ہے اور یہ راوی مدلس کہلاتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحاق نے ان سے (محمد بن ابراہیم تیمی سے) روایت کیا۔

نعیم المجمر نے بھی اسے محمد بن عبداللہ بن زید سے روایت کیا۔ نعیم سے روایت میں اختلاف ہے۔ حضرت مالک بن انس نے نعیم سے' انہوں نے حضرت محمد (بن عبداللہ بن زید) سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

اسی طرح ان سے (نعیم سے) قعنبی' معن اور الموطأ کے اصحاب (نقل کرنے والے حضرات) نے روایت کیا۔ حماد بن سعد نے یہ حدیث امام مالک سے اور انہوں نے نعیم سے روایت کی اور فرمایا کہ یہ محمد بن زید کے واسطہ سے ان کے والد سے مروی ہے لیکن اس میں ان کو وہم ہوا۔

داؤد بن قیس الفراء نے نعیم سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا' جب کہ امام مالک نے اس میں مخالفت کی اور حضرت امام مالک کی روایت درستگی کے زیادہ لائق ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں اختلاف

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ ابن اسحاق سے اس اضافہ کی روایت میں اختلاف ہے' اسے ان سے ابراہیم بن سعد نے روایت کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' زہیر بن معاویہ نے ابن اسحاق سے یہ روایت اضافہ کے بغیر نقل کی ہے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اسی طرح کہا اور وہ احمد بن یونس سے روایت کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے اسے ''المعجم'' میں حضرت عباس بن فضل رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ امام طبرانی' احمد بن یونس سے اور وہ زہیر سے روایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

ابو مسعود رضی اللہ عنہ بدری ہیں

عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی نے ''نسب الانصار'' میں فرمایا کہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بدری' بدر کے پانی (کنویں) پر اترے یا وہاں سکونت اختیار کی' اسی وجہ سے ان کو بدری کہا گیا اور سیرت کا علم رکھنے والے جمہور علماء کے نزدیک وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں

ہوئے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بدر میں شریک ہوئے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ وہ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔

اور جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صفین[۱] کی طرف تشریف لے گئے تو ان کو کوفہ کا نگران مقرر فرمایا۔ وہ کمزور لوگوں پر آپ کے نائب تھے پس ان کو مسجد میں نماز عید پڑھاتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ چالیس ہجری (۴۰ھ) کے بعد ان کا انتقال ہوا اور ایک قول کے مطابق ساٹھ ہجری (۶۰ھ) کے بعد فوت ہوئے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں چار ائمہ امام بخاری' امام مسلم' امام ابن اسحاق اور امام زہری نے ذکر کیا کہ وہ بدر میں شریک ہوئے۔

۳/۲- حدیث حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اہل صحیح (امام بخاری وغیرہ) اصحاب سنن (امام ابو داؤد وغیرہ) اور اصحاب مسانید (مسند امام احمد وغیرہ)[۲] نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی حدیث سے روایت کیا اور وہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

الحمد للہ اس حدیث میں کوئی عیب نہیں ہے۔

اس میں صحیحین کے الفاظ اس طرح ہیں:

ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں ہدیہ نہ دوں؟ (پھر فرمایا:) ایک دن نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے پڑھیں (تو بتائیے کہ) ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟

آپ نے فرمایا: یوں کہو:

---

[۱] صفین ایک مقام ہے جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے درمیان صفر المظفر ۳۷ھ میں معرکہ آرائی ہوئی۔

[۲] جس کتاب میں مصنف نے صرف صحیح احادیث کا التزام کیا ہو وہ صحیح کہلاتی ہے' جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق حدیث ہوں وہ سنن' جس میں ترتیب صحابہ پر احادیث ملائی جائیں وہ مسند ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (ترجمہ گزر چکا ہے)

صحیح بخاری (۳۳۷۰، ۴۷۹۷) صحیح مسلم (۴۰۶) سنن ابی داود (۹۷۶، ۹۷۷) جامع ترمذی (۴۸۳) سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۷) سنن ابن ماجہ (۹۰۴) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۲۴۱) بروایت حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث ہے جسے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا (یہ حدیث محمد بن اسحاق صغانی نے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن ھلال نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت سعد بن اسحاق ابن کعب بن عجرہ نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''منبر کے پاس آ جاؤ'' پس ہم منبر کے پاس آ گئے جب آپ پہلے زینہ پر تشریف لے گئے تو فرمایا ''آمین'' پھر دوسرے پر تشریف لے گئے تو فرمایا ''آمین'' پھر تیسرے درجہ پر تشریف لے گئے تو فرمایا ''آمین'' جب فارغ ہو کر منبر سے نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو (اس سے پہلے) نہیں سنتے تھے۔ آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: وہ شخص (اللہ کی رحمت سے) دور ہوا جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی' میں نے کہا ''آمین'' جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو انہوں نے کہا: وہ شخص (رحمت سے) دور ہوا جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا' میں نے کہا ''آمین'' جب میں تیسرے زینہ پر گیا تو انہوں نے کہا: وہ شخص (رحمت سے) دور ہوا جس نے ماں باپ (دونوں) یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوا' میں نے کہا ''آمین''۔ [1]

---

[1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ماہ رمضان کا احترام اور اس میں روزہ رکھنا' ماں باپ کی خدمت کرنا اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا رحمت کا باعث ہے اور جو ان سے فائدہ نہ اٹھائے وہ رحمت خداوندی سے محروم ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

امام حاکم نے فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۵۳) شعب الایمان (بیہقی) (۱۵۷۲) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۶)

حضرت کعب بن عجرہ انصاری سلمی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت جیسا کہ کہا گیا ہے' ابو اسحاق ہے' آپ کا شمار بنو سالم قبیلے میں ہوتا ہے اور آپ حضرت عمرو بن عوف کے بھائی ہیں اور عوف' قوقل ہیں اور ان کے بیٹے قواقلہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں' کیونکہ یہ عوف عزت و وقار اور دفاعی قوت کے مالک تھے' جب کوئی خوف زدہ شخص ان کے پاس آتا تو اس سے کہتے ''قوقل حیث شئت'' یعنی جہاں چاہو اترو تمہارے لیے امن ہے۔

ابن عبد البر نے کہا کہ یہ کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن حارث البلوی ثم السوادی ہیں' بنو سواد قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو انصار کا حلیف قبیلہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ بنو حارثہ بن حارث کے حلیف ہیں' ایک قول کے مطابق بنو عوف بن خزرج کے حلیف ہیں' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم کے حلیف ہیں۔

واقدی نے کہا کہ انصار کے حلیف نہیں بلکہ انہی میں سے ہیں۔ ابن سعد نے کہا: میں نے انصار کے نسب میں ان کا نام تلاش کیا لیکن نہ پایا' ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ. (البقرہ: ۱۹۶)
پس روزوں یا صدقہ یا قربانی کے جانور کے ذریعہ فدیہ ہے۔

یہ کوفہ میں اترے اور پچھتر سال کی عمر میں ۵۳ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا' ان سے اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

۴۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس حدیث کو امام بخاری اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ نے حضرت قعنبی سے روایت کیا' وہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے' وہ اپنے والد (ابو بکر بن محمد) سے اور وہ حضرت عمرو بن سلیم زرقی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر درود شریف

کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج و اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد پر برکت نازل کی بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

صحیح بخاری (۳۳۶۹۔ ۶۳۶۰) سنن ابی داؤد (۹۷۹) سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۹) سنن ابن ماجہ (۹۰۵) مسند امام احمد بن حنبل (ج ۵ ص ۴۲۴) بروایت ابوحمید الساعدی۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابن نمیر سے روایت کیا' وہ روح بن عبادہ اور عبداللہ بن نافع الصائغ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے ابن السرح سے اور انہوں نے ابن وہب سے روایت کیا' امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے حارث بن مسکین اور محمد بن مسلمہ سے اور ان دونوں نے ابن القاسم سے روایت کیا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے عمار بن طالوت سے اور انہوں نے عبدالملک بن ماجشون سے روایت کیا اور یہ پانچوں (روح بن عبادہ' عبداللہ بن نافع الصائغ' ابن وہب' ابن القاسم اور عبدالملک بن ماجشون) حضرت مالک سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ (تعارف)

ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے (اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقوال منقول ہیں):

(۱) منذر بن سعد بن منذر

(۲) عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر

(۳) عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن منذر

(۴) عبدالرحمٰن بن سعد بن مالک

(۵) عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ

آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے حضرت عروہ بن زبیر' عباس بن سہل بن سعد' محمد بن عمرو بن عطاء' خارجہ بن زید بن ثابت اور اہل مدینہ میں سے تابعین کی ایک جماعت (رحمہم اللہ) نے روایت کی ہے۔

۵۔ حضرت ابواسید اور حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہما کی حدیث

اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت یحییٰ بن یحییٰ سے' انہوں نے سلیمان بن بلال سے انہوں نے ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے عبدالملک بن سعید بن سوید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوحمید اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما سے سنا وہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں داخل ہو تو یوں کہے:[1]

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

یا اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے باہر نکلے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.

یا اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

صحیح مسلم (۷۱۳) سنن نسائی (ج ۲ ص ۵۳) ابن حبان (۲۰۴۹) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۴۴۱) مسند امام احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۴۹۷۔ ج ۵ ص ۴۲۵) بروایت ابوحمید و ابواسید رضی اللہ عنہما

[1] یہاں درود شریف کا ذکر نہیں غالباً مراد یہ ہے کہ درود شریف پڑھے اور اس کے ساتھ یہ دعا مانگے۔

۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے تو آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ.

صحیح بخاری (۶۳۵۸، ۴۷۹۸) سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۹) مسند ابویعلیٰ (۱۳۶۴) مسند امام احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۴۷) بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل کو برکت عطا فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو برکت عطا فرمائی۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن یوسف سے روایت کیا' وہ لیث بن سعد سے نیز ابراہیم بن حمزہ سے اور وہ عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوردی سے روایت کرتے ہیں' یہ تینوں ابن الہاد سے' وہ حضرت عبداللہ بن خباب سے اور وہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی نے یہ حدیث حضرت قتیبہ سے روایت کی' وہ بکر بن مضر سے اور وہ ابن الہاد سے روایت کرتے ہیں' امام ابن ماجہ نے حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ سے' انہوں نے حضرت خالد بن مخلد سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے اور انہوں نے ابن الہاد سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (تعارف)

آپ کا اسم گرامی سعد بن مالک بن سنان ہے' لیکن آپ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں' ابن عبدالبر نے کہا کہ آپ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور آپ نے رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ غزوات میں شرکت فرمائی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث یاد تھیں' آپ سے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

۷۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند میں فرمایا:

ہم سے محمد بن بشر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مجمع بن یحییٰ انصاری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عثمان بن موہب نے بیان کیا' وہ موسیٰ بن طلحہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (ترجمہ گزر چکا ہے)۔

سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۸) مسند ابی یعلیٰ (۶۵۳، ۶۵۴) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۶۲) بروایت حضرت موسیٰ بن طلحہ عن ابیہ (جید سند کے ساتھ)۔

اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت عبیداللہ بن سعد سے' انہوں نے اپنے چچا یعقوب بن ابراہیم ابن سعد سے' انہوں نے شریک سے' انہوں نے عثمان بن موہب سے' انہوں نے موسیٰ بن طلحہ سے اور انہوں نے اپنے باپ طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (آخر تک حدیث چند سطور پہلے گزر چکی ہے) البتہ اس میں وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بریکٹ میں ہے اور کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ کی بجائے عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد ابن بشر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مجمع بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے عثمان بن موہب سے' انہوں نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا' وہ

فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا: یوں کہو؟

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے استدلال کیا ہے اور وہ حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔

۸- حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت علی بن بحر سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن حکیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد بن سلمہ نے بیان کیا کہ (عبد الحمید بن) عبد الرحمٰن نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی شادی میں ان کو پکارتے ہوئے فرمایا: اے ابو عیسیٰ! نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے سلسلے میں آپ تک حدیث کس طرح پہنچی ہے؟ حضرت موسیٰ بن طلحہ نے فرمایا: میں نے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا: خوب کوشش کے ساتھ درود شریف پڑھو پھر کہو:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (ترجمہ واضح ہے)۔

سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۹) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۹۹) فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ (۶۹)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت سعید بن یحییٰ اموی سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عثمان (بن حکیم) سے روایت کیا۔ اسماعیل بن اسحاق نے "فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ" (کتاب) میں حضرت علی بن عبید اللہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت مروان بن معاویہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن حکیم نے حضرت خالد بن سلمہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت زید بن حارثہ

نے جو بنو حارث بن خزرج کے بھائی ہیں' خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ پر سلام کیسے پڑھیں۔ اس کے بعد گذشتہ حدیث کی طرح ہے تو انہوں نے (زید بن خارجہ کی بجائے) زید بن حارثہ نام ذکر کیا۔

حافظ عبد اللہ بن مندہ نے کتاب "الصحابہ" میں فرمایا کہ عبد الواحد بن زیاد نے عثمان بن حکیم سے اور انہوں نے خالد بن سلمہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے سنا ان سے عبد الحمید نے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کیسے بھیجیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت زید بن خارجہ انصاری سے سوال کیا' پھر اس کی مثل ذکر کیا۔ اور یہ زید بن حارثہ (جن کا ذکر ہوا) یہ زید بن ثابت بن ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعلق بنو سلمہ سے ہے' ان کو ابن خارجہ خزرجی انصاری بھی کہتے ہیں۔ یہ بات ابن مندہ نے "الصحابہ" میں ذکر کی ہے اور درست بات یہ ہے کہ یہ زید بن خارجہ ہیں اور یہ ابو زہیر انصاری خزرجی کے صاحبزادے ہیں' بدر میں شریک ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کا انتقال ہوا' یہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے وفات کے بعد کلام کیا۔

یہ بات ابو نعیم اور ابن عبد البر نے کہی ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ خارجہ بن زید ہیں لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔ واللہ اعلم

۹، ۱۰- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۹) اس حدیث کو امام ترمذی نے یحییٰ بن موسیٰ اور زیاد بن ایوب سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا' وہ سلیمان بن بلال سے' وہ عمارہ بن غزیہ سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے' وہ اپنے باپ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

البخیل الذی من ذکرت عندہ فلم یصل علی.　　بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔[1]

---

[1] اس حدیث کی سند جید ہے' امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۶۸ میں ذکر کیا اور فرمایا یہ درجہ حسن سے نیچے نہیں۔ اس کی شاہد مرسل روایت بھی ہے جسے اسماعیل قاضی نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسل روایت کیا۔

جامع ترمذی (۳۵۴۶) الکبریٰ للنسائی (۹۸۸٤) عمل الیوم واللیلۃ (ابن السنی) (۳۸٤) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ٤۹) ابن حبان (۹۰۹) فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ (۳۵) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۲۰۱) بروایت حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے' بعض نسخوں میں حسن غریب فرمایا' پھر امام نسائی اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا۔

(۱۰) حضرت حسن بن عرفہ نے ولید بن بکیر سے' انہوں نے سلام الخزاز سے' انہوں نے ابو اسحاق السبیعی سے' انہوں نے حارث بن عبداللہ سے' انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا' آپ نے فرمایا:

ما من دعاء الا بینہ و بین السماء حجاب حتی یصلی علی محمد ﷺ فاذا صلی علی النبی محمد ﷺ انخرق الحجاب واستجیب الدعاء واذا لم یصل علی النبی ﷺ لم یستجب الدعاء.

ہر دعا اور آسمان (قبولیت) کے درمیان رکاوٹ ہوتی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجے' جب وہ نبی مالک حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتا' اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

فردوس دیلمی (٦١٤٨) زہر الفردوس (ج ٤ ص ۲۳) من حدیث علی رضی اللہ عنہ[1]

لیکن اس حدیث میں تین علتیں ہیں۔

ایک علت یہ ہے کہ یہ حارث اعور کے واسطے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (اور اس راوی پر جھوٹ کا الزام ہے)۔

دوسری علت یہ ہے کہ حضرت شعبہ نے فرمایا کہ ابو اسحاق السبیعی نے حارث سے صرف چار احادیث سنی ہیں' انہوں نے ان کو شمار کیا لیکن ان میں یہ حدیث ذکر نہیں کی۔ العجلی نے بھی یہ بات کہی ہے۔

---

[1] امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے "کل دعا محجوب حتی یصلی علی محمد ﷺ و آل محمد" ہر دعا پردے میں ہوتی ہے جب تک حضرت محمد ﷺ اور آل محمد پر درود نہ بھیجے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱٦۰) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیسری علت یہ ہے کہ حضرت اسحاق سے اس کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا ثابت ہے۔

(۱۱) امام نسائی نے اپنی مسند میں ابو الازھر سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن عاصم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حبان بن یسار کلابی نے بیان کیا' وہ عبدالرحمن بن طلحہ خزاعی سے' وہ محمد بن علی سے' وہ محمد بن حنفیہ سے اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ پورے پیمانے سے ناپے' وہ ہم اہل بیت پر درود شریف پڑھتے ہوئے یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یا اللہ! اپنی تمام رحمتیں اور برکتیں حضرت محمد نبی (ﷺ) پر' آپ کی ازواج مطہرات پر جو مومنوں کی مائیں ہیں' آپ کی اولاد اور اہل بیت پر نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

الکامل لابن عدی (ج ۳ ص ٤۲٤) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ القول البدیع للسخاوی (ص ٤۳) سنن ابی داؤد (۹۸۳) شعب الایمان للبیہقی (۱۵۰٤)

حبان بن یسار کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور امام بخاری نے فرمایا کہ آخری عمر میں ان کا کلام مخلوط ہو جاتا تھا' ابو حاتم رازی نے کہا کہ وہ نہ تو قوی ہیں اور نہ ہی متروک' ابن عدی نے کہا کہ اختلاط مذکور کی وجہ سے ان کی حدیث میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی ایک علت ہے' وہ یوں کہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی نے اس حدیث میں عمرو بن عاصم کی مخالفت کرتے ہوئے یوں روایت کیا' وہ حبان

(سابقہ حاشیہ) ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' منذری نے الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱٦۵ میں نقل کر کے فرمایا: اسے بعض نے مرفوع قرار دیا۔ لیکن اصح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ اسی مضمون کی حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔

بن یسار سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالمطرف خزاعی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عطاء ہاشمی نے بیان کیا' وہ نعیم المجمر سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ پورا ناپ کرے' (آخر تک حدیث گزر چکی ہے) انہوں نے اسے ذکر کیا اور امام ابوداؤد نے اسے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کیا۔

اس کی ایک علت اور ہے' وہ یہ کہ عمرو بن عاصم نے کہا کہ ہمیں حبان بن یسار نے خبر دی' انہوں نے عبدالرحمٰن بن طلحہ خزاعی سے روایت کیا۔ اور موسیٰ بن اسماعیل نے عبیداللہ بن طلحہ بن عبیداللہ بن کریز کا نام لیا۔

تاریخ بخاری' کتاب ابن ابی حاتم' ابن حبان کی الثقات اور ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی کی تہذیب الکمال میں اسی طرح ہے۔

یا تو عمرو بن عاصم کو ان کے نام میں وہم ہوا یا ہو سکتا ہے کہ دونوں ہوں لیکن یہ عبدالرحمٰن مجہول ہیں' اس حدیث کے علاوہ وہ غیر معروف ہیں اور متقدمین میں سے کسی ایک نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا۔

جہاں تک عمرو بن عاصم کا تعلق ہے تو اگرچہ امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ دونوں نے ان سے روایت کیا اور انہیں قابل حجت قرار دیا لیکن موسیٰ بن اسماعیل ان سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔ اور اس حدیث کی اصل اس سند کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے اور ہم اسے ذکر کرتے ہیں۔

۱۲'۱۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۱۲) محمد بن اسحاق السراج نے کہا کہ مجھے ابویحییٰ اور احمد بن محمد البرتی نے خبر دی' وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں داؤد بن قیس نے خبر دی' وہ نعیم بن عبداللہ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (آپ فرماتے ہیں کہ:) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: (یا رسول اللہ!) ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو (اور فرمایا:) سلام اسی طرح ہے جس طرح تم جان چکے ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

فتح الباری (ج ۱۱ ص ۱۵۹)

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور حضرت محمد (ﷺ) اور آل محمد کو برکت عطا فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم کو تمام جہانوں میں رحمت و برکت عطا فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

(۱۳) امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں ابراہیم بن محمد نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صفوان بن سلیم نے خبر دی' وہ ابوسلمہ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں یعنی نماز میں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ. (ترجمہ واضح ہے)۔

(فرمایا:) پھر تم مجھ پر سلام بھیجو۔

یہ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہیں اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ان کی سب ظاہری و باطنی باتوں کے باوجود ان سے استدلال درست قرار دیتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ابراہیم کا آسمان سے گرنا مجھے اس کے جھوٹ بولنے سے زیادہ پسند ہے۔

امام مالک اور دوسرے حضرات نے ابراہیم (مذکورہ بالا) کے بارے میں گفتگو کی اور ان کو ضعیف اور متروک قرار دیا۔ امام مالک نے اس کے جھوٹا ہونے کو واضح الفاظ میں بیان کیا' اسی طرح امام احمد بن حنبل' یحییٰ بن سعید قطان' یحییٰ بن معین اور امام نسائی رحمہم اللہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔

ابن عقدہ الحافظ نے کہا کہ میں نے ابراہیم بن ابی یحییٰ کی حدیث کو بہت مرتبہ دیکھا لیکن یہ منکر الحدیث نہیں۔

ابو احمد بن عدی نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے جیسے ابن عقدہ نے کہا اور میں نے اس کی حدیث میں بہت غور کیا تو منکر نہ پایا البتہ ہو سکتا ہے کہ اس کی حدیث شیوخ کی جہت سے کمزور ہو اس کے بعد ابن عدی نے کہا کہ میں نے اس کی احادیث میں غور کیا اور ان سب کی چھان بین کی لیکن ان میں کوئی حدیث منکر نہیں اور امام شافعی کے ساتھ ساتھ محمد بن سعید نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر احادیث

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔

(۱٤) ان میں سے ایک وہ ہے جسے عشاری نے محمد بن موسیٰ کی حدیث سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مروان سدیؔ نے حضرت اعمش سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی عند قبری وکل الله به ملکا یبلغنی وکفی امر دنیاه وآخرته وکنت له یوم القیامة شهیدا او شفیعا.

جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس (درود شریف) کو مجھ تک پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیوی اور اُخروی معاملات میں کفایت کی جاتی ہے۔

تاریخ بغداد للخطیب (ج ۳ ص ۲۹۱،۲۹۲) شعب الایمان للبیہقی (۱۵۸۳) الضعفاء للعقیلی (ج ٤ ص ۱۳٦، ۱۳۷) الموضوعات لجوزی (ج ۱ ص ۳۰۳) اللآلی للسیوطی (ج ۱ ص ۲۸۳)

لیکن یہ محمد بن یونس بن موسیٰ الکدیمی متروک الحدیث ہے۔

(۱۵) حضرت صالح مولی التوامہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما جلس قوم مجلسا فلم یذکروا الله ولم یصلوا علی نبیه ﷺ الا کان مجلسهم علیهم ترة یوم القیامة ان شاء عفا عنهم وان شاء اخذهم.

جب کچھ لوگ مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجیں تو وہ مجلس ان کے لیے ندامت اور حسرت کا باعث ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو مؤاخذہ فرمائے۔

سنن ابوداؤد (٤٨٥٥_٤٨٥٦_٥٠٥٩) جامع ترمذی (۳۳۸۰) الکبریٰ للنسائی (۱۰۳۳۸) صحیح ابن حبان (۵۹۰_۸۵۳) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ٤۹۱_۵۵۰) فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ للقاضی (٥٤) الحلیۃ لابی نعیم (ج ۸ ص ۱۳۰) الجیشی (ج ۳ ص ۲۱۰) مسند امام احمد (ج ۳ ص ٤۳۲_٤٨٤_۵۲۷) بروایت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا' امام ذہبی نے ان کی موافقت کی اور یہ امام مسلم کی شرط پر ہے)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے عبدالرحمٰن بن مہدی کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت سفیان ثوری سے اور وہ صالح بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

نیز انہوں نے اسے یوسف بن یعقوب سے بھی روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں ہم سے حضرت شعبہ نے بیان کیا' وہ حضرت ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے الاغر ابو مسلم سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما پر گواہی دیتا ہوں کہ ان دونوں نے رسول اکرم ﷺ پر گواہی دی' پھر پہلی حدیث کی مثل ذکر کیا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کتاب فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ میں محمد بن کثیر سے روایت کیا' وہ سفیان سے اور وہ صالح سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد' امام نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت سہیل کی روایت سے نقل کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ امام مسلم کی شرط پر ہے۔

ابن حبان نے حضرت شعبہ کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت اعمش سے' وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں:

وما قعد قوم مقعدا لا یذکرون الله فیه ولا یصلون علی النبی ﷺ الا کان علیهم حسرة یوم القیامة وان دخلوا الجنة للثواب.

جب کوئی قوم کسی جگہ بیٹھتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو قیامت کے دن ان کے لیے حسرت ہوگی اگرچہ وہ ثواب کے لیے جنت میں چلے جائیں۔

یہ سند شیخین (حضرت امام بخاری اور امام مسلم) کی شرط پر ہے' امام حاکم نے اپنی صحیح میں ابن ابی ذئب کی روایت سے نقل کیا' وہ حضرت سعید مقبری سے' وہ اسحاق بن عبداللہ بن حارث سے' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں' امام حاکم نے فرمایا کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

لیکن انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ محل نظر ہے کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن حسن بن یزید نے آدم بن ابی ایاس سے روایت کیا اور وہ ضعیف ہیں' ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

اور اس کی علت یہ ہے کہ ابواسحاق فزاری نے اس کو اعمش سے اور انہوں نے ابو صالح سے روایت کیا اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں۔

التوامہ کے آزاد کردہ غلام صالح سے حضرت شعبہ روایت نہیں کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ یہ ثقہ نہیں ہیں لہٰذا ان سے کوئی حدیث نہ لو اور یحییٰ نے کہا کہ یہ حدیث میں قوی نہیں ہیں' بعض اوقات فرماتے تھے کہ ثقہ نہیں اور السعدی نے کہا کہ ان میں تبدیلی آ گئی اور امام نسائی نے ضعیف قرار دیا۔

میں (مصنف) کہتا ہوں اس صالح کے بارے میں حفاظ (حفاظ حدیث) کے تین اقوال ہیں' تیسرا قول سب سے اچھا ہے یعنی یہ ذاتی طور پر ثقہ ہیں لیکن آخر میں تبدیلی آ گئی تھی پس جس نے شروع میں ان سے سماعت کی تو وہ صحیح ہے اور جس نے آخر میں کی تو اس کی سماعت میں خرابی ہے' قدیم سننے والوں میں ابن ابی ذئب' ابن جریج اور زیاد بن سعد ہیں جب کہ امام مالک اور امام ثوری نے ان میں اختلاط (تبدیلی) کے بعد ان سے سماعت کی۔

یہ بات حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمائی ہے' آپ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے

صالح سے شروع میں سماعت کی ہے' میں ان کے بارے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

پھر اس حدیث کو سلیمان بن بلال نے حضرت سہیل سے روایت کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن اس میں نبی اکرم ﷺ پر درود کا ذکر نہیں ہے اور ابن ابی اویس نے ان کی اتباع کی ہے' وہ عبدالعزیز بن ابی حازم سے اور وہ سہیل سے روایت کرتے ہیں۔ اسماعیل نے اپنی کتاب ''الصلاۃ علی النبی ﷺ'' میں یہ بات فرمائی ہے۔

(۱۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن زید نے بیان کیا' وہ حضرت لیث سے' وہ حضرت کعب سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی فان صلاتکم علی زکاۃ لکم.

مجھ پر درود شریف پڑھا کرو بے شک تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہاری پاکیزگی کا باعث ہے۔

نیز فرمایا:

واسالوا الله لی الوسیلة.

اور میرے لیے وسیلے کا سوال کیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یا تو خود نبی اکرم ﷺ نے ہم سے بیان کیا یا ہم نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

الوسیلة اعلی درجة فی الجنة لا ینالها الا رجل وارجو ان اکون انا ذلک الرجل.

وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے' وہ صرف ایک شخص کو ملے گا اور مجھے امید (یقین) ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳۶۵) مسند ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۱۷)

ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا' وہ حضرت لیث سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور الفاظ ان کے ہیں' ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

اسماعیل نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی بکر المقدمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے

عمرو بن ہارون نے بیان کیا' انہوں نے موسیٰ بن عبیدہ سے' انہوں نے محمد بن ثابت سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی انبیاء اللہ و رسله فان اللہ بعثهم کما بعثنی صلوات اللہ و سلامه علیهم.

اللہ تعالیٰ کے انبیاء و رسل پر درود بھیجو بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا جس طرح مجھے بھیجا ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو۔

فردوس دیلمی (۳۷۱۰) تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۵۲۳)

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ یہ سعید بن زید' حماد بن زید کے بھائی ہیں' یحییٰ بن سعید نے ان کو بہت ضعیف قرار دیا اور سعدی نے فرمایا: محدثین ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ حجت نہیں۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ قوی نہیں ہیں' امام مسلم نے ان کی روایت نقل کی ہے۔

لیکن امام احمد رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں اچھا قول کیا' انہوں نے فرمایا کہ ان میں کوئی حرج نہیں' یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا اور امام بخاری نے بھی فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں۔

عمرو بن ہارون' موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت اگرچہ حجت نہیں لیکن اس حدیث کے شواہد ہیں اور اس قسم کی حدیث کا شاہد بننا درست ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درود شریف کے بارے میں ایک حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی نقل کی۔ وہ الدورقی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ربعی بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ عبدالرحمٰن بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت سعید بن ابی سعید مقبری سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

(۱۸) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

رغم انف رجل ذکرت عنده فلم یصل علی و رغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له و رغم انف رجل ادرک عنده ابواه الکبر فلم یدخلاه الجنة.

اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا تو اس نے مجھ پر درود شریف نہ بھیجا اور اس آدمی کا ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان المبارک کو پایا پھر وہ مہینہ نکل گیا اور اس کو بخشش حاصل نہ ہوئی اور اس آدمی کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے بوڑھے ماں باپ ہوں پس وہ ان کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہو (یعنی ان کی خدمت جنت میں جانے کا باعث ہے لیکن اس سے فائدہ نہ اٹھایا)۔

جامع ترمذی (۳۵۴۵) ابن حبان (۹۰۸) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۲۵۴)

امام ترمذی نے فرمایا کہ اس باب میں حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور ربعی بن ابراہیم' اسماعیل بن ابراہیم کے بھائی ہیں' یہ ثقہ ہیں اور یہی ابن علیہ ہیں۔

بعض اہل علم سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی ایک مجلس میں ایک بار نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوتا ہے سب کو کفایت کرتا ہے (کفارہ بن جاتا ہے)۔

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں بیان کیا۔

اور عبدالرحمٰن بن اسحٰق سے امام مسلم نے استدلال کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کی حدیث درست ہوتی ہے البتہ بعض حضرات نے ان کے بارے میں کلام کیا اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں لیکن قدریہ فرقہ سے تعلق ہے۔[1]

اسماعیل بن اسحاق قاضی نے اس حدیث کو روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ثابت نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' وہ کثیر بن زید سے' وہ ولید بن رباح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

---

[1] وہ فرقہ جو بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

(۱۹) رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف لائے تو آپ نے تین بار آمین فرمایا، پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ نے اس طرح کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی، میں نے کہا: آمین، پھر کہا: اس بندے کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کو پایا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوا میں نے کہا: آمین، پھر کہا: اس بندے کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا، میں نے کہا: آمین۔

الادب المفرد للبخاری (٦٤٦) الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (١٨) صحیح ابن حبان (٩٠٧) مسند بزار (٣١٦٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔

کثیر بن زید کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور ابو زرعہ نے کہا کہ سچے ہیں البتہ ان کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا۔

ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں محمد بن عمرو کی حدیث سے روایت کیا وہ حضرت ابو سلمہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور اس میں یہ الفاظ نقل کیے۔

من ذکرت عنده فلم يصل عليك فمات فدخل النار فابعده الله قل آمين فقلت آمين.	جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے پس وہ مرنے کے بعد جہنم میں جائے اور اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے آپ فرمائیں: آمین پس میں نے آمین کہا۔

ان محمد بن عمرو سے امام بخاری اور امام مسلم نے متابعات میں احادیث نقل کی ہیں۔ ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا اور امام ترمذی نے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے "رَغِمَ" "غین" کے نیچے کسرہ ہے یعنی مٹی سے مل گیا اور ایسا شخص "رغام" ہے ابن اعرابی نے کہا کہ غین پر فتح ہے اور اس کا معنی ہے ذلیل ہوا۔

ان کی ایک حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں علاء بن عبد الرحمن سے روایت کرتے ہوئے نقل کی وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۰) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى على واحدة صلى الله عليه عشرا.	جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے۔

صحیح مسلم (٤٠٨) سنن ابو داؤد (١٥٣٠) جامع ترمذی (٤٨٥) سنن نسائی (ج ۳ ص ۵۰) ابن حبان (٩٠٦) سنن دارمی (ج ۲ ص ۳۱۷) اسماعیل القاضی (۹) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۳۷۲ ـ ۳۷۵) روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن حبان کے مطابق اس روایت کے الفاظ اس طرح بھی ہیں:

من صلى على مرة واحدة كتب له بها عشر حسنات.	جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اس کے لیے اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث وہ ہے جو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت محمد بن بشار نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفی نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ضحاک بن عثمان نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت سعید مقبری نے بیان کیا اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

(۲۱) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے (یعنی یوں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ) اور پھر کہے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.	یا اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب نکلے تو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام بھیجنے کے بعد کہے:

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ.	یا اللہ! مجھے شیطان سے پناہ دے۔

الکبریٰ للنسائی (۹۹۱۸) سنن ابن ماجہ (۷۷۳) ابن حبان (۲۰۴۷_۲۰۵۰) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی (۸٦) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۰۷) سنن بیہقی (ج ۲ ص ٤٤۲) مصنف عبدالرزاق (۱٦۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن محمد سے اور انہوں نے اسحاق بن ابراہیم سے نقل کیا' وہ ابو بکر حنفی سے روایت کرتے ہیں۔

اور حسین بن احمد بن ابراہیم بن فیل [۱] جن کی ''الجزء المعروف'' ہے نے بھی یہ حدیث نقل کی' وہ مسلم بن عمرو سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن نافع نے ابن ابی ذئب سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور وہ سعید بن ابو سعید سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۲) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم.

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو میلہ بناؤ [۲] اور مجھ پر درود بھیجو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

سنن ابو داؤد (۲۰٤۲) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳٦۷) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث مسلم بن ابراہیم نے روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالسلام بن عجلان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عثمان النہدی نے بیان کیا' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ:

(۲۳) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] یہ حسین بن احمد بن ابراہیم البالسی ہیں' ابو طاہر کنیت ہے' انطاکیہ میں سکونت تھی اور تقریباً نوے سال کی عمر میں ۳۱۰ھ کے بعد انتقال فرمایا۔

[۲] میلوں میں شور و شغب ہوتا ہے جب کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں باادب حاضری ضروری ہے۔ اسی طرح بزرگانِ دین کے عرس مبارک بھی میلے کی شکل میں نہیں ہونے چاہئیں۔
۱۲ ہزاروی

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو ہر جگہ جاتے ہیں' جب وہ کسی محفلِ ذکر کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان میں سے بعض دوسرے بعض سے کہتے ہیں: بیٹھ جاؤ جب یہ لوگ دعا مانگیں تو تم ان کی دعا پر آمین کہنا۔ اور جب یہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجیں تو تم بھی ان کے ساتھ مل کر درود شریف بھیجنا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو جائیں' پھر وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے ان کی بخشش ہو گئی۔ ابو سعید وقاص نے اپنی کتاب ''الفوائد'' میں اسے روایت کیا۔

ان (حسین بن احمد بن ابراہیم بن فیل) کی ایک حدیث امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حیوہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو صخر نے بیان کیا کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط نے ان کو خبر دی' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ما من مسلم یسلم علی الا رد اللہ الی روحی حتی ارد السلام.

جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

سنن ابو داؤد (۲۰٤۱) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۵۲۷) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جید سند کے ساتھ) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱٦۲) (دوسری سند سے روایت کیا)۔

ابو صخر کا نام حمید بن زیاد ہے اور امام ابو داؤد نے اس حدیث کو محمد بن عوف سے روایت کیا' وہ عبداللہ بن یزید مقری سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور میں (مصنف) نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ یزید بن عبداللہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع حاصل ہے؟ تو کہا کہ اس نے آپ کو نہیں پایا اور وہ ضعیف ہیں' ان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت محلِ نظر ہے' ابو الشیخ نے ''الصلوۃ علی النبی ﷺ'' میں فرمایا کہ ہم سے عبدالرحمن بن احمد اعرج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن

صباح نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' وہ حضرت ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۵) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من بعید اعلمته.
القول البدیع للسخاوی (۱۴۹)

جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے وہ مجھے بتایا جاتا ہے (یہ حدیث بہت غریب ہے)۔

وہ فرماتے ہیں کہ ابو الشیخ نے ''الثواب'' میں ابو معاویہ کے طریق سے اسے نقل کیا' وہ اعمش سے اور وہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں۔

ان کی ایک حدیث ابو نعیم نے طبرانی سے نقل کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن محمد العمری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو مصعب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک نے بیان کیا' وہ ابو الزناد سے' وہ اعرج سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۶) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم یسلم علی فی شرق ولا فی غرب الا وانا وملائکة ربی نرد علیه السلام.

مشرق و مغرب میں جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے' میں اور میرے رب کے فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! مدینہ والوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا: کسی کریم کو اس کے پڑوس اور پڑوسی کے بارے میں کہا گیا تو یہ پڑوس کی حفاظت اور پڑوسی کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم) (ج ۶ ص ۳۴۹) القول البدیع (۱۵۱)

محمد بن عثمان الحافظ نے کہا کہ یہ حدیث عمری نے وضع کی اور وہ اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے کہا کہ یہ سند اس حدیث کا احتمال نہیں رکھتی ہے۔

۲۷۔ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن بن شاذان نے حضرت عبد اللہ بن اسحاق خراسانی سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسن بن مکرم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا' وہ ابو داؤد سے اور وہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام (بھیجنے) کی تعلیم ہمیں دی گئی تو آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یا اللہ! اپنی رحمتیں حضرت محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) پر نازل فرما جس طرح تو نے یہ رحمت حضرت ابراہیم پر نازل فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

ابو داؤد نفیع بن حارث الاعمی ہیں اگرچہ یہ متروک ہیں اور ان کی روایت کو چھوڑا گیا لیکن اعتماد پہلی احادیث پر ہے اور ان کی حدیث کو شواہد میں ذکر کرنے اور اصول میں ذکر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسند احمد (ج ۵ ص ۳۵۳) بروایت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۱۴۴) القول البدیع (۴۱)

۲۸۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام طبرانی نے المعجم میں حضرت عبد الرحمن بن معاویہ عتبی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن محمد بن منکدر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی فدیک نے بیان کیا' وہ ابی بن عباس بن سہل سے' وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا صلوة لمن لا وضوء له ولا

جس آدمی نے وضو نہیں کیا اس کی نماز نہیں

وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ولا صلاۃ لمن لم یصل علی النبی ﷺ ولا صلاۃ لمن لا یحب الانصار۔ سنن ابن ماجہ (۴۰۰) مسند الفردوس (۷۵۳۸) (اس میں انصار کا ذکر نہیں) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۲۲۸) کچھ الفاظ کا فرق ہے۔

ہوتی اور اس آدمی کا وضو (کامل) نہیں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھے اور جو شخص نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں اور جو انصار سے محبت نہ کرے اس کی نماز (کامل) نہیں۔ (یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا درود شریف پڑھنا معتبر نہیں' واللہ اعلم۔ ۱۲ ہزاروی)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے عبدالمہیمن بن عباس سے جو اُبی بن عباس کے بھائی ہیں' روایت کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اُبی بن عباس سے استدلال کیا جب کہ احمد اور یحییٰ بن معین اور دوسرے حضرات نے ان کو ضعیف قرار دیا۔

ان کے بھائی عبدالمہیمن کے ترک اور ان کی حدیث کو چھوڑنے پر اتفاق ہے اگر عبدالمہیمن نے یہ حدیث اپنے بھائی سے حاصل کی ہے تو اس حدیث کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ ہی یہ حسن کے درجہ سے نیچے گرتی ہے اگر چہ اُبی کے بیٹے فدیک یا ان سے نچلے درجے کے راوی نے عبدالمہیمن کی اپنے بھائی سے روایت میں غلطی کی ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے واللہ اعلم' کیونکہ یہ حدیث عبدالمہیمن کے بعد معروف ہوئی ہے تو اس میں یہ مضبوط علت ہے۔

(۲۹) انہی (حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ) کی ایک حدیث ہے جسے عبداللہ بن محمد بغوی نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن حبیب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی حازم نے اپنے والد ابو حازم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' وہ آپ کے (استقبال و اعزاز) کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کے چہرۂ انور پر خوشی محسوس کر رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا:

"ہاں" ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے (مرۃ یا واحدۃ کہا مطلب ایک ہی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے' اس سے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے دس درجات بڑھا دیتا ہے۔ القول البدیع للسخاوی (۱۰۷)

ابن حبیب نے کہا: میں صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ آپ نے فرمایا:

وصلت علیہ الملائکۃ عشر مرات۔ فرشتے اس کے لیے دس مرتبہ رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔

یہ حدیث حضرت سہل کی مسند کے طور پر حضرت ابوطلحہ کی مسند کے مقابلے میں بہتر ہے۔

۳۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام حاکم نے "المستدرک" میں لیث بن سعد کی روایت سے نقل کیا' وہ خالد بن یزید سے' وہ سعید بن ابی ہلال سے' وہ یحییٰ بن سباق سے' وہ آلِ حارث کے ایک شخص سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اذا تشھد احدکم فی الصلوۃ فلیقل اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۶۹) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۳۷۹)

جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں تشہد پڑھے تو یوں کہے: اللھم صل علی محمد (آخر تک) یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی آل پر رحمت و برکت نازل فرمائی بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

امام حاکم کے اسے صحیح قرار دینے میں نظر ہے کیونکہ یحییٰ بن سباق اور اس کے شیخ عدالت کے ساتھ مشہور نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر جرح (اعتراض) مشہور ہے۔ ابو حاتم بن حبان نے یحییٰ بن سباق کا ذکر اپنی کتاب "الثقات" میں کیا ہے۔

اس حدیث کو امام دار قطنی نے عبدالوہاب بن مجاہد کی حدیث سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے مجاہد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ یا ابو معمر نے بیان کیا اور کہا:

(۳۱) مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشہد سکھائی اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو) یہ تشہد اس طرح سکھائی جس طرح آپ ہمیں قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔ وہ تشہد اس طرح ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ' اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ' اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ' صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'

تمام قولی' بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' اے نبی (ﷺ)! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو' ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! ان لوگوں کے ساتھ ہم پر بھی رحمت نازل فرما' یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کے اہل بیت پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو برکت عطا فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! ان لوگوں کے ساتھ ہم پر بھی برکت نازل فرما' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور مومنوں کے درود حضرت محمد (ﷺ) پر ہوں جو کسی سے پڑھے ہوئے نبی نہیں ہیں تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

سنن دار قطنی (ج ص ۳۵۴) صحیح بخاری (۸۳۱، ۷۳۸۱) صحیح مسلم (۴۰۲) (اس میں صرف تشہد ہے درود ابراہیمی نہیں ہے)۔

(عبدالوہاب بن مجاہد) کہتے ہیں' حضرت مجاہد فرماتے تھے کہ جب سلام پڑھے اور ''علی عباد اللہ الصالحین'' پر پہنچے تو اس نے تمام آسمان و زمین والوں پر سلام بھیجا۔

اس حدیث کی علت یہ ہے کہ یہ عبدالوہاب بن مجاہد کی روایت سے ہے اور یحییٰ بن معین' دار قطنی اور ان کے علاوہ حضرات نے عبدالوہاب کو ضعیف قرار دیا اور امام حاکم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے والد سے ضعیف احادیث روایت کرتے ہیں۔

دوسری علت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله'' تک محفوظ ہے پھر ان سے یہ بات موقوف بھی مروی ہے اور مرفوع بھی کہ (انہوں نے فرمایا:)

اذا قلت هذا فقد تمت صلاتک فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد.

جب تم یہ پڑھ لو (تشہد مراد ہے) تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی اب کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ (اور آگے پڑھو)۔

موقوف روایت زیادہ مناسب اور صحیح درست ہے۔

(۳۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث بھی مروی ہے جو محمد بن حمدان مروزی نے روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن خبیق نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یوسف بن اسباط نے روایت کیا' وہ حضرت سفیان ثوری سے' وہ ایک شخص سے' وہ حضرت ذر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من لم يصل علی فلا دين له.

جس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا اس کا کوئی دین نہیں۔

شعب الایمان للبیہقی (۴۳)

(اس میں علیٰ کا لفظ نہیں ہے)۔

(۳۳) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں موسیٰ بن یعقوب زمعی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا' وہ عبداللہ بن کیسان سے' وہ عبداللہ بن شداد سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثرھم علی صلاة.

قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود شریف سب سے زیادہ بھیجتا ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

جامع ترمذی (٤٨٤) تاریخ کبیر للبخاری (ج ۵ ص ۱۷۷) ابن حبان (۹۱۱) بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فتح الباری (ج ۱۱ ص ۱٦٧) سنن بیہقی (ج ۳ ص ۲٤۹) (الفاظ کچھ مختلف ہیں)۔

اس حدیث کو ابو حاتم بن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت خالد بن مخلد کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت موسیٰ بن یعقوب سے روایت کرتے ہیں اور فرمایا: یہ عبداللہ بن شداد سے مروی ہے' وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث مسند بزار میں بھی ہے اور امام ترمذی نے ابن شداد کے واسطہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ابو حاتم کے نزدیک ابن شداد یا ان کے والد کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اسی طرح امام بغوی نے حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت موسیٰ (راوی) نے بیان کیا اور یوں ذکر کیا کہ یہ ابن شداد سے مروی ہے' وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۳٤) امام ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں مسعودی کی روایت سے اسے نقل کیا' وہ عون بن عبداللہ سے' وہ ابی فاختہ سے اور وہ اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جب تم حضور ﷺ پر درود شریف بھیجو تو اچھی طرح بھیجو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں شاید (یقینا) یہ آپ کے سامنے پیش ہو۔

راوی فرماتے ہیں کہ حاضرین نے کہا: آپ ہمیں سکھایئے۔ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. سنن ابن ماجہ (۹۰٦)

یا اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں رسولوں کے سردار' متقی لوگوں کے امام اور آخری نبی حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں' بھلائی کے امام' بھلائی کے قائد اور رحمت والے رسول ہیں۔ یا اللہ! آپ کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس پر پہلے اور پچھلے رشک کریں' یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔ اور (یا اللہ!) حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی آل کو برکت عطا فرمائی' بے شک تو لائق تعریف اور بزرگی والا ہے۔

(۳۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث وہ ہے جسے امام نسائی نے حضرت سفیان کی حدیث سے نقل کیا' وہ حضرت عبداللہ بن سائب سے' وہ زاذان سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام.

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو گھومتے پھرتے ہیں (اور) میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ سنن نسائی (ج۳ص۴۳) مصنف عبدالرزاق (۳۱۱٦) ابن حبان (۹۱٤) الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (۲۱) سنن دارمی (ج۲ص۳۱۷) مستدرک حاکم (ج۲ ص۴۲۱) مسند امام احمد (ج۱ص۴٤۱) بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ ان کا مقام اسی طرح ہے جس طرح کہا گیا اور ابن القیم نے بھی اسے صحیح قرار دیا۔

ابو حاتم بن حبان نے یہ حدیث اپنی صحیح میں روایت کی' وہ حضرت ابو یعلیٰ سے' وہ ابو خیثمہ سے اور وہ سفیان سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۳٦) حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبدالرحمٰن مقری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حیوہ بن شریح نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حمید بن ہانی نے خبر دی کہ ابو علی عمرو بن مالک الجنبی نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی سے سنا' وہ نماز میں دعا مانگ رہا تھا تو اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے جلدی کی ہے' پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے یا کسی اور آدمی سے فرمایا:

اذا صلی احدکم فلیبدا بتحمید ربہ والثناء علیہ ثم یصلی علی النبی ﷺ ثم یدعو بعد بماشاء.

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد بیان کرے اور اس کی تعریف کرے پھر مجھ پر درود شریف پڑھے پھر جو دعا چاہے مانگے۔

سنن ابو داؤد (۱٤۸۱) جامع ترمذی (۳٤۷٦_۳٤۷۷) سنن نسائی (ج۳ص٤٤) صحیح ابن

حبان (۱۹٦۰) مستدرک حاکم (ج۱ص۲۳۰_۲٦۸) سنن بیہقی (ج۲ص۱٤۷_۱٤۸) اسماعیل قاضی (۱۰٦) مسند امام احمد (ج٦ص۱۸) بروایت حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ۔

امام احمد' امام ابو داؤد' امام ترمذی اور امام نسائی (رحمہم اللہ) نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ الفاظ ابو داؤد کے ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت محمود بن غیلان سے اور انہوں نے المقری سے روایت کیا' امام نسائی نے اسے حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ ابن وہب سے اور وہ حیوہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا' وہ احمد ابن عبدالرحمٰن بن وہب سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے چچا سے اور وہ حضرت ابو ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ابو عبداللہ مقدسی فرماتے ہیں: میرا خیال یہ ہے کہ ان کی روایت سے حیوہ (راوی) ساقط ہیں' وہ بکر بن ادریس بن حجاج بن ہارون مصری سے اور وہ ابو عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔

ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے محمد بن اسحاق السرج سے روایت کیا۔

۳۷۔ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام احمد رحمہ اللہ نے ''المسند'' میں فرمایا کہ ہم سے سریج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو معشر نے بیان کیا' وہ اسحاق بن کعب بن عجرہ سے اور وہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

ایک صبح رسول اکرم ﷺ خوش خوش تشریف لائے' آپ کے چہرۂ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج آپ خوش خوش ہیں اور چہرۂ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

من صلی علیک من امتک صلاۃ کتب اللہ لہ بہا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سیئات ورفع لہ عشر درجات ورد علیہ مثلہا.

آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس درجات لکھ دیتا ہے' اس سے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے لیے دس درجات بلند کرتا ہے اور

اس (درود) کی مثل (رحمت) لوٹاتا ہے۔

سنن نسائی (۵۰۳) ابن حبان (۹۱۵) مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۴۲۰) حلیۃ الاولیاء (لابی نعیم) (ج ۸ ص ۱۳۱) سنن دارمی (ج ۲ ص ۳۱۷) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۲۹ ـ ۱۵۲)

ہم سے ابوکامل نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' وہ حضرت ثابت سے' وہ سلمان سے جو حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ عبداللہ بن ابوطلحہ سے اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کا رب فرماتا ہے:

انہ لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشرا.

آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود شریف پڑھے میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور آپ کی امت کا جو شخص آپ پر سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں گا۔

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میرے رب میں راضی ہوں۔

اس حدیث کو امام نسائی نے حضرت ابن مبارک اور عفان کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت حماد سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں حضرت حماد کی حدیث سے روایت کیا۔

۳۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی' وہ ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور وہ مغیرہ بن مسلم خراسانی ہیں' وہ ابواسحاق سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (وہ فرماتے ہیں:) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذکرت عندہ فلیصل علی ومن صلی علی مرۃ صلی اللہ علیہ عشرا.

جس آدمی کے پاس میرا ذکر ہو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود بھیجے اور جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے۔

الکبریٰ للنسائی (۹۸۸۹) ابن السنی (۳۸۱) مسند ابو یعلیٰ (۴۰۰۲) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(۳۹) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن ادم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یونس بن ابی اسحاق نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے برید بن ابی مریم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی صلاۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحط عنہ بہا عشر سیئات ورفعہ بہا عشر درجات.

جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس درود شریف کی برکت سے اس سے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے سبب سے اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔

الادب المفرد للبخاری (۶۴۳) الکبریٰ للنسائی (۹۸۹۰) الصغریٰ للنسائی (ج ۳ ص ۵۰) ابن حبان (۹۰۴) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۱۰۲ ـ ٦٦١) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے المسند میں ابونعیم سے روایت کیا' وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں حسن بن خلیل سے روایت کیا' وہ ابوکریب سے روایت کرتے ہیں' وہ محمد بن بشر العبدی سے اور وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔

اس میں وہ علت ہے جس کی طرف امام نسائی نے اپنی کتاب الکبیر میں اشارہ کیا کہ مخلد بن یزید نے اسے یونس بن ابی اسحاق سے روایت کیا' وہ برید بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت حسن سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس علت سے اس حدیث میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ حضرت حسن رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت کے حصول میں کوئی شک نہیں اور برید بن ابی مریم کی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی سماعت بھی صحیح ہے۔

ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں اور حاکم نے المستدرک میں اسے یونس بن ابی اسحاق کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت برید بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' پھر انہوں نے حدیث ذکر کی۔

اور ہوسکتا ہے کہ برید نے حضرت حسن سے سنی ہو' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی سنی ہو اور دونوں طریقوں پر بیان کیا۔ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (آگے حدیث ذکر کی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت برید سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے آپ سے روایت کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

لیکن ایک احتمال باقی ہے کہ ہوسکتا ہے یہ بعینہٖ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہو' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کیا ہو (یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر چھوڑ دیا) اس پر یہ سند دلالت کرتی ہے کہ اسماعیل بن اسحاق قاضی نے اسے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کیا' وہ سلیمان بن بلال سے روایت کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن عمر سے اور وہ ثابت بنانی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

۴۰- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور وہ آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے تھے' انہوں نے عرض کیا: ہمیں اس وقت آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں؟ پھر انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث ذکر کی۔

۴۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

العشاری نے حکم بن عطیہ کی حدیث سے روایت کیا' وہ حضرت ثابت سے اور وہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی فی یوم الف مرة لم یمت حتی یری مقعده من الجنة.

جس آدمی نے ایک دن میں مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف بھیجا وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔

القول البدیع (۱۲۱)

حافظ ابوعبداللہ المقدسی نے اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی ﷺ'' میں فرمایا کہ میں اس حدیث کو صرف ''حکم بن عطیہ'' کی روایت سے جانتا ہوں۔

دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے (حکم بن عطیہ نے) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں جن میں ان کی اتباع نہیں کی جاتی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان میں کوئی حرج نہیں لیکن ابوداؤد طیالسی نے ان سے کچھ منکر احادیث روایت کی ہیں اور فرمایا کہ حضرت یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ انہوں نے ان کو ثقہ قرار دیا۔

(۴۲) جعفر فریابی نے کہا کہ ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے فضل بن دکین نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلمہ بن وردان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے تو پہلے درجہ پر جانے کے بعد فرمایا ''آمین'' پھر دوسرے درجہ پر تشریف لے گئے تو فرمایا ''آمین'' پھر تیسرے درجہ پر تشریف لے گئے تو فرمایا ''آمین'' پھر اس پر تشریف فرما ہو گئے' صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! آپ نے کس بات پر آمین کہا؟ فرمایا: حضرت جبریل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوا' تو میں نے کہا: آمین (انہوں نے کہا:) اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی' میں نے کہا: آمین (انہوں نے کہا:) اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا' تو میں نے کہا: آمین۔ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۶) القول البدیع (۱۳۷)

ابوبکر شافعی نے اسے حضرت معاذ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں

کہ ہم سے قعنبی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلمہ بن وردان نے بیان کیا' پھر یہ حدیث ذکر کی۔

یہ سلمہ حدیث میں کمزور ہیں اور ان کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے لیکن یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کی حدیث چھوڑی جائے خصوصاً وہ حدیث جس کے شواہد ہوں اور وہ کسی دوسرے کی حدیث سے معروف بھی ہو۔

(۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جسے ابو یعلیٰ موصلی نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شباب خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے درست بن حمزہ نے بیان کیا' وہ مطر الوراق سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت قتادہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مامن عبدين متحابين يستقبل احدهما الاخر ويصليان على النبي ﷺ الالم يتفرقا حتى تغفر لهما ذنوبهما ما تقدم منها وما تاخر.

دو بندے جو باہم محبت کرتے ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے ملاقات کرے اور وہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گذشتہ اور بعد کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

مسند ابو یعلیٰ (۲۹۶۰) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۲۷۵)

(۴۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث بھی ہے جسے ابن ابی عاصم نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسن بن بزار نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شباب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مغیرہ بن مسلم نے بیان کیا' وہ ابو اسحاق سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی فان الصلوة علی كفارة لكم فمن صلى علی صلى الله عليه.

مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے کفارہ ہے پس جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتا ہے۔

القول البدیع (۹۹) (کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ہے)۔

(۴۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت وہ ہے جسے ابن شاہین نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن احمد بن براء نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبد العزیز الدینوری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قرہ بن حبیب' قشیری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حکم بن عطیہ نے بیان کیا' وہ حضرت ثابت سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي في يوم الف مرة لم يمت حتى يرى مقعده من الجنة.

جو شخص مجھ پر دن میں ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔

یہ حدیث ایک اور سند کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے۔

۴۶۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث

اسماعیل بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلمہ بن وردان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جانے لگے تو ساتھ جانے کے لیے کسی کو نہ پایا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے' پس پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے گئے تو آپ کو پانی کے چھوٹے حوض میں (کے پاس) سجدہ کرتے ہوئے پایا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں سے ہٹ کر آپ کے پیچھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ آپ نے سر انور اٹھایا تو فرمایا: اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ جب مجھے سجدہ کرتے ہوئے پایا تو الگ ہو گئے بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا:

من صلى عليك واحدة صلى الله عليه عشرا ورفعه عشر درجات.

جو آدمی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔

الادب المفرد للبخاری (٦٤٢) القول البدیع (١٠٢)

اس حدیث کے دیگر شواہد ہیں جو اسے تقویت بخشتے ہیں۔

دیکھئے مجمع الزوائد (ج ٢ ص ٢٨٧۔٢٨٨)

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث مسند انس (رضی اللہ عنہ) میں ہو اور ہو سکتا ہے کہ مسند عمر (رضی اللہ عنہ) میں ہو اور اسے مسند عمر سے قرار دینا دو وجہ سے زیادہ ظاہر ہے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس واقع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قاضی اسماعیل نے کہا: ہم سے یعقوب بن حمید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے انس بن عیاض نے بیان کیا' وہ سلمہ بن وردان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن اوس بن حدثان نے بیان کیا' وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(٤٧) نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں آپ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر گیا' میں نے آپ کو پانی کے چھوٹے سے حوض میں (کے پاس) سجدہ ریز پایا تو دور ہٹ گیا' آپ نے فراغت کے بعد سر انور اٹھایا اور فرمایا: اے عمر! تم نے اچھا کیا جب مجھ سے دور رہے' حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

من صلی علیک صلاۃ صلی اللہ علیہ عشرا ورفعه عشر درجات.	جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔

اسماعیل قاضی (ص ٥)

اگر کہا جائے کہ یہ دوسری حدیث پہلی حدیث کی علت ہے کیونکہ سلمہ بن وردان نے ان کو بتایا کہ انہوں نے مالک بن اوس بن حدثان سے سنا۔

جواب دیا جائے گا کہ یہ اس کی علت نہیں کیونکہ سلمہ بن وردان نے دونوں سے سنا ہے۔

ابو بکر اسماعیلی نے کتاب ''مسند عمر'' میں فرمایا کہ مجھ سے عبد الرحمٰن بن عبد المومن نے

بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو موسیٰ فروی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو ضمرہ نے سلمہ بن وردان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ:

(٤٨) رسول اکرم ﷺ (قضائے حاجت کے لیے) تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب پانی کا برتن اور پتھر لے کر گئے تو انہوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں اور ایک پانی میں (پانی کے پاس) سجدہ کر رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دور ہٹ گئے (آگے مکمل حدیث ہے)۔

ہم سے عمران بن موسیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن کاسب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' وہ سلمہ بن وردان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن اوس بن حدثان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' پھر فضل بن دکین کی روایت کو چلایا اور فرمایا کہ ہم سے سلمہ بن وردان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک اور اوس بن حدثان سے سنا' پھر حدیث ذکر کی۔

(٤٩) ابن شاہین نے کہا کہ ہم سے عباس بن عباس بن مغیرہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن ربیعہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن شریک سے سنا' وہ عاصم بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے' وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیه بها عشرا فلیقل عبد بعد علی من الصلوۃ او لیکثر.	جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اب اس کے بعد بندہ چاہے تو مجھ پر کم درود بھیجے اور چاہے تو زیادہ بھیجے۔

القول البدیع (١٠٣)

(٥٠) اس باب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے

اپنی جامع میں نقل کی ہے' اس حدیث کو نضر بن شمیل نے ابوقرہ اسدی سے' انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں:

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شیء حتی تصلی علی نبیک ﷺ.

بے شک دعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے' اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا حتی کہ تم اپنے نبی (ﷺ) پر درود شریف بھیجو۔

(۵۱) اسماعیلی نے "مسند عمر" میں اسی طرح نضر کی حدیث سے اس سے زیادہ مکمل طور پر روایت کیا' وہ فرماتے ہیں:

مجھے حسن نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن قدامہ اور اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ دونوں کہتے ہیں کہ نضر نے ابوقرہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مسلمان زمین کی کسی فضا میں آ کر چاشت کی دو رکعتیں پڑھے اور پھر یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْتُ عَبْدُكَ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ خَلَقْتَنِيْ وَلَمْ اَكُ شَيْئًا اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ فَاِنِّيْ قَدْ اَرْهَقَتْنِيْ ذُنُوْبِيْ وَاَحَاطَتْ بِيْ اِلَّا اَنْ تَغْفِرَهَا فَاغْفِرْلِيْ يَا رَحْمٰنُ.

یا اللہ! میں نے یوں صبح کی کہ تیرا بندہ (یعنی میں) تیرے عہد و پیمان پر ہے' تو نے مجھے پیدا کیا اور میں کچھ نہ تھا' میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں' میرے گناہوں نے مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیا اور مجھے گھیر لیا مگر یہ کہ تو مجھے بخش دے اے رحمٰن! مجھے بخش دے۔

تو اللہ تعالیٰ اسی جگہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے سامنے یہ بات ذکر کی گئی کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان رہتی ہے' اس سے اوپر نہیں جاتی حتی کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجو۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے یہ بات بتائی گئی کہ اعمال آپس میں فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں۔

اور فرمایا: جو شخص اپنے مال سے دو جوڑے صدقہ کرتا ہے تو جنت کے دربان اس کی طرف جلدی کرتے ہیں۔

اسماعیلی نے کہا کہ پہلی حدیث جو چاشت کی نماز کے بارے میں ہے وہ موقوف ہے اور دو جوڑوں سے صدقہ دینے والی روایت بھی موقوف ہے اور باقی برابر ہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس بات سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز کی حدیث اور اعمال کے ایک دوسرے پر فخر کرنے سے متعلق حدیث میں مرفوع ہونے اور موقوف ہونے کا احتمال وارد ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے سے متعلق حدیث حضرت معاذ بن حارث کی روایت سے بھی منقول ہے' وہ ابوقرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں اور موقوف زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

(۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ امام طبرانی فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن ابراہیم بن یحییٰ نے مصر میں بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن ربیع بن طارق نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن ایوب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر نے بیان کیا' وہ حکم بن عتیبہ سے' وہ ابراہیم نخعی سے' وہ اسود بن یزید سے اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جانے لگے تو کسی کو نہ پایا جو آپ کے ساتھ جاتا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور آپ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر چلے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پانی کے ایک چھوٹے گڑھے میں سجدہ کرتے ہوئے پایا تو دور ہٹ گئے حتی کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ مجھے سجدے کی حالت میں پایا تو مجھ سے دور رہے' بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود

بھیجے گا اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔

المعجم الصغیر للطبرانی (۱۰۱۶)

امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو عبید اللہ بن عمر سے صرف یحییٰ بن ایوب نے روایت کیا ہے اور عمرو بن طارق اس میں متفرد (تنہا) ہیں۔

۵۳۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں فرمایا:

ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عاصم بن عبید اللہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

من صلی علی صلاۃ لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ ما صلی علی فلیقل عبد من ذلک او لیکثر.	جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے مسلسل اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں پس بندہ چاہے تو اسے (رحمت کی دعا کو) کم کرے اور چاہے تو زیادہ کرے۔

سنن ابن ماجہ (۹۰۷) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۴۴۵) بروایت حضرت عامر بن ربیعہ' القول البدیع (۱۰۹۔ ۱۱۰)

امام ابن ماجہ نے اسے بکر بن خلف سے' انہوں نے خالد بن حارث سے اور انہوں نے حضرت شعبہ سے روایت کیا۔

اور امام عبد الرزاق نے اسے حضرت عبد اللہ بن عمر عمری سے' انہوں نے عبد الرحمٰن بن القاسم سے' انہوں نے عبد اللہ بن عامر سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

(۵۴) من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ فاکثروا او اقلوا.	جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالی اس پر رحمت نازل کرتا ہے' تمہاری مرضی اسے زیادہ کرو یا کم۔

مصنف عبد الرزاق (۳۱۱۵) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۱) القول البدیع (۱۰۸)

عاصم بن عبد اللہ بن عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر عمری نے بھی روایت کیا اگرچہ ان دونوں کی روایت میں کچھ کمزوری ہے۔ پس اس حدیث کا ان دو مختلف طریقوں سے مروی ہونا اس بات پر دلالت ہے کہ اس کی اصل ہے اور یہ حسن کے درمیانہ درجات سے نیچے نہیں اترتی۔ واللہ اعلم

۵۵۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں فرمایا:

ہم سے ابو سلمہ منصور بن سلمہ خزاعی اور یونس دونوں نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سے لیث نے' انہوں نے یزید بن الہاد سے بیان کیا' وہ عمرو بن ابی عمرو سے' وہ ابو الحویرث سے' وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے' وہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے تو میں آپ کے پیچھے چلا حتی کہ آپ کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے اور ایک طویل سجدہ کیا حتی کہ مجھے ڈر ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی' وہ فرماتے ہیں کہ میں آیا تاکہ دیکھوں تو آپ نے سر انور اٹھایا اور فرمایا: اے عبد الرحمٰن! تمہیں کیا ہوا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: کیا میں آپ کو خوشخبری نہ دوں کہ بے شک اللہ تعالی فرماتا ہے:

من صلی علیک صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ.	جو آدمی آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرے گا میں اس کو سلامتی عطا کروں گا۔

مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۲۲) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۹۱) بروایت حضرت عبد الرحمٰن بن عوف۔ مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۸۷)

(۵۶) ہم سے بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ابو سعید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن ابی عمرو نے بیان کیا' وہ عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے باپ (محمد) سے اور وہ ان کے دادا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

پس میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کیا۔

امام حاکم نے اسے المستدرک میں سلیمان بن بلال سے اور انہوں نے عمرو سے روایت کیا اور فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس کو ابن ابی الدنیا نے یحییٰ بن جعفر سے روایت کیا۔

(۵۷) ہم سے زید بن حباب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ بن عبیدہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قیس بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ نے حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے اپنے دادا حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے ایک طویل سجدہ کیا' میں نے اس سلسلے میں پوچھا تو فرمایا: میں نے یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کیا کہ اس نے مجھے میری امت کے بارے میں مجھ پر یہ انعام کیا:

فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه بها عشرا.

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔

مسند ابو یعلیٰ (۸۵۸) بروایت حضرت عبد الرحمن بن عوف.

اور موسیٰ بن عبیدہ کی حدیث میں اگرچہ کچھ کمزوری ہے لیکن یہ حدیث کی شاہد ہے۔

(۵۸) المخلص نے کہا کہ ہم سے البغوی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' وہ سلیمان بن بلال سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو ابن ابی عمرو نے بیان کیا' وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں' وہ عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن بن عوف سے اور وہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام مجھے ملے تو انہوں نے مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے:

من صلى عليك صلاة صليت عليه ومن سلم عليك سلمت عليه.

جو آپ پر درود بھیجے میں اس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں: پس میں نے اسی لیے سجدہ کیا۔

۵۹۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث

عبد بن حمید اپنی مسند میں فرماتے ہیں کہ ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' وہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کرتے ہیں' وہ طفیل ابن ابی سے اور وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

جب رات کا چوتھائی حصہ گزر جاتا تو رسول اکرم ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' زلزلے کا ایک جھٹکا آ گیا' اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا' موت اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ آ گئی' موت اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ آ گئی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں تو آپ پر درود شریف کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟ فرمایا: جس قدر تم چاہو' میں نے عرض کیا: چوتھا حصہ؟ فرمایا: جس قدر تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے' میں نے عرض کیا: نصف؟ فرمایا: جس قدر تم چاہو' اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے' میں نے کہا: دو تہائی وقت؟ فرمایا: جس قدر تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے' انہوں نے عرض کیا: میں اپنا تمام وقت (یعنی وظائف کا وقت) آپ پر درود بھیجنے کے لیے مقرر کرتا ہوں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے غموں کو کفایت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ جامع ترمذی (۲۴۵۷) مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۵۱۳) مسند امام احمد (ج ۵ ص ۱۳۶) بروایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ہناد سے اور انہوں نے قبیصہ سے روایت کیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں حضرت وکیع سے اور انہوں نے حضرت سفیان سے روایت کیا۔

امام حاکم نے اسے المستدرک میں ذکر کیا اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل سے بڑے بڑے ائمہ نے استدلال کیا جیسے حمیدی' احمد' اسحاق' علی بن مدینی اور ترمذی وغیرہ رحمہم اللہ۔

امام ترمذی کبھی اس تعارف کو صحیح قرار دیتے ہیں اور کبھی حسن کہتے ہیں اور ہمارے (مصنف کے) شیخ ابو العباس (ابن تیمیہ) سے اس حدیث کی وضاحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو شیخ نے کہا:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے لیے ایک دعا مانگا کرتے تھے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اس وقت سے چوتھا حصہ درود شریف کے لیے مقرر کر دیں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے' انہوں نے پوچھا: نصف وقت؟ فرمایا: اگر زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا: میں یہ سارا وقت درود شریف کے لیے خاص کرتا ہوں یعنی میں اپنی تمام دعا کو آپ پر درود شریف کی شکل میں بدلتا ہوں' آپ نے فرمایا ''اب تمہارے تمام غم دور ہو جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے''۔

کیونکہ جو شخص حضور علیہ السلام پر درود شریف ایک بار پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اس کے تمام دکھ دور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی بخش دیتا ہے۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے کلام کا یہ مطلب ہے۔

۶۰۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه قبض وفیه النفحة وفیه الصعقة ' فاکثروا علی من الصلوة فیه فان صلاتکم معروضة علی قالوا یا رسول الله! کیف تعرض علیک صلاتنا وقد ارمت یعنی وقد بلیت فقال ان الله عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعۃ المبارک ہے اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کی پیدائش ہوئی اسی میں آپ کی روح قبض ہوئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں بڑی چیخ ہوگی پس اس دن مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کا جسم مبارک پرانا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔ [1]

سنن ابوداؤد (۱۰۴۷) سنن نسائی (ج ۳ ص ۹۱-۹۲) سنن ابن ماجہ (۱۰۸۵) صحیح ابن حبان (۹۱۱) المستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۷۸) اسماعیل القاضی (۲۲) سنن دارمی (ج ۱ ص ۳۶۱) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۸) بروایت حضرت اوس بن اوس امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں فرمایا کہ ہم سے حسین بن علی الجعفی نے بیان کیا' وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے' وہ ابوالاشعث صنعانی سے' وہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے ہارون بن عبداللہ سے' امام نسائی نے اسحاق بن منصور سے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت کیا۔ یہ تینوں حسین جعفی سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے المستدرک میں بھی حسین جعفی سے روایت کیا۔

اس حدیث میں علت

بعض حفاظ حدیث نے اس حدیث میں یہ علت بیان کی ہے کہ حسین جعفی نے اسے عبدالرحمٰن بن یزید سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے ابوالاشعث صنعانی سے اور انہوں نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

لیکن جو شخص اس سند میں غور کرے گا وہ اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں کرے گا کیونکہ اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں نیز ائمہ نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

اور اس کی یہ علت بھی ہے کہ حسین جعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے نہیں سنا بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے سنا اور عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے استدلال نہیں کیا جاتا' جب حسین جعفی نے بیان کیا تو دادا کے نام میں غلطی کی۔ ابن جابر کہتے ہیں: حفاظ نے یہ بیان کیا اور اس سے آگاہی دی۔

---

[1] رسول اکرم ﷺ بلکہ تمام انبیاء کرام زندہ ہیں شب معراج حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا' منکرین کو اللہ ہدایت عطا کرے۔ ۱۲ ہزاروی

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''التاریخ الکبیر'' میں فرمایا کہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سلمی شامی مکحول سے روایت کرتے ہیں' ان سے ولید بن مسلم نے سنا اور ان کے پاس کئی منکر احادیث ہیں اور کہا جاتا ہے یہ وہی ہیں جن سے ابو اسامہ اور حسین جعفی نے روایت کیا اور ان دونوں نے کہا کہ یہ یزید بن جابر ہیں اور ان دونوں نے ان کے نسب میں غلطی کی۔ زیادہ صحیح یزید بن تمیم ہے اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔

خطیب (بغدادی) نے کہا کہ کوفیوں نے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم کی احادیث عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کیں اور اس سلسلے میں اور ان احادیث کو ان کی طرف منسوب کرنے میں وہم کیا۔ موسیٰ بن ہارون حافظ نے کہا کہ ابو اسامہ نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کیا اور یہ ان کی طرف سے وہم ہے۔ ابو اسامہ نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے ملاقات نہیں کی۔ انہوں نے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے ملاقات کی تو گمان کیا کہ یہی ابن جابر ہیں اور ابن تمیم ضعیف ہیں۔ جو کچھ ان ائمہ نے ذکر کیا ہے متعدد حفاظ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تعلیل کے جوابات

اس تعلیل کے کئی جواب ہیں:

1- حسین بن جعفی نے واضح طور پر بتایا کہ ان کو عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماعت حاصل ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ ہم سے ابو کریب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن علی (جعفی) نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر نے بیان کیا تو یوں انہوں نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماعت واضح الفاظ میں بیان کی۔

یہ کہنا کہ انہوں نے ان کو ابن جابر گمان کیا حالانکہ وہ ابن تمیم ہیں اور انہوں نے ان کے دادا (کے ذکر) میں غلطی کی تو یہ بات عقل سے بعید ہے کیونکہ حسین بن علی جعفی کو یہ شبہ نہیں ہوا اور اس کے ساتھ انہوں نے ان کو پہچانا' مانا اور دونوں سے سماع بھی ہوا۔

سوال: عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کتاب ''العلل'' میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اہل عراق میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے ان سے حدیث بیان کی

[illegible] ابو اسامہ اور حسین جعفی نے جن سے روایت کیا وہ ایک ہی شخصیت ہیں اور وہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہیں کیونکہ ابو اسامہ نے عبدالرحمن بن یزید سے انہوں نے قاسم [illegible] انہوں نے ابو امامہ سے پانچ یا چھ منکر احادیث روایت کی ہیں۔ اس بات کا احتمال ہے کہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے اس کی مثل روایت کی جائے اور میں اہل شام میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے ابن جابر سے ان احادیث میں سے کوئی حدیث روایت کی ہو۔

جہاں تک حسین جعفی کا تعلق ہے تو انہوں نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے حدیث روایت کی انہوں نے ابو الاشعث سے انہوں نے اوس بن اوس سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے جمعۃ المبارک کے دن کے بارے میں حدیث روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

افضل الایام یوم الجمعة فيه الصعقة وفيه النفخة وفيه كذا.

یہ حدیث مکمل طور پر مع ترجمہ پہلے گزر چکی ہے۔

یہ حدیث منکر ہے اور ہم حسین جعفی کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جس نے اسے روایت کیا ہو اور عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ضعیف الحدیث ہے جب کہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر ثقہ ہیں۔

کتاب العلل میں عبدالرحمن بن ابی حاتم کا کلام ختم ہوا۔

جواب: حسین جعفی اور ابو اسامہ کے ابن جابر سے سماع کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ اہل حدیث نے ابو اسامہ کے ابن جابر سے سماع کا انکار کیا ہے۔ ہمارے (مصنف کے) شیخ (ابو الحجاج المزی) نے التہذیب (تہذیب الکمال) میں کہا کہ ابن نمیر نے ابو اسامہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کیا' اس کے خیال میں یہ معروف ابن جابر نہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ ایک شخص ہے جسے ابن جابر کہا جاتا ہے۔

یعقوب نے کہا کہ یہ سچ ہے یہ عبدالرحمن بن فلاں بن تمیم ہے۔ ابو اسامہ نے اس کے پاس جا کر اس سے کچھ احادیث نقل کر کے اس سے روایت کی ہیں۔ یہ شخص ابن جابر کہلاتا تھا۔

یعقوب نے کہا: گویا میں ابن نمیر کو دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ابواسامہ پر تہمت لگائی کہ اس نے اس شخص کو جاننے پہچاننے کے باوجود اس سے غفلت برتی۔

یعقوب نے کہا کہ ابونمیر نے مجھے کہا: کیا تم اس کی روایت کو نہیں دیکھتے کہ وہ ان تمام صحیح احادیث کے مشابہ نہیں ہے جو اس سے اہلِ شام اور اس کے اصحاب نے روایت کی ہیں۔

عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے حسین جعفی کے بھتیجے محمد بن عبدالرحمن سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: عبدالرحمن بن یزید بن تمیم اور عبدالرحمن بن یزید بن جابر دونوں کوفہ میں آئے لیکن عبدالرحمن بن یزید بن جابر ایک عرصہ کے بعد آئے اور ابواسامہ نے جس سے روایت کیا وہ ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے۔

ابن ابی داؤد نے کہا کہ ابواسامہ نے ابن مبارک کے واسطہ سے ابن جابر سے سنا اور یہ دونوں مکحول سے روایت کرتے ہیں۔ ابن جابر بھی دمشقی ہیں' جب یہ آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرحمن بن یزید دمشقی نے خبر دی اور انہوں نے مکحول سے (روایت کرتے ہوئے) بیان کیا تو ابواسامہ نے گمان کیا کہ یہ وہی ابن جابر ہے جس سے ابن مبارک نے روایت کیا ہے۔

اور ابن جابر ثقہ ہیں' محفوظ ہیں' ان کی حدیث کو جمع کیا جاتا ہے جب کہ ابن تمیم ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابواسامہ نے اس سے روایت بیان کی اور نام میں غلطی کھائی۔

انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر شامی نے بیان کیا اور جو کچھ بواسطہ ابواسامہ' عبدالرحمن بن یزید سے مروی ہے تو وہ ابن تمیم ہے (نام میں مغالطہ ہوا)۔

جہاں تک حسین جعفی کی ابن جعفر سے روایت کا تعلق ہے تو ہمارے شیخ (مصنف کے شیخ) نے اسے التہذیب میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس سے حسین بن علی جعفی نے روایت کیا اور ابواسامہ یعنی حماد بن اسامہ اگر محفوظ ہے تو اس نے حسین کی ابن جابر سے روایت پر اعتماد کیا اور حماد کی روایت میں شک کیا گیا۔

اس تعلیل کے جواب میں میرے (یعنی مصنف کے) لیے یہ بات ظاہر ہوئی (جو اوپر

[illegible] یہ سب کچھ لکھنے کے بعد میں نے دارقطنی کو دیکھا تو انہوں نے واضح الفاظ میں [illegible] انہوں نے ''الضعفاء'' کے بارے میں ابوحاتم کی کتاب پر کلام کرتے ہوئے لکھا کہ [illegible] نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کیا اور ابواسامہ نے عبدالرحمن بن [illegible] سے روایت کیا تو ان کے دادا کے نام میں غلطی کھائی۔

دوسری علت

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالرحمن بن یزید نے ابوالاشعث سے سماع کا انکار کیا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے حسین بن علی بن جعفی نے بیان کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر نے بیان کیا' میں نے ان سے سنا' وہ ابوالاشعث [illegible] سے روایت کرتے ہیں' وہ اوس بن اوس سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے ذکر کیا کہ اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب ''فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ'' میں فرمایا کہ ہم سے علی ابن عبداللہ نے بیان کیا۔ آخر تک۔

جواب علت

کوئی ایسی علت نہیں جس سے خرابی پیدا ہوتی ہو کیونکہ اس حدیث کے شواہد ہیں جو حضرت ابوہریرہ' حضرت ابوالدرداء' ابوامامہ' ابومسعود انصاری' انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں۔

۶۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے ابن الہاد سے' انہوں نے محمد بن ابراہیم سے' انہوں نے ابوسلمہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه اهبط وفیه تیب علیه وفیه مات وفیه تقوم الساعة وما من دابة الا وهی مصبحة	جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے (تمام دن مراد ہیں) ان میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے' اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کی پیدائش ہوئی' اسی دن آپ کو (زمین پر) اتارا

یوم الجمعة من حین (تصبح حتی) تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن والانس وفیها ساعة لا یصادفها عبد مسلم وهو یصلی یسال الله شیئا الا اعطاه ایاه.

صحیح مسلم (٨٥٤) جامع ترمذی (٤٨٨) سنن نسائی (ج ۳ ص ۸۹ ۔ ۹۰) موطا امام مالک (ج ۱ ص ۱۰۸) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

گیا' اسی دن آپ کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن آپ کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہو گی اور جمعہ کے دن جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہر جاندار چیز پوری طرح متوجہ ہوتی ہے' جب (صبح ہوتی ہے حتیٰ کہ) سورج طلوع ہوتا ہے' وہ قیامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں' اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کسی مسلمان کو حاصل ہو جائے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے وہ اسے عطا کرتا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تائید کرتی ہے اور اس کے معنی کے مثل پر دلالت کرتی ہے۔

٦٢ - حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ''ثقفیات'' میں بھی ہے کہ ہمیں ابو بکر بن محمد بن ابراہیم بن علی بن المقری نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو العباس محمد بن حسن بن قتیبہ العسقلانی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حرملہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی' وہ حضرت سعید بن ابی ہلال سے' وہ زید بن ایمن سے' وہ عبادہ بن نسی سے اور وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهده الملائکة وان احدا لا یصلی علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منها.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو' یہ یوم مشہود ہے' اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اور وفات کے بعد بھی؟

آپ نے فرمایا:

ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق.

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کے جسموں کو کھائے پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے' اسے رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک اور سند کے ساتھ بھی آئے گی جسے امام طبرانی نے نقل کیا اور ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

٦٣ - حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت علی بن احمد بن عبدان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں احمد بن عبید نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسن بن سعید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن حجاج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' وہ برد بن سنان سے' وہ مکحول شامی سے اور وہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا علی من الصلوة فی کل یوم جمعة فان صلاة امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرهم صلاة کان اقربهم منی منزلة.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس جو کثرت سے درود شریف پڑھے گا (قیامت کے دن) وہ درجہ کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

سنن بیہقی (ج ۳ ص ۲٤٩) رقم (۲٥۰) بروایت حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ۔

لیکن اس حدیث میں دو علتیں ہیں:

(۱) برد بن سنان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے لیکن یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۲) دوسری علت یہ ہے کہ مکحول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہیں ابو امامہ سے سماعت حاصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم

٦٤- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن علی الاحمر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نعمان بن عبدالسلام نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ظلال نے بیان کیا' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه اتانی جبریل انفا من ربه عزوجل فقال ما علی الارض من مسلم یصلی علیک مرة واحدة الا صلیت انا وملائکتی علیه عشرا.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو ابھی ابھی حضرت جبریل (علیہ السلام) اپنے رب عزوجل کی طرف سے میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہر بسنے والا جو مسلمان آپ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں نازل کرتے ہیں (فرشتے دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے)۔

القول البدیع (١٨٦) امام طبرانی نے اپنی سند سے یہ حدیث نقل کی جس میں کوئی حرج نہیں۔

(٦٥) محمد بن اسماعیل وراق فرماتے ہیں کہ ہم سے جبارہ بن مغلس نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو اسحاق خازم نے یزید رقاشی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فان صلاتکم تعرض علی.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو بے شک تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

الکامل لابن عدی (ج ٣ ص ٧٤)

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن شاہد بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

(٦٦) ابن ابی السری نے اس حدیث کو روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رواد بن جراحؒ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن بشر رضی اللہ عنہ نے حضرت قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔

الکامل لابن عدی (ج ٣ ص ١٧٨)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر درود شریف میں کثرت کرنے کو پسند کرتے تھے۔

محمد بن یوسف العابد حضرت اعمش سے اور وہ زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے زید بن وہب اجب جمعہ کا دن ہو تو نبی اکرم ﷺ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا نہ چھوڑنا۔ ان الفاظ میں درود شریف پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

یا اللہ! کسی سے نہ پڑھے ہوئے نبی حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔

٦٧- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں فرمایا کہ ہم سے موسیٰ بن محمد بن حبان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن نافع نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں علاء بن عبدالرحمٰن نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورا ولا تتخذوا بیتی عیدا صلوا علی وسلموا فان صلاتکم وسلامکم یبلغنی اینما کنتم.

اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ اور میرے گھر کو عید (میلہ) نہ بنانا مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو تم جہاں بھی ہو وہ مجھ تک پہنچتا ہے۔

مسند ابو یعلیٰ (٦٧٦١) بروایت حسن بن علی رضی اللہ عنہما' مجمع الزوائد (ج ٢ ص ٢٤٧)

(٦٨) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم.

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ نہ بنانا اور مجھ پر درود شریف پڑھو تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

یہ حدیث زیادہ مناسب ہے۔

اس حدیث کی علت یہ ہے کہ مسلم بن عمرو نے اسے عبداللہ بن نافع سے روایت کیا' وہ ابن ابی ذئب سے' وہ سعید بن ابی سعید سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(٦٩) طبرانی نے المعجم الکبیر میں فرمایا کہ ہم سے احمد بن رشدین مصری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حمید ابن ابی زینب نے خبر دی' وہ حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے والد (حسن بن علی رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

حیثما کنتم فصلوا علیَّ فان صلاتکم تبلغنی. مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱٦۲)	تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود شریف بھیجو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

۷۰۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے المعجم میں فرمایا کہ ہم سے یوسف بن حکم الضبی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن بشیر کندی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبید بن حمید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے فطر بن خلیفہ نے بیان کیا' وہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے' وہ اپنے والد (علی بن حسین) سے اور وہ ان کے دادا (حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذکرت عندہ فخطی الصلوۃ علی خطی طریق الجنۃ.	جس شخص کے پاس میرا ذکر ہوا پس وہ مجھ پر درود شریف پڑھنے سے خطا کر گیا (نہ پڑھا) تو وہ جنت کے راستے سے خطا کر گیا۔

مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱٦٤) اس کی شاہد حدیث ابن عباس سنن ابن ماجہ میں (حدیث: ۹۰۸) ہے۔

اس کی علت یہ ہے کہ ابن ابی عاصم نے اسے ابو بکر سے روایت کیا اور وہ ابن ابی شیبہ ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن غیاث نے بیان کیا' وہ جعفر بن محمد سے روایت کرتے

ہیں' وہ اپنے والد سے اور وہ رسول اکرم ﷺ سے مرسل روایت کرتے ہیں (درمیان میں صحابی کا واسطہ چھوڑنا ارسال ہے)۔

اس حدیث کو عمر بن حفص بن غیاث نے اپنے والد سے' انہوں نے محمد بن عمرو سے' انہوں نے ابو سلمہ سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کیا۔

اسماعیل بن اسحاق نے اسے ابراہیم بن حجاج سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' وہ حضرت جعفر بن محمد سے' وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔

علی بن مدینی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ عمرو نے کہا کہ یہ محمد بن علی بن حسین سے مروی ہے' وہ نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔

پھر سفیان نے کہا کہ عمرو کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں نے محمد بن علی سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ پھر حضرت سفیان نے اس شخص کا نام لیا اور وہ ابراہیم بن (صراف) ہے۔

اسماعیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم سے سلیمان بن حرب اور عارم نے بیان کیا' وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' وہ عمرو سے اور وہ محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مرسل روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث شاہد ہے جو عنقریب آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۷۱) امام نسائی نے فرمایا کہ ہمیں سلیمان بن عبیداللہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان نے بیان کیا' وہ عمارہ بن غزیہ سے' وہ عبداللہ بن علی بن حسین سے' وہ علی بن حسین سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

البخیل من ذکرت عندہ ولم یصل علی. الکبریٰ للنسائی (۹۸۸۵)

بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا۔

ہمیں احمد بن خلیل نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد (ابن مخلد القطوانی) نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمارہ بن غزیہ نے یہ حدیث بیان کی۔

ابن حبان اور حاکم نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں خالد بن مخلد کی حدیث سے روایت کیا۔ امام ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور انہوں نے اس کی سند میں یہ اضافہ کیا کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس کی علت امام نسائی نے اپنی ''سنن کبیر'' میں ذکر کی ہے کہ عبدالعزیز بن محمد نے اسے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا' وہ عبداللہ بن علی بن حسین سے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔

۷۲- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا' وہ عمارہ بن غزیہ سے' وہ عبداللہ بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان البخیل الذی اذا ذکرت عندہ لم یصل علی. السنن الکبریٰ للنسائی (۹۸۸۵)

بے شک بخیل وہ ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں یحییٰ اور ابوبکر بن ابی اویس میں اختلاف ہے۔ ابوبکر نے اسے سلیمان سے روایت کیا' وہ عمرو بن ابی عمرو سے روایت کرتے ہیں اور حمانی نے سلیمان بن بلال سے روایت کیا' وہ عمارہ بن غزیہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث عمارہ بن غزیہ سے مشہور ہے۔ ان سے پانچ حضرات نے روایت کی ہے۔ سلیمان بن بلال' عمرو بن حارث' عبدالعزیز دراوردی' اسماعیل بن جعفر اور

عبداللہ بن جعفر جو علی کے والد ہیں (سب نے عمارہ بن غزیہ سے) سے روایت کر کے اسے آگے چلایا۔

اسماعیل بن ابی اویس نے بھی اسے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کیا' وہ سلیمان بن بلال سے' وہ عمرو بن ابی عمرو سے' وہ علی بن حسین سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے اسے ذکر کرتے ہیں۔

۷۳- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

ابو العباس ثقفی نے کہا کہ ہم سے ابو رجاء نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قتیبہ ابن سعید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز (ابن محمد) نے بیان کیا' وہ عبداللہ ابن حسن سے اور وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو یوں کہو:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَسَھِّلْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ.

اللہ کے نام سے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت اور سلامتی نازل فرما' یا اللہ! مجھے بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے آسان کر دے۔

اور (فرمایا) جب مسجد سے باہر نکلو تو اسی طرح کہو البتہ (وسھل لی ابواب رحمتک کی جگہ)

وَسَھِّلْ لِیْ اَبْوَابَ رِزْقِکَ.

اے اللہ! میرے لیے اپنے رزق کے دروازے آسان کر دے۔

کے الفاظ کہو۔ جامع ترمذی (۳۱٤) سنن ابن ماجہ (۷۷۱) ابن السنی (۸٦) مسند احمد (ج ٥ ص ٤۲٥)

اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت علی بن حجر سے' انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم سے روایت کیا' انہوں نے حضرت لیث سے' انہوں نے عبداللہ بن حسن سے' انہوں نے اپنی ماں فاطمہ بنت حسین سے اور انہوں نے اپنی دادی فاطمہ کبریٰ (فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا۔

اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی تو ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی اور فرمایا: اس کی سند متصل نہیں۔ فاطمہ بنت حسین نے حضرت فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔

ابن ماجہ نے ابوبکر سے انہوں نے ابن علیہ اور ابومعاویہ سے اور انہوں نے لیث سے اس کی مثل روایت کیا۔

۷۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث

احمد بن عمرو بن ابی عاصم فرماتے ہیں کہ ہم سے یعقوب بن حمید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا' وہ محمد بن عبیداللہ سے' وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے اور وہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي كتبت له بعشر حسنات ومحى عنه بها عشر سيئات ورفعه بها عشر درجات وكن له عدل عشر رقاب.

القول البدیع (ص ۱۰٤)

جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہے' اس سے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دس درجات بلند کرتا ہے اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

۷۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام نسائی نے اپنی سنن کبیر میں فرمایا کہ ہم سے احمد بن عبداللہ بن سوید بن منجوف نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوداؤد طیالسی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ابراہیم التستری نے بیان کیا' وہ ابوالزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما اجتمع قوم ثم تفرقوا عن غير ذكر الله عز وجل وصلاة على النبي ﷺ الا قاموا عن انتن من

کچھ لوگ جمع ہوں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے بغیر کھڑے ہو جائیں تو وہ مردار کی بدبو سے

جیفة. سنن نسائی (۹۸۸۶) الطیالسی (۱۷۵٦)

کھڑے ہوتے ہیں۔

ابوعبداللہ المقدسی نے کہا کہ میرے نزدیک یہ امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۷٦) احمد بن عمرو بن ابی عاصم نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن عصام نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' وہ موسیٰ بن عبیدہ سے' وہ ابراہیم بن محمد سے' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا تجعلوني كقدح الراكب ان الراكب يملأ قدحه فاذا فرغ وعلق معاليقه فان كان فيه ماء شرب حاجته او الوضوء توضأ والا اهراق القدح فاجعلوني في اول الدعاء وفي اوسطه ولا تجعلوني في اخره.

شعب الایمان (۱۵۷۸) مسند فردوس (۷٤۵۲) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۵۵) بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

مجھے سوار (مسافر) کے پیالے کی طرح نہ بناؤ کہ سوار اپنے پیالے کو بھرتا ہے' جب وہ فارغ ہوتا ہے اور جن چیزوں کو لٹکاتا ہوتا ہے ان کو لٹکاتا ہے' اگر اس میں پانی ہو تو حاجت کے مطابق اسے پیتا ہے یا وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے' ورنہ پیالے سے پانی بہا دیتا ہے۔ پس دعا کے شروع میں اور اس کے درمیان میں اور اس کے آخر میں بھی میرا ذکر کرو (مجھ پر درود شریف پڑھو)۔

ابن ابی عاصم نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

(۷۷) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ ہم سے اسحاق الدبری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالرزاق نے خبر دی' وہ حضرت ثوری سے' وہ حضرت موسیٰ بن عبیدہ سے' وہ محمد بن ابراہیم سے' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کی مثل روایت کیا البتہ انہوں نے (ولا تجعلوني في آخره کی جگہ) ''وفي آخره'' ذکر کیا۔

۷۸- نبی اکرم ﷺ کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے نصر بن عبدالملک السنجاری نے سنجار شہر میں ۲۷۸ھ میں بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معمر بن محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع نے بیان کیا' وہ فرماتے

ہیں کہ مجھ سے میرے والد محمد نے اپنے والد عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ حضرت ابو رافع (حضور علیہ السلام کے غلام) سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علی.	جب تم میں سے کسی ایک کے کان سے آواز آئے تو وہ مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود شریف پڑھے۔

الکامل لابن عدی (ج ٦ ص ۱۱۲۳_ ٤٥١) ابن السنی (۱٦٦) الطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۳۸) بروایت حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ۔

امام طبرانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو رافع سے یہ حدیث صرف اسی سند سے مروی ہے اور معمر بن محمد اس میں منفرد ہیں۔

(۷۹) حضرت محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ الحسانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معمر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد نے خبر دی' وہ اپنے والد عبید اللہ سے اور وہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علی ولیقل ذکر اللہ من ذکرنی بخیر. (حوالہ جات وہی ہیں جو گذشتہ حدیث کے ہیں)۔	جب تم میں سے کسی ایک کا کان بجنے لگے تو اسے چاہیے کہ مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود بھیجے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یاد فرمائے جس نے مجھے اچھے انداز میں یاد کیا۔

۸۰- حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ ہم سے علی بن عیسیٰ بن یزید بغدادی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن بکر سہمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن بکر نے بیان کیا' وہ فائد بن عبد الرحمن سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ

فرماتے ہیں کہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ یا کسی انسان سے کوئی حاجت ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرے' پھر دو رکعتیں (نفل) پڑھے' پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی ﷺ پر درود شریف بھیجے پھر یہ دعا مانگے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بردبار کریم ہے' اللہ تعالیٰ پاک ہے جو بہت بڑے عرش کا مالک ہے' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے' میں تجھ سے تیری رحمتوں کو واجب کرنے والی اور باعث بخشش باتوں کا سوال کرتا ہوں' ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں' میرے کسی گناہ کو بخشے کے بغیر نہ چھوڑ' میرے تمام غموں کو دور کر دے اور میری ہر وہ حاجت جس پر تو راضی ہے اسے پوری کر دے۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے!

جامع ترمذی (٤٧٩) سنن ابن ماجہ (١٣٨٤) المستدرک للحاکم (ج ۱ ص ۳۲۰)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند پر جرح کی گئی ہے اور فائد بن عبد الرحمن کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اور فائد سے ابو الورقاء مراد ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ضعیف ہیں۔

اور امام ابن حبان نے کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مشہور راویوں سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں نیز یہ ابن ابی اوفیٰ سے معضل احادیث [1] روایت کرتے ہیں لہٰذا ان سے استدلال درست نہیں۔

---

[1] وہ حدیث جس کی سند سے مسلسل دو راوی چھوڑے جائیں اسے معضل کہتے ہیں۔

(تذکرۃ المحدثین ص ۳۵)

امام حاکم نے اس حدیث کو المستدرک میں روایت کیا اور فرمایا کہ میں نے اس حدیث کو دوسری حدیث کے شاہد کے طور پر نقل کیا ہے اور فوائدِ حدیث میں درست ہیں۔ انہوں نے اسی طرح فرمایا۔

۸۱- حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں فرمایا کہ ہم سے عبدالملک بن یحییٰ بن بکیر المصری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن لھیعہ نے بیان کیا' وہ بکر بن سوادہ سے روایت کرتے ہیں' وہ زیاد بن نعیم سے' وہ وفاء بن شریح الحضرمی سے اور وہ حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان کلمات کے ساتھ درود شریف پڑھے اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن آپ کو اپنے قرب میں مقام عطا فرما۔

اسماعیل قاضی (۵۳) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۱۰۸) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۳)

اسماعیل بن اسحاق نے اسے اپنی کتاب میں یحییٰ سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے زید بن حباب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن لھیعہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بکر بن سوادہ معافری نے زیاد بن نعیم حضرمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ ابن شریح سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رویفع انصاری نے بیان کیا اور انہوں نے مذکورہ بالا حدیث ذکر کی۔

۸۲- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابراہیم بن عوف نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن عمرو حضرمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن عیاش نے

بیان کیا' وہ یحییٰ بن حارث سے' وہ قاسم سے اور وہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من قوم جلسوا مجلسا ثم قاموا عنه لم يذكروا الله ولم يصلوا على النبي ﷺ الا كان ذلك المجلس عليهم ترة.

جو لوگ ایک مجلس میں بیٹھیں' پھر اس سے کھڑے ہو جائیں (اور اس میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھیں تو وہ مجلس ان پر باعثِ نقصان (اور باعثِ افسوس) ہوتی ہے۔

مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۷۹ ـ ۸۰) بروایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ۔

(۸۳) امام طبرانی' المعجم الکبیر میں فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن محمد بن مصعب الاشنانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبید المحاربی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن عمیر نے بیان کیا' وہ حضرت مکحول سے اور وہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي صلى الله عليه عشرا بها ملك موكل بها حتى يبلغنيها. مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۲) بروایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ۔

جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس (درود شریف) پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اسے مجھ تک پہنچاتا ہے۔

۸۴- حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' وہ ایوب سے' وہ محمد سے' وہ حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں) عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر سلام اور درود شریف بھیجیں' تو ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے' ہم آپ کی بارگاہ میں درود شریف کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: یوں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر رحمت نازل فرمائی' یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو برکت عطا فرمائی۔

اسماعیل القاضی (ص ۷۱۔۷۲۔۷۳)

ہم سے مسدد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون نے بیان کیا' وہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔

(۸۵) ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' وہ محمد سے اور وہ حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

ہم نے کہا: یا حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ ہمیں آپ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' سلام کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے لیکن ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ (آگے پہلی حدیث کی طرح ہے)۔

یہ عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں' یہ بات ابن مندہ نے ذکر کی اور کہا کہ یہ ابن بشیر ہیں۔ ابن عبدالبر نے بھی ابن بشیر کہا اور ابن بشر بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حدیث روایت کی ہے' ان سے امام شعبی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمیں سلام کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے (آگے پہلی حدیث کی طرح ہے)۔

۸۶۔ حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو کریب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' وہ سعید بن سعید بن عمیر بن عقبہ بن نیار سے اور وہ اپنے چچا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي من امتي صلاة مخلصا من قلبه صلى الله عليه بها عشر صلوات ورفعه بها عشر درجات وكتب له بها عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات.

میری امت میں سے جو شخص مجھ پر دل کے خلوص کے ساتھ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے' اس کے بدلے میں اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اس کے عوض اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس سے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔

السنن الکبریٰ للنسائی (۹۸۹۳) بروایت ابو بردہ ابو یعلیٰ (۹۸۹۲) بروایت سعید بن عمیر (اپنے والد سے) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۲)

لیکن اس حدیث کی علت یہ ہے کہ حضرت وکیع نے اسے حضرت سعید بن سعید سے روایت کیا' وہ سعید بن عمیر انصاری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ بدری صحابی فرماتے ہیں کہ:

(۸۷) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: من صلى علي (پوری حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے)۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ ہمیں حسین بن حریث نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' اس کے بعد پہلے کی طرح مذکور ہے۔

اس میں ابواسامہ اور وکیع کے درمیان اختلاف ہے۔ حافظ ابو قریش محمد بن جمعہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ یعنی رازی سے ان دو حدیثوں کے اختلاف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ابواسامہ کی حدیث زیادہ بہتر ہے۔

امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں فرمایا کہ ہم سے عبید بن غنام نے بیان کیا' وہ

فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا وہ سعید بن سعید ابی الصباح سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن عمیر بن عقبہ بن نیار انصاری نے بیان کیا' وہ اپنے چچا ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے (مندرجہ بالا حدیث کے مطابق) ذکر کیا۔

ابن ابی عاصم نے کتاب ''الصلاۃ علی النبی ﷺ'' میں اس حدیث کو روایت کیا وہ حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ سے' وہ ابواسامہ سے اور وہ اسے حضرت سعید بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔

۸۸- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابوالشیخ اصبہانی نے کہا کہ ہمیں اسحاق بن احمد فارسی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قبیصہ نے حضرت نعیم بن ضمضم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمران بن حمیری نے کہا کہ کیا میں اپنے خلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تم سے بیان نہ کروں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! بیان کریں تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ مقرر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے' جب میرا انتقال ہو جائے گا تو وہ میری قبر انور پر کھڑا ہوگا اور جو شخص بھی مجھ پر درود شریف بھیجے گا وہ کہے گا: اے محمد (ﷺ)! فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک بار درود بھیجنے کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کرے گا۔ (حوالہ گذشتہ حدیث والا ہے)

(۸۹) امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں فرمایا کہ ہم سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' وہ نعیم بن ضمضم سے اور وہ ابن الحمیری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن حمیری! کیا میں تجھ سے وہ حدیث بیان نہ کروں جو مجھ سے میرے حبیب اور اللہ کے نبی ﷺ نے بیان کی؟ میں نے کہا: ہاں! بیان کیجئے۔ فرمایا:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمار! اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے اسے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت عطا کی ہے' جب میرا انتقال ہو جائے گا تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا تو میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا: اے محمد (ﷺ)! فلاں شخص نے آپ پر درود شریف بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس دس رحمتیں نازل کرے گا۔

مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۲)

(۹۰) ہم سے احمد بن داؤد مکی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن صالح کوفی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نعیم بن ضمضم نے بیان کیا کہ وہ اپنے ماموں جن کو عمران حمیری کہا جاتا ہے' سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو تمام بندوں کی آواز سنتا ہے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچاتا ہے اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ مجھ پر کوئی بھی بندہ درود شریف بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کی مثل دس رحمتیں نازل فرمائے۔

اس حدیث کو الرویانی نے اپنی مسند میں ابوکریب سے روایت کیا' وہ حضرت قبیصہ سے اور وہ نعیم بن ضمضم سے روایت کرتے ہیں۔ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۲)

۹۱- حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں فرمایا کہ مجھے مطرف بن مازن نے حضرت معمر سے روایت کرتے ہوئے بتایا' انہوں نے امام زہری سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ان کو حضور علیہ السلام کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر پہلی تکبیر کے بعد دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے [۱] اس کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے

[۱] نماز جنازہ چونکہ دعا ہے لہٰذا اس میں قرأت نہیں ہوتی بلکہ حمد وثناء' درود شریف اور اس کے بعد میت کے لیے دعا ہوتی ہے لہٰذا سورۂ فاتحہ بطور دعا پڑھی جا سکتی ہے بطور قرأت نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

اور تکبیرات کے دوران میت کے لیے خالص دعا کرے اور اب قرأت نہ کرے پھر آہستہ آواز سے سلام پھیرے۔ سنن بیہقی (ج ٤ ص ٤٠) المنتقی (٥٤٠) مصنف عبد الرزاق (٦٤٢٨) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ٣٦٠) شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ٥٠٠) القول البدیع (١٩٥)

(٩٢) اسماعیل بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معمر نے بیان کیا' وہ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے' نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے اور میت کے لیے خالص دعا کرے حتیٰ کہ فارغ ہو جائے اور قرأت صرف ایک بار کرے' پھر دل میں سلام پھیرے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔ سنن نسائی (ج ۱ ص ٢٨) اسماعیل قاضی (٩٤)

ابوامامہ بن سہل کون ہیں؟

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بن واہب انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو عمرو بن عوف بن مالک سے ہے' ان کا نام اسعد ہے' نبی اکرم ﷺ نے ان کے دادا کے نام پر ان کا نام ابوامامہ اسعد بن زرارہ رکھا' انہی کی کنیت پر ان کی کنیت رکھی اور ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے برکت کی دعا بھی فرمائی۔

ابوعمرو وغیرہ نے ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال ١٠٠ھ میں ہوا' اس وقت ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت لیث بن سعد نے حضرت یونس سے روایت کیا' وہ حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے خبر دی اور وہ ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا۔

لیکن اس حدیث میں اختلاف کیا گیا۔ مطرف بن مازن نے کہا کہ یہ بواسطہ معمر' حضرت زہری سے مروی ہے' وہ حضرت ابوامامہ سے اور وہ ایک اور صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے۔ جب کہ عبد الاعلیٰ نے فرمایا کہ یہ بواسطہ معمر' حضرت زہری سے مروی ہے اور وہ حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے دونوں طریقوں پر روایت کیا۔

اور یہ ایسی علت نہیں جس سے کوئی خرابی لازم آئے کیونکہ صحابی کا مجہول ہونا نقصان کا باعث نہیں۔

اور صحابی کا قول "من السنۃ" (سنت سے ہے) اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے لیے مرفوع حدیث ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ اور بہتر بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جو دوسرے مقامات میں مذکور ہے۔

٩٣- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

الدبیقی نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے قیس بن ربیع نے بیان کیا' وہ سماک بن حرب سے اور وہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: آمین آمین' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ تو اس طرح نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا (یہ حدیث مکمل پہلے ذکر کی جا چکی ہے) اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے محمد (ﷺ)! جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور (پھر) فوت ہو جائے تو وہ جہنم میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے' انہوں نے (اس پر) آمین کہیں تو میں نے آمین کہی۔ مجمع الزوائد (ج ١٠ ص ١٦٥-١٦٦)

قیس بن ربیع سچے ہیں لیکن حافظہ میں کمزوری ہے۔ حضرت شعبہ ان کی تعریف کرتے تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کی صداقت کی وجہ سے تھی اور وہ قوی نہیں ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی عام روایات مضبوط اور درست ہیں۔

اس حدیث کی اصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت کعب بن عجرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ہے نیز مالک بن حویرث کی حدیث' عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کی حدیث اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ' حضرت جابر بن سمرہ' حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث گزر چکی ہیں۔

۹۴- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابو حاتم البستی نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن صالح محاربی نے بغداد میں بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمران بن ابان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک بن حویرث نے بیان کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا (اپنے والد) سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ منبر کے پہلے زینے پر تشریف فرما ہوئے تو کہا "آمین" پھر دوسرے زینے پر تشریف لے گئے تو فرمایا "آمین" پھر تیسرے زینے پر تشریف لے گئے تو فرمایا "آمین" پھر فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین' (انہوں نے کہا:) جس نے اپنے والدین (دونوں کو) یا ان میں سے ایک کو پایا پھر وہ جہنم میں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے (رحمت سے) دور کرے' میں نے کہا: آمین' (پھر کہا:) جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے (رحمت سے) دور کرے' میں نے کہا "آمین"۔

۹۵- حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

جعفر فریابی نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن لھیعہ نے بیان کیا' وہ حضرت عبداللہ بن یزید حضرمی سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت مسلم بن یزید الصدفی سے اور وہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے' جب پہلے زینے پر تشریف لے گئے تو فرمایا "آمین" پھر دوسرے زینے پر تشریف لے گئے تو فرمایا: "آمین" پھر تیسرے زینے پر تشریف فرما ہوئے' تو فرمایا "آمین" جب نیچے تشریف لائے تو

عرض کیا گیا کہ ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا جو آپ نہیں کرتے تھے؟ فرمایا: پہلے زینے پر حضرت جبریل علیہ السلام میرے سامنے ظاہر ہوئے تو کہا: اے محمد (ﷺ)! جس نے والدین میں سے کسی ایک کو پائے اور جنت میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (رحمت سے) دور کر دے' پھر انہوں نے دوری کی دعا کی تو میں نے کہا: آمین' پھر دوسری بار فرمایا: جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے' پھر اللہ تعالیٰ اسے دور کرے تو میں نے کہا آمین' تیسری بار کہا اور جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے' پھر دوری کی دعا کی تو میں نے کہا "آمین"۔ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۶۵)

۹۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث

امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ الحضرمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے لیث بن ہارون عکلی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' وہ یزید بن ابی زیاد سے' وہ حضرت مجاہد سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

اس دوران کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے' جب آپ نے تین مرتبہ "آمین" کہا' آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: جس شخص کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کرے' آپ آمین کہیں تو میں نے آمین کہا' انہوں نے کہا جو شخص اپنے والدین (دونوں کو) یا ان میں سے ایک کو پائے اور مر جائے لیکن اس کی بخشش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے' آپ آمین کہیں' میں نے کہا' آمین' (انہوں نے کہا:) جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی اللہ تعالیٰ اسے (رحمت سے) دور رکھے' آپ اس پر "آمین" کہیں تو میں نے "آمین" کہا۔

(۹۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی ہے جسے محمد بن حسن ہاشمی نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ربیع نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے کادح بن رحمۃ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نہشل بن

سعید نے بیان کیا' وہ ضحاک سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی فی کتاب لم تزل الصلاة جاریة له مادام اسمی فی ذلک الکتاب.	جس نے کسی کتاب (تحریر) میں مجھ پر درود شریف بھیجا (لکھا) تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہوگا اس پر مسلسل رحمت جاری رہے گی۔

القول البدیع (ص ۲۳۸)

یہ کادح (راوی) اور نہشل دونوں غیر ثقہ ہیں اور ان پر جھوٹ کی تہمت ہے لیکن اس اصل میں صرف یہی حدیث مروی ہے۔

(۹۸) ایک اور حدیث بھی ابن جارود کی روایت سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عاصم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بشیر بن عبید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبد الرحمن نے بیان کیا' وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ سے' وہ حضرت اعرج سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آگے یہی حدیث مذکور ہے۔

یہ حدیث بطور موقوف جعفر بن محمد کے کلام سے بھی مروی ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے۔ اسے محمد بن حمیر نے ان سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

جس نے رسول اکرم ﷺ پر کسی کتاب میں درود شریف لکھا فرشتے صبح و شام اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں' جب تک رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی اس کتاب میں باقی رہے گا۔

احمد بن عطاء الروذباری نے فرمایا کہ میں نے ابو صالح عبد اللہ بن صالح سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ کسی صاحب حدیث کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا' پوچھا گیا کہ کس وجہ سے؟ فرمایا: میری کتب میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کی وجہ سے۔

(۹۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور حدیث جسے امام طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا' وہ عبدان بن احمد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جبارہ

ابن مغلس نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ حضرت جابر بن زید سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من نسی الصلوة علی خطی طریق الجنة	جو مجھ پر درود شریف پڑھنے سے خطا کر گیا (چھوڑ دیا) وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن میں جبارہ بن مغلس سے روایت کیا۔

سنن ابن ماجہ (۹۰۸) (حدیث ۶۹ کا حوالہ بھی دیکھا جائے)۔

اور یہ جبارہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جب ان کے لیے کوئی حدیث وضع کی جائے تو وہ اسے بغیر بیان کر دیتے ہیں۔ یہ حدیث معنوی طور پر حضرت ابو ہریرہ' حسین بن علی' محمد ابن حنفیہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت حسین بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے۔

۱۰۰۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب "الصلوٰة علی النبی ﷺ" میں فرمایا کہ ہم سے ابو بکر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن غیاث نے بیان کیا' وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذکرت عنده فنسی الصلاة علی خطی طریق الجنة. اسماعیل قاضی (فضل الصلوة علی النبی ﷺ ۴۱)	جس آدمی کے پاس میرا ذکر کیا گیا پس وہ مجھ پر درود پڑھنا خطا کر گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

۱۰۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

عبد الخالق بن حسن سقطی نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن سلیمان بن حارث نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' وہ محمد بن عمرو سے' وہ ابو سلمہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من نسی الصلاۃ علی خطی طریق الجنۃ.

جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھنا خطا کر گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

شعب الایمان (بیہقی) (۱۵۷۳، ۱۵۷٤) القول البدیع (۱٤٠)

۱۰۲ - حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب ''الصلاۃ علی النبی ﷺ'' میں فرمایا کہ ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' وہ معبد بن ہلال عنزی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اہل دمشق میں سے ایک شخص نے بیان کیا' وہ عوف بن مالک سے اور وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان ابخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی.

وہ شخص لوگوں میں سے سب سے زیادہ بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

الصلوۃ علی النبی (۳۷) القول البدیع (ص ۱٤۳)

(۱۰۳) ابن ابی عاصم نے ''کتاب الصلوۃ'' میں فرمایا کہ ہم سے عمر بن عثمان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شعیب بن شابور نے بیان کیا' وہ عثمان بن ابی العاتکہ سے' وہ علی بن یزید سے' وہ قاسم سے' وہ ابوامامہ سے اور وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

ایک دن میں باہر نکلا اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو سب سے زیادہ بخیل آدمی کی خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں! کیوں نہیں یا رسول اللہ! بتائیے' آپ نے فرمایا: جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا وہ سب سے زیادہ بخیل شخص ہے۔ القول البدیع (ص ۱٤۳)

یہ حدیث ایک صحابی کی اپنے جیسے صحابی سے روایت ہے۔

یہ اصل نبی اکرم ﷺ سے حضرت علی المرتضی اور آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور یہ دونوں حدیثیں ذکر کی جا چکی ہیں۔

۱۰٤ - حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابن قانع نے اپنی مسند میں فرمایا کہ ہم سے یوسف بن عطیہ الصفار نے بیان کیا' وہ علاء ابن کثیر سے' وہ مکحول سے اور وہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ایما قوم جلسوا فی مجلس ثم تفرقوا قبل ان یذکروا اللہ ویصلوا علی النبی ﷺ، کان ذلک المجلس علیہم ترۃ یوم القیامۃ (یعنی حسرۃ).

جو قوم کسی جگہ بیٹھے پھر وہ لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ ہی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیہ صلوۃ بھیجیں تو یہ مجلس ان پر حسرت کا باعث ہوتی ہے۔

(یہ حدیث پہلے بھی نمبر ۱۵٬۷٤ اور ۸۱ کے تحت گزر چکی ہے)

یہ اصل نبی اکرم ﷺ سے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

۱۰۵ - حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابن شاہین نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن حسین المکتب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن یحیی بن عبید اللہ التیمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے فطر بن خلیفہ نے بیان کیا' وہ ابوالطفیل سے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا' آپ نے ارشاد فرمایا:

من صلی علی کنت شفیعہ یوم القیامۃ. القول البدیع (ص ۱۱۷)

جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجے میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

(۱۰۶) ابن ابی داؤد نے بھی فرمایا کہ ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن یحیی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے فطر بن خلیفہ نے بیان کیا' وہ ابوالطفیل سے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں'

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل قد وھب لکم ذنوبکم عند الاستغفار فمن استغفر بنیۃ صادقۃ غفرلہ ومن قال لا الہ الا اللہ رجح میزانہ ومن صلی علی کنت شفیعہ یوم القیامۃ.

بے شک اللہ تعالیٰ بخشش طلب کرنے پر تمہارے گناہ بخش دیتا ہے پس جو شخص سچی نیت سے بخشش طلب کرے اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو آدمی لا الہ الا اللہ پڑھے اس کا (نیکیوں والا) پلڑا بھاری ہو جائے گا اور جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجے تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

القول البدیع (ص ١١٧)

١٠٧ ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

ابراہیم بن رشید بن مسلم نے فرمایا کہ ہم سے عمر بن حبیب القاضی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشام بن عروہ نے بیان کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من عبد صلی علی صلاۃ الاعرج بھا ملک حتی یجی بھا وجہ الرحمن عزوجل فیقول ربنا تبارک وتعالی اذھبوا بھا الی قبر عبدی تستغفر لصاحبھا وتقربھا عینہ.

جو بندہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اسے اوپر لے جاتا ہے حتیٰ کہ اسے بارگاہ خداوندی میں پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس (درود شریف) کو میرے بندے کی قبر پر لے جاؤ یہ اس شخص کے لیے بخشش طلب کرے اور اس سے اس کی آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہو۔

مسند دیلمی (٦٠٢٦) زہر الفردوس (ج ٤ ص ٣)

(١٠٨) ابونعیم نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن جعفر نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن ہانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو مالک نے بیان کیا اور یہ عبدالملک بن حسین ہیں' وہ عاصم بن عبیداللہ سے' وہ قاسم بن محمد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے

ہیں آپ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی صلاۃ صلت علیہ الملائکۃ ما صلی علی فلیکثر عبد او لیقل.

القول البدیع (ص ١٠٩)

جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود شریف پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں پس بندہ زیادہ کرے یا کم (اس کی مرضی)۔

١٠٩ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں فرمایا کہ ہم سے محمد یعنی ابن سلمہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' وہ ابن لھیعہ' حیوہ اور سعید بن ابی ایوب سے روایت کرتے ہیں' وہ کعب بن علقمہ سے' وہ عبدالرحمٰن بن جبیر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا:

جب تم مؤذن سے (اذان) سنو تو جو کچھ وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو بے شک یہ جنت میں ایک منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کے لیے ہی مناسب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ (بندہ) میں ہی ہوں پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرتا ہے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سلمہ سے روایت کیا۔

صحیح مسلم (٣٨٤) سنن ابو داؤد (٥٢٣) سنن نسائی (ج ٢ ص ٢٥_٢٦) ابن حبان (١٦٩٠) طحاوی (ج ١ ص ١٤٠)

(١١٠) ان ہی کی ایک موقوف حدیث ہے جسے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن اسحاق نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن لھیعہ نے بیان کیا' وہ عبداللہ بن ہبیرہ سے اور وہ عبداللہ بن مریح سے روایت کرتے ہیں۔ ایک نسخہ میں عبدالرحمٰن بن مریح خولانی کا

ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوقیس سے جو عمرو بن العاص کے آزاد کردہ غلام ہیں' سنا وہ فرماتے ہیں کہ:

من صلى على رسول الله ﷺ صلاة صلى الله عليه و ملائكته بها سبعين صلاة فليقل من ذلك او ليكثر. مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۷۲) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول۔

جس نے رسول اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے بدلے میں اس پر ستر مرتبہ رحمت نازل کرتے ہیں پس اس کی مرضی اس سے کم کرے یا زیادہ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اسی طرح موقوف روایت کیا اور ابونعیم نے احمد بن جعفر' سے انہوں نے عبدالحمید سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا۔

(۱۱۱) ان کی ایک اور موقوف حدیث بھی ہے جسے حافظ ابوموسیٰ المدینی نے روایت کیا۔ وہ محمد بن ابی العوام کی حدیث سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن سلیمان ابو اسماعیل المؤدب نے بیان کیا' وہ سعید بن معروف سے' وہ عمرو بن قیس یا ابن ابی قیس سے' وہ ابوالجوزاء سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو بارگاہِ خداوندی میں کوئی حاجت ہو وہ بدھ' جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے' جب جمعہ کا دن ہو تو طہارت حاصل کرے اور مسجد کی طرف جائے اور کچھ صدقہ کرے کم ہو یا زیادہ' جب جمعہ کی نماز پڑھ چکے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اَلَّذِيْ مَلَاَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلَّذِيْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

یا اللہ! میں تجھ سے تیرے نام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند' وہ ذات جس کی عظمت نے آسمانوں اور زمین کو بھر دیا' چہرے اس کی طرف پھر گئے' آوازیں دب گئیں اور دل دہل گئے تو حضرت

وَوَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشْيَتِهٖ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَاَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِيْ وَهِيَ كَذَا وَكَذَا.

محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور میری فلاں فلاں حاجت کو پورا فرما۔

تو انشاء اللہ اس کی دعا قبول کی جائے گی اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ دعا اپنے جہلاء کو نہ سکھاؤ کہ کہیں وہ گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ کرنے لگیں۔

القول البدیع (ص ۲۲۱)

۱۱۲۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں فرمایا کہ ہم سے محمد بن علی بن حبیب الطرائفی الرقی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن علی بن میمون نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن عبداللہ الرقی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بقیہ بن الولید نے بیان کیا' وہ حضرت ابراہیم بن محمد بن زیاد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خالد بن معدان سے سنا' وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى على حين يصبح عشرا وحين يمسي عشرا ادركته شفاعتي.

مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۲۰) القول البدیع (ص ۱۱۶)

جو شخص مجھ پر صبح کے وقت دس بار اور شام کے وقت دس بار درود شریف پڑھے وہ میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

(۱۱۳) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن ایوب العلاف نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' وہ خالد بن زید سے' وہ سعید بن ابی ہلال سے اور وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اكثروا الصلاة على يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهده الملائكة ليس من عبد يصلى على الابلغنى

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو' یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے

صوته حيث كان. اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے وہ جہاں بھی ہو۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا: ہاں! میری وفات کے بعد بھی کیونکہ:

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء. بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔

سنن ابن ماجہ (۱۶۳۷) حدیث نمبر (۶۲) بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۔ حضرت سعید بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث

عبد الباقی بن قانع نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عبد اللہ بن صالح بن شیخ بن عمیرہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ہشام نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ربیعہ کلابی نے بیان کیا' وہ ابو صالح بہری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید بن عمیر نے بیان کیا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى على صادقا من نفسه صلى الله عليه عشر صلوات ورفعه عشر درجات وكتب له بها عشر حسنات. جو شخص مجھ پر سچے دل سے درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے' اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اس کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

حوالہ کے لیے حدیث (۸۵) اور حدیث (۸۶) دیکھیں۔

دوسری فصل

مرسل اور موقوف روایات [1]

ان میں سے بعض روایات وہ ہیں جو اسماعیل قاضی نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔

[1] مرسل وہ روایت جس میں راوی صحابی کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست حضور علیہ السلام سے روایت کرے حالانکہ اس کے اور حضور علیہ السلام کے درمیان صحابی کا واسطہ ہے اور موقوف کسی صحابی کے قول کو کہتے ہیں۔

(۱۱۵) ہم سے عبد الرحمٰن بن واقد العطار نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حصین بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا' وہ یزید الرقاشی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

جمعہ کے دن ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے' جو شخص رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے وہ اسے حضور علیہ السلام تک پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔ یہ موقوف روایت ہے۔

(۱۱۶) اور حضرت اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم سے مسلم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مبارک نے حضرت حسن سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اکثروا على الصلاة يوم الجمعة. جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔

(۱۱۷) اور انہوں نے ہی (حضرت اسماعیل نے) فرمایا کہ ہم سے ابراہیم بن حجاج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' وہ حضرت ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہر اس شخص کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ درود بھیجتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔

(۱۱۸) حضرت ابراہیم بن حمزہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد العزیز بن محمد نے بیان کیا' وہ حضرت سہیل سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا اور حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس گھر میں شام کا کھانا کھا رہے تھے' انہوں نے مجھے بلایا تو میں حاضر ہوا۔ فرمایا: قریب ہو کر کھانا کھاؤ' فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: میرا ارادہ نہیں ہے انہوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم رک گئے؟ انہوں نے عرض کیا: میں حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرنے کے لیے ٹھہرا ہوں' فرمایا: جب مسجد میں داخل ہو تو آپ کو سلام کرنا پھر فرمایا: بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا في بيوتكم ولا تجعلوا بيوتكم مقابر لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبياء هم مساجد وصلوا علي فان صلاتكم تبلغني حيثما كنتم.

اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور مجھ پر درود شریف پڑھو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

(۱۱۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

بحسب امرئ من البخل ان اذكر عنده فلا يصلي علي ﷺ.

کسی انسان کے بخیل ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

(۱۲۰) ہم سے حضرت سلیم بن سلیمان الضبیؒ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو حرہ نے بیان کیا' وہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كفى به شحا ان يذكرني قوم فلا يصلون علي ﷺ.

بخل کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ کوئی قوم میرا ذکر کرے لیکن مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(۱۲۱) ہم سے عارم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' وہ حضرت حسن سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں (یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا):

اكثروا من الصلوة علي يوم الجمعة.

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔

(۱۲۲) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' وہ حضرت جعفر سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ اسے نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من نسي الصلاة علي خطئ طريق الجنة.

جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

(۱۲۳) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ عمرو نے کہا' وہ محمد بن علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من نسي الصلاة علي خطئ طريق الجنة.

جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

(۱۲۴) حضرت سفیان نے کہا کہ عمرو کے بعد ایک اور شخص نے کہا کہ میں نے محمد بن علی سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذكرت عنده فلم يصل علي خطئ طريق الجنة.

جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا پس اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا' وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

پھر سفیان نے اس آدمی کا نام لیا اور کہا کہ وہ بسام الصیرفی ہے۔

(۱۲۵) سلیمان بن حرب اور عارم دونوں نے ہم سے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' وہ عمرو سے اور وہ محمد بن علی سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔ (یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:)

من نسي الصلاة علي خطئ طريق الجنة.

جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

(۱۲۶) ہم سے ابراہیم بن حجاج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' وہ حضرت جعفر سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذكرت عنده فلم يصل علي فقد خطئ طريق الجنة.

جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو پس وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے' وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

(۱۲۷) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمر بن علی نے بیان کیا' وہ ابوبکر الحنفی سے' وہ صفوان بن سلیم سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي او سال الله لي الوسيلة حلت عليه شفاعتي يوم القيامة.

جس نے مجھ پر درود شریف بھیجا یا اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کیا' قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سعید جریری نے بیان کیا' وہ یزید بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ یہ کلمات کہنا پسند کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (عليه السلام).

یا اللہ ! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما جو امی (کسی سے نہ پڑھے ہوئے) نبی ہیں۔

ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مسعودی نے بیان کیا' وہ عون بن عبد اللہ سے' وہ ابو فاختہ سے' وہ اسود سے اور وہ حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا:

جب تم نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھو تو اچھی طرح پڑھو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ پس انہوں نے ہمیں سکھایا اور فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ قَائِدِ الْخَيْرِ وَاِمَامِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

یا اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں تمام رسولوں کے سردار' متقی لوگوں کے امام اور آخری نبی حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں' بھلائی کے قائد اور خیر کے امام ہیں نیز رسول رحمت ہیں' یا اللہ! آپ (ﷺ) کو مقام محمود پر فائز فرما جہاں آپ پر پہلے اور پچھلے رشک کریں۔ یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل کی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر برکت نازل فرمائی۔

ہم سے یحییٰ حمانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بلج نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یونس نے بیان کیا جو بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو یا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کس طرح پڑھا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ. (ترجمہ واضح ہے گزشتہ حدیث والا ترجمہ دیکھیں)۔

(۱۲۸) ہم سے محمود بن خراش نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جریر نے خبر دی' وہ مغیرہ سے وہ ابو معشر سے اور وہ حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ معلوم ہے' ہم آپ پر درود شریف کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور آپ کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما

جس طرح تو نے آلِ ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

(۱۲۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سری بن یحییٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں سلام کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے آپ ہمیں درود شریف پڑھنے کے بارے میں کس طرح فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

یا اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں حضرت محمد (ﷺ) پر اتار دے جس طرح تو نے یہ رحمتیں اور برکتیں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل کیں' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن مسافر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے خاندان کے ایک شیخ نے بیان کیا' انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے تھے:

ما من دعوة لا يصلى على النبي ﷺ قبلها الا كانت معلقة بين السماء والارض.

جس دعا کے شروع میں رسول اکرم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے وہ آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی رہتی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت نضر بن شمیل کی روایت سے ہے' وہ ابو قرہ اسدی سے' وہ حضرت سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

ان الدعاء موقوف بين السماء والارض لا يصعد منه شيء حتى تصلي على نبيك ﷺ.

بے شک دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز اوپر نہیں جاتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(حوالے کے لیے حدیث نمبر ۵۰ دیکھیں)۔

یہ حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن موقوف زیادہ صحیح ہے۔

عبدالکریم بن عبدالرحمٰن الخزاز نے ابواسحاق السبیعی سے' انہوں نے حضرت حارث سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' آپ فرماتے ہیں:

ما من دعاء الا بينه و بين السماء حجاب حتى يصلى على محمد ﷺ فاذا صلى على النبي ﷺ انخرق الحجاب واستجيب الدعاء واذا لم يصل على النبي ﷺ لم يستجب الدعاء.

ہر دعا اور آسمان (قبولیت) کے درمیان پردہ ہوتا ہے حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے' جب آپ پر درود شریف پڑھا جائے تو پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

شعب الایمان للبیہقی (۱۵۷۶)

درست بات یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اور سلام الخزاز نے اسے مرفوع روایت کیا' عبدالکریم بن مالک الخزاز' ابواسحاق سے اور وہ حارث سے روایت کرتے ہیں۔

قاضی اسماعیل نے کہا کہ ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ حضرت قتادہ سے اور وہ عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ ابوحلیمہ معاذ قنوت میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن لھیعہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خالد بن یزید نے سعید بن ابی ہلال سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ نبیہ بن وہب سے روایت کرتے

ہیں (وہ فرماتے ہیں:)

حضرت کعب' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضرین نے رسول اکرم ﷺ کا ذکر کیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو صبح طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں حتیٰ کہ وہ قبر شریف کو ڈھانپ لیتے ہیں' وہ اپنے پروں کو قبر انور پر بچھاتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ درود شریف بھیجتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو اوپر چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اترتے ہیں حتیٰ کہ وہ قبر انور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر بچھاتے ہیں اور حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجتے ہیں تو یہ ستر ہزار رات کے اور ستر ہزار دن کے فرشتے ہیں حتیٰ کہ جب آپ کی قبر مبارک کھلے گی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے درمیان باہر تشریف لائیں گے وہ آپ کو اپنے پروں میں لیے ہوں گے۔

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن ابو سلیمان نے بیان کیا' وہ ابراہیم سے اور وہ حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہ عید سے پہلے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ عید کا دن قریب آ چکا ہے اس میں تکبیر کا طریقہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ابتداء میں تکبیر کہہ کر نماز شروع کرو (پھر) اپنے رب کی حمد کرو (ثنا پڑھو)' حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھو پھر دعا مانگو اور تکبیر کہو اور پھر اسی طرح کرو پھر تکبیر کہہ کر اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر قرأت کرو پھر تکبیر کہو اور رکوع کرو پھر کھڑے ہو جاؤ اور قرأت کرو پھر رکوع کرو اور اپنے رب کی تعریف اور حضرت محمد ﷺ پر درود شریف پڑھو پھر دعا مانگو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر رکوع کرو۔[1]

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ ابو عبدالرحمٰن نے سچ کہا۔ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' وہ عبداللہ بن ابی بکر

[1] ہمارے ہاں عید کی نماز باقی نمازوں کی طرح ہے صرف اس میں چھ تکبیریں زائد ہیں اور درود شریف صرف قعدے میں ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم خیف (مسجد خیف) میں تھے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن ابی عتبہ بھی تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور بارگاہِ نبوی میں ہدیہ درود بھیجا اور کئی دعائیں مانگیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

ہم سے یعقوب بن حمید بن کاسب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبداللہ اموی نے بیان کیا' وہ صالح بن محمد بن زائدہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے قاسم بن محمد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ آدمی کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ اپنے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک آخر تک) سے فارغ ہو تو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔

ہم سے حضرت یحییٰ بن عبدالحمید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن عمر تمیمی نے بیان کیا' وہ سلیمان عبسی سے اور وہ علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا مررتم بالمساجد فصلوا على النبي ﷺ۔　جب تم مساجد سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' وہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن ذی حران سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہ سے پوچھا کہ جب میں مسجد میں جاؤں تو کیا کہوں؟ فرمایا تم یوں کہو۔

صَلَّى اللّٰهُ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ عَلٰى مُحَمَّدٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔　اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت محمد (ﷺ) پر درود بھیجیں۔ اے نبی (ﷺ)! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

ہم سے عارم بن فضل نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے زکریا نے حضرت شعبی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ وہب بن اجدع سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ جب تم آؤ تو کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگاؤ اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھو پھر صفا پر آ کر وہاں کھڑے ہو جہاں سے بیت اللہ شریف کو دیکھ سکو پس سات بار اللہ اکبر کہو' ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو' حضور علیہ السلام کی خدمت میں درود شریف کا ہدیہ پیش کرو اور اپنے لیے دعا مانگو اور مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔

ہم سے عبدالرحمٰن بن واقد العطار نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عوام بن حوشب نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بنو اسد کے ایک شخص نے بیان کیا اور وہ عبدالرحمٰن بن عمرو سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

من صلی علی النبی ﷺ کتب اللہ له عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات۔

(۱۳۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' وہ یعقوب بن زید بن طلحہ التیمی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا تو اس نے کہا: جو بندہ آپ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

اس شخص نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی دعا کا نصف (وقت) آپ (پر درود شریف) کے لیے (وقف) کر دوں؟ فرمایا: اگر تم چاہو (تو کر لو) اس نے عرض کیا: میں اپنی دعا کا دو تہائی (وقت) آپ کے لیے کر دوں؟ فرمایا: اگر تم چاہو' اس نے عرض کیا: میں اپنی دعا کا پورا وقت آپ (پر درود شریف) کے لیے مختص کر دوں؟ فرمایا: اس وقت اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے غموں اور آخرت کے غموں کو کفایت کرے گا۔

مکہ مکرمہ کے ایک شیخ مسمّی منیع نے کہا: سفیان نے اس کی سند کس تک پہنچائی تو انہوں نے (علی بن عبداللہ نے) کہا: مجھے معلوم نہیں۔

ہم سے عبدالرحمٰن بن واقد العطار نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' وہ یزید الرقاشی سے روایت

(روایت کرتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ:

جو شخص جمعہ کے دن حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجتا ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے (جو اس درود شریف) نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتا ہے اور کہتا ہے: آپ کے فلاں امتی نے درود شریف کا یہ ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

حضرت علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ... نے بیان کیا' وہ ابن طاؤس سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْیَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی كَمَا اٰتَیْتَ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) کی شفاعتِ کبریٰ (بڑی شفاعت) قبول فرما اور آپ کے بلند درجہ کو مزید رفعت عطا فرما اور آپ کے آخرت اور دنیا کے تمام سوالوں پر عطا فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔

اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم سے عاصم بن علی' حفص بن عمر اور سلیمان بن حرب نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت شعبہ نے حضرت سلیمان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ ذکوان سے اور وہ ابو سعید سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

جو لوگ مجلس اختیار کرتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہیں پڑھتے' قیامت کے دن باعث حسرت ہوگی اور اگر وہ جنت میں داخل ہوئے تو انہیں ... گے۔ یہ الحوضی (حفص بن عمر) کے الفاظ ہیں۔[1]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] یہاں تک یہ تمام روایات قاضی اسماعیل کی کتاب "الصلوۃ علی النبی ﷺ" سے لی گئی ہیں اور آخری حدیث اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے اور مرفوع ہے دیکھئے حدیث ۱۵' حدیث ۸۲ اور حدیث ۷۵۔

دوسرا باب:

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کا معنیٰ' آپ کی آل پر درود اور آل کی وضاحت

اس باب میں یہ بات بھی بیان ہوگی کہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف سے تشبیہ دینے کی کیا وجہ ہے اور ان کو دیگر انبیاء کرام میں سے اس مقصد کے لیے خاص کیوں کیا گیا نیز اختتام درود دو خاص ناموں ”الحمید المجید“ پر کیوں رکھا گیا؟ نیز آپ پر سلام' رحمت اور برکت کا مطلب کیا ہے؟ ”اللھم“ کا معنیٰ اور حضور علیہ السلام کے اسم گرامی ”محمد“ کا معنیٰ کیا ہے تو یہ دس فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

درود شریف پڑھنے والے کا ”اَللّٰھُمَّ“ سے آغاز کرنا اور اس کا معنیٰ

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ”اللھم“ کا معنیٰ ”یا اللہ“ ہے اسی لیے یہ صرف طلب میں استعمال ہوتا ہے (یعنی طلب کے لیے پکارنا) اسی لیے ”اللھم غفور رحیم“ نہیں کہا جاتا بلکہ (اللھم) اغفرلی وارحمنی (یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما) کہا جاتا ہے۔

میم مشدد میں اختلاف

اللھم کے آخر میں جو میم مشدد ہے اس میں نحویوں کا اختلاف ہے۔ سیبویہ نے کہا کہ حرف ندا (یا) کے عوض میں اس کا اضافہ کیا گیا' اسی لیے ان کے نزدیک مختار کلام میں دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ پس یا اللھم نہیں کہا جاتا البتہ نادر طور پر ایسا استعمال پایا جاتا ہے جیسے

[illegible] قول ہے:

انی اذا ما حدث الما   اقول یا اللھم یا اللھما

”جب میں کسی حادثے کا شکار ہوتا ہوں تو ”یا اللھم یا اللھم“ کہتا ہوں“ اس قسم کی [illegible] عوض کہلاتی ہے کیونکہ یہ محل محذوف میں نہیں ہے اور اگر محل محذوف میں ہو (محذوف [illegible] ہو) تو اسے بدل کہتے ہیں جس طرح ”قام“ اور ”باع“ کا الف ہے کیونکہ یہ واؤ اور [illegible] آیا ہے (قام اصل میں قَوَمَ تھا اور باع اصل میں بَیَعَ تھا)۔

[illegible] کے نزدیک اس اسم (اللھم) کی صفت بھی نہیں لائی جاتی۔ پس ”یا اللھم [illegible] ارحمنی“ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی اس کا کوئی بدل لایا جاتا ہے (یعنی اس کا تابع [illegible] میں بھی نہیں آتا)۔

(اللھم کی) ھاء پر ضمہ منادیٰ مفرد کا ضمہ ہے اور میم کو فتحہ اس لیے دیتے ہیں کہ یہ [illegible] ہے اور اس سے پہلی میم بھی ساکن ہے (لہٰذا دوسری میم کو فتح دے کر ساکن میم کا اس [illegible] کرتے ہیں) اور یہ اس اسم کے خصائص میں سے ہے جس طرح قسم کی صورت [illegible] (یا اللہ) (یہ بھی اس کا خاصہ ہے کہ) لام تعریف کے باوجود اس پر حرف ندا داخل [illegible] ہے اور ندا کی صورت میں اس کا ہمزہ وصلی ہمزہ قطعی ہوتا ہے اس کی لام کو پُر پڑھنا [illegible] حالانکہ اس سے پہلے حرف اطباق نہیں ہے۔

[illegible] (مذکورہ بالا) خلیل اور سیبویہ کے مذہب کا خلاصہ ہے۔

[illegible] کہا گیا کہ ”میم“ محذوف جملہ کے عوض میں ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے:

یا اللہ امنا بخیر۔   یا اللہ! بھلائی کے ساتھ ہمارا قصد فرما۔

[illegible] (الا بخیر) کو حذف کیا گیا اور مفعول (جمع متکلم کی ضمیر ”نا“) کو بھی حذف کر دیا [illegible] عبارت یوں باقی رہی ”یا اللہ ام“ پھر اس دعا میں اس نام کے استعمال کی [illegible] سے ہمزہ بھی حذف کر دیا گیا تو ”یا اللھم“ رہ گیا۔ یہ فراء (نحوی) کا قول [illegible]

[illegible]

اس قول والے اس پر ”یا“ کا داخل کرنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ شاعر کے اس شعر سے [illegible] کرتے ہیں

یا اللھما اردد علینا شیخنا مسلما

''اے اللہ! ہمارے شیخ کو سلامتی کے ساتھ ہماری طرف واپس لا''

بصریوں نے ان کے اس مؤقف کو کئی وجوہ سے رد کیا ہے:

۱- اس قسم کی تقدیرات (مقدر عبارات) پر کوئی دلیل نہیں اور قیاس بھی اس کا تقاضا نہیں کرتا لہٰذا کسی دلیل کے بغیر اس طرف رجوع نہیں ہو سکتا۔

۲- اصل عدم حذف ہے لہٰذا اتنی کثیر تعداد میں محذوفات مقدر ماننا خلاف اصل ہے۔

۳- دعا مانگنے والا بعض اوقات اپنے اور دوسروں کے خلاف شر کو دعوت دیتا ہے پس یہ تقدیر (تقدیر عبارت) صحیح نہیں۔

٤- معروف فصیح استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عربی لوگ ''یا'' اور ''اللھم'' کو جمع نہیں کرتے اور اگر اس کی اصل وہ ہو جو فراء نے ذکر کی ہے تو جمع ممنوع نہیں بلکہ اس کا استعمال فصیح معروف ہوگا حالانکہ معاملہ اس کے برخلاف ہے۔

۵- یہ بات ممتنع نہیں کہ دعا مانگنے والا ''اللھم امنا بخیر '' کہے اور اگر تقدیر عبارت اس طرح ہو جیسے ذکر کیا گیا تو دونوں کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں عوض اور معوض کو جمع کرنا ہے۔

٦- اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کے دل میں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ اس اسم کو ذکر کرنے کے بعد اس کی تمام توجہ مطلوب کی طرف ہوتی ہے۔

۷- اگر تقدیر عبارت اس طرح ہوتی تو ''اللھم'' پورا جملہ ہوتا اور اس پر سکوت صحیح ہوتا کیونکہ یہ منادیٰ اور فعل طلب پر مشتمل ہے اور یہ بات (جملہ ہونا) باطل ہے۔

۸- اگر تقدیر عبارت یہی ہوتی جو کچھ ذکر کیا گیا تو فعل امر تنہا لکھا جاتا اور اسم منادیٰ کے ساتھ ملایا نہ جاتا جیسے کہا جاتا ہے ''یا اللہ قہ'' ''یا زید عہ'' اور ''یا عمر قہ'' کیونکہ فعل اس اسم کے ساتھ نہیں ملایا جاتا ہے جو اس سے پہلے ہے حتیٰ کہ لکھنے میں دونوں کو ایک کلمہ کر دیا جائے کتابت میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اور اس بات پر اتفاق کہ ''میم'' اسم جلالت ''اللہ'' سے ملی ہوتی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مستقل فعل نہیں ہے۔

۹- دعا میں نہ تو اس بات کی گنجائش ہے اور نہ ہی یہ بات اچھی ہے کہ بندہ کہے ''اللھم امنی بکذا'' (یا اللہ! میرے لیے فلاں بات کا قصد فرما)۔

بلکہ یہ لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے ناپسندیدہ ہے کیونکہ ''اقصدنی بکذا'' اس سے کہا جاتا ہے جو غلطی اور نسیان کا شکار ہوتا ہو اسے کہا جاتا ہے: میرا قصد کرو۔ اور جو اپنے ارادے سے ہی کام کرتا ہو نہ بھٹکتا ہو اور نہ بھولتا ہو اسے نہیں کہا جاتا کہ فلاں بات کا قصد کر۔

۱۰- اس اللہ کے استعمال کی گنجائش وہاں ہوتی ہے جس کے بعد دعا نہ ہو۔

(۱۳۱) جس طرح حضور علیہ السلام نے دعا میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ.

اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے تیری بارگاہ میں شکایت ہے تجھ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے تجھ پر ہی بھروسہ ہے اور نیکی کرنے اور برائی سے رُکنے کی طاقت بھی تو ہی عطا کرتا ہے۔

المعجم الصغیر للطبرانی (۳۳۹) مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۸۳)

(یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تو ان باتوں کا قصد فرما)۔

(۱۳۲) نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا بھی مانگی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ.

یا اللہ! میں نے (اس حالت میں) صبح کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش کو اٹھانے والے اور عام فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد (ﷺ) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔

سنن ابو داود (۵۰۷۸) سنن نسائی (۹۸۳۷_۹۸۳۸) مسند امام احمد (ج۳ ص۲۵۴_۵۲۲) حدیث انس رضی
[illegible] (نووی) (۱۸۱)

اور ارشاد خداوندی ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ. (آل عمران ۲۶)

آپ فرما دیجئے یا اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی لے لیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ. (الزمر: ۴۶)

آپ فرما دیجئے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! غیب اور ظاہر کو جاننے والے! تو اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

(۱۳۳) نبی اکرم ﷺ رکوع اور سجدے میں (نوافل میں) ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ.

اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تو مجھے بخش دے۔

صحیح بخاری (۷۹۴ـ۸۱۷) صحیح مسلم (۴۸۴) سنن ابوداود (۸۷۷) سنن نسائی (ج ۲ ص ۲۱۹ـ۲۲۰) سنن ابن ماجہ (۸۸۹) صحیح ابن حبان (۸۸۹) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۰۹ـ۸۶) مسند امام احمد (ج ۶ ص ۴۳ـ۴۹) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ تعظیم کے لیے ''میم'' کا اضافہ کیا گیا جس طرح ''زرقہ'' کی شدت اور ''ابن'' میں شدت کے لیے ''میم'' کا اضافہ کر کے ''زرقم'' ''ابنم'' پڑھتے ہیں۔

یہ قول صحیح ہے لیکن تکمیل کا محتاج ہے اور اس کے قائل نے صحیح معنی ملحوظ رکھا جس کا بیان ضروری ہے۔

وہ یہ کہ ''میم'' جمع پر دلالت کرتی اور اس کا تقاضا کرتی ہے اور اس کا مخرج بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور یہ بات ان لوگوں کے ضابطہ کے مطابق قیاس کے مطابق ہے جو لفظ اور معنی میں مناسبت ثابت کرتے ہیں جس طرح عربیت کے ماہرین کا مذہب ہے۔

اور ''ابوالفتح بن جنی'' نے ''الخصائص'' میں اس کے لیے ایک باب مقرر کیا اور اس کو

[illegible] سے نقل کیا ہے اور اس پر لفظ اور معنی کے درمیان مناسبت سے استدلال کیا۔

پھر کہا کہ میں کچھ عرصہ ٹھہرا' میرے سامنے ایک لفظ آتا' جس کا موضوع میں نہ جانتا اور میں اس کا معنی' اس لفظ کی قوت اور ان حروف کی اس معنی سے مناسبت سے حاصل کرتا' پھر میں اس کا کشف کرتا تو اسی طرح پاتا جس طرح اس کو سمجھا یا اس کے قریب قریب۔

میں نے ابن جنی سے نقل کرتے ہوئے یہ بات شیخ الاسلام سے ذکر کی تو شیخ نے کہا: میرے لیے بھی اکثر اسی طرح ہوتا ہے پھر ایک فصل ذکر کی جو لفظ اور معنی کے درمیان مناسبت اور حرکات کی لفظی معنی کے لیے مناسبت کے سلسلے میں نہایت نفع بخش تھی۔

اور وہ لوگ نہایت قوی معنی کے لیے ضمہ دیتے ہیں جو سب سے زیادہ قوی حرکت ہے اور لطیف معنی کے لیے خفیف حرکت ہے یعنی فتحہ دیتے ہیں اور متوسط کے لیے متوسط حرکت دیتے ہیں۔

پس وہ کہتے ہیں عَزَّ یَعَزُّ عین پر فتح پڑھتے ہیں جب سختی کا معنی ہو اور ''ارض عزاز'' سخت زمین کو کہتے ہیں اور ''عَزَّ یَعِزُّ'' عین کے کسرہ سے پڑھتے ہیں جب ممتنع ہو اور ممتنع صلب یعنی سخت سے اوپر ہے کیونکہ بعض اوقات ایک چیز سخت ہوتی ہے' توڑنے والے پر ممتنع نہیں ہوتی۔ پھر کہتے ہیں ''عَزَّ یَعُزُّ'' (عین پر ضمہ) جب غالب ہو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ. (ص: ۲۳)

اور وہ خطاب میں مجھ پر غالب آ گیا۔

اور غلبہ' امتناع سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات ایک چیز ذاتی طور پر ممتنع ہوتی ہے دشمن سے محفوظ ہوتی ہے' لیکن اپنے غیر پر غالب نہیں ہوتی۔ پس غالب' ممتنع سے زیادہ قوی ہوتا ہے لہٰذا اسے سب سے زیادہ قوی حرکت دیتے ہیں (ضمہ دیتے ہیں) صلب (سخت) ممتنع سے زیادہ کمزور ہے تو اسے سب سے کمزور حرکت دی (فتح دیا) اور ممتنع دونوں مرتبوں کے درمیان ہے تو اسے متوسط حرکت دی (کسرہ دیا)۔

اس کی مثال ان کا یہ قول ہے ''ذِبح'' (ذال مکسور ہے) وہ چیز جو ذبح کی گئی اور ''ذَبح'' (ذال پر فتحہ) نفس فعل کو کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جسم' عرض (فعل) سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے پس قوی حرکت (کسرہ) قوی کو دی اور ضعیف حرکت (فتح) ضعیف

(یعنی فعل) کو دی اسی طرح ''نھب'' اور ''نَھَبَ'' کسرہ کے ساتھ وہ چیز جو منہوب ہے (جو اچک لی گئی) اور فتح کے ساتھ فعل کو کہتے ہیں (اچکنا)۔

یوں ہی ''مِلْءٌ'' اور ''مَلْءٌ'' کسرہ کے ساتھ وہ کسی چیز کو بھر دے اور فتح کے ساتھ مصدر ہے جو فعل کا معنیٰ دیتا ہے۔

ایک مثال ''حِمْلٌ'' اور ''حَمْلٌ'' ہے۔ کسرہ کے ساتھ وہ چیز جو بھاری ہو اور اٹھانے والے کی پیٹھ یا سر بوجھ محسوس کرے اور حَمل ہلکی چیز ہوا ٹھانے والا بوجھ محسوس نہ کرے اور حمل الشجرۃ درخت کا بوجھ اس کے زیادہ مشابہ ہے لہٰذا اس کو فتح دیا۔

اور اس بات میں غور کرو کہ انہوں نے اَلْحِبُّ اور اَلْحُبُّ میں اس کے برعکس کیا۔ پہلے لفظ (مکسور) کو نفس محبوب کے لیے قرار دیا یعنی (حب بمعنیٰ محبوب) اور ضمہ کے ساتھ (الحب) کو مصدر کے لیے استعمال کیا' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محبوب دلوں پر آسان اور خفیف ہوتا ہے اور وہ اس کو لطیف اور شیریں محسوس کرتے ہیں۔

اور محبت کا اٹھانا اور اس کا لزوم مُحِبٌ کے لیے بڑا وزنی ہوتا ہے' جس طرح قرض خواہ' مقروض کو چمٹ جاتا ہے اسی لیے اس کو ''غرام'' کہتے ہیں۔

اسی لیے ان (محبین) کا وصف عام طور پر شدت اور سختی برداشت کرنے کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ عظیم اور پتھر اور لوہے وغیرہ سے بھی سخت ہیں۔ اگر محبٌ کو کوئی اٹھائے تو اٹھانے والا پگھل جائے اور اسے اٹھا نہ سکے۔ متقدمین اور متاخرین کے اکثر اشعار اور کلام میں اس بات کا ذکر ہے۔

تو گویا زیادہ اچھی بات یہ تھی کہ یہاں مصدر کو قوی حرکت دی جاتی اور محبوب کو وہ حرکت دی جاتی جو اس سے زیادہ خفیف ہے۔

اس ضابطے کے مطابق یہ قول بھی ہے کہ ''قَبْضٌ'' مصدر میں درمیان والا حرف ساکن ہے اور ''قَبَضٌ'' میں باء متحرک ہے اور یہ مقبوض ہے اور حرکت' سکون کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتی ہے اور مقبوض' مصدر سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

ایک اور مثال ''نَسْبَقٌ'' سکون باء کے ساتھ مصدر ہے اور ''نَسَبَقٌ'' باء کے فتح سے اس مال کو کہتے ہیں جو اس عقد میں لیا جاتا ہے۔

ان حضرات کے اس قول میں غور کرو وہ کہتے ہیں ''دَارَ دَوْرَانًا وَفَارَتِ الْقِدْرُ فَوَرَانًا وَغَلَیَانًا'' وہ ان مصادر میں حرکات کو کس طرح ایک دوسرے کے پیچھے لائے تاکہ وہ لفظ کی حرکت کے تابع ہو اور لفظ معنیٰ کے مطابق ہو جائے۔

اور ان کے اس قول میں بھی غور کرو ''حجر و ھواء'' کس طرح انہوں نے ثقیل شدید معنیٰ کے لیے حروف شدیدہ وضع کیے اور خفیف معنیٰ کے لیے یہ حروف ہوائیہ مقرر کیے جو حروف میں سے نہایت خفیف ہیں۔ [1]

یہ بحث بہت زیادہ احاطہ میں نہیں آ سکتی' اگر اللہ تعالیٰ نے مزید زندگی عطا کی تو میں (مصنف) اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھوں گا ان شاء اللہ۔

اس قسم کے معانی ذہنی لطافت اور طبعی نرمی کو چاہتے ہیں اور دلوں کی سختی کے ساتھ یہ حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی نحو اور صرف کے ابتدائی مسائل پر راضی ہونے اور غور و فکر کو چھوڑ دینے سے یہ بات سمجھ آتی ہے۔ واضع کی حکمت اور اس لغت باہرہ میں جو اسرار ہیں' اہل عقل کے لیے دقیق ہوتے ہیں اور یہ بات اس سے اوپر کے فاضل کو خبردار کرتی

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور: ۴۰)　جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نور نہیں بنایا اس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔

اور دیکھیے اہل لغت نے سخت مزاج شخص کا نام ''العتل''' ''الجعظری'' اور ''الجواظ'' رکھا تو یہ الفاظ اپنے معانی کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔

اور دیکھو طویل کو ''العشنق'' نام دیا۔ ان حروف کے تقاضے اور معانی کے ساتھ ان کی مناسبت کو دیکھو کہ طوالت کا معنیٰ پایا جاتا ہے اور قصیر (چھوٹے قد والے) کو ''البحتر'' نام دیا اور طویل کے نام میں تین حروف پر مسلسل فتح ہے ''اَلْعَشَنَقُ'' اور اَلْبُحْتُرُ میں دو ضموں کے درمیان سکون ہے۔ پہلا لفظ منہ کے کھلنے اور بولنے کے آلات کی کشادگی اور کشادہ ہونے

---

[1] پتھر سخت ہوتا ہے اس کے لیے ح' ج اور راء جب کہ ہوا میں ہلکا پن ہوتا ہے' اس کے لیے ہاء اور واؤ وغیرہ خفیف الفاظ استعمال ہوئے۔

لو لا ان الکلاب امة من الامم لامرت بقتلها.
اگر کتے جماعتوں میں سے ایک جماعت نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔

سنن ابوداود (۲۸٤٥) جامع ترمذی (۱٤۸٦) سنن نسائی (ج ۷ ص ۱۸۵) سنن ابن ماجہ (۳۲۰۵) صحیح ابن حبان (٥٦٥۷) مسند امام احمد (ج ٤ ص ۸۵۔ ج ۵ ص ٥٦) بروایت حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔

اسی سلسلے میں لفظ امام ہے جس کی اقتداء اور اتباع میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اسی حوالے سے ''ام الشیء یامه'' جب کوئی کسی چیز کو جمع کرنے کا قصد اور ارادہ کرے تو یہ جملہ بولا جاتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی متفرق کو جمع کرے اور اصلاح کرے تو کہا جاتا ہے:

رم الشیء یرمه
اس نے اس چیز کو جمع کیا۔

اسی طرح انار کو ''الرمان'' کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں دانے جمع ہوتے ہیں اور باہم ملے ہوتے ہیں۔

یوں ہی ''ضم الشیء یضمه'' جب جمع کرے تو یہ الفاظ آتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ہے ''هم الانسان' وهمومه'' انسان کا ارادہ اور عزائم جو اس کے دل میں جمع ہوتے ہیں۔

اسی طرح سیاہ چیز کو ''احم'' کہتے ہیں اور سیاہ کوئلے کو ''حممة'' کہا جاتا ہے۔ جب سر منڈانے کے بعد سیاہ ہو جائے تو اسے ''حمم راسه'' کہتے ہیں (سیاہ چیز کے لیے ''میم'' کا استعمال اسی لیے ہے کہ) سیاہ رنگ ایسا رنگ ہے جو نگاہ کو ٹھہرا دیتا ہے اسے متفرق نہیں ہونے دیتا۔

اسی لیے کمزور نگاہ والے کی آنکھوں پر جو تکلیف وغیرہ کی وجہ سے کمزور ہو جاتی ہے بالوں یا کپڑے سے بنی ہوئی سیاہ پٹی رکھی جاتی ہے تاکہ نگاہ اس پر برقرار رہے اور قوت باصرہ مضبوط ہو۔ یہ ایک طویل باب ہے ہم اسی مقدار پر اکتفا کرتے ہیں۔

جب میم کی یہ شان معلوم ہو گئی تو انہوں نے اس اسم ''اللہ'' کے آخر میں اسے ملایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ہر حاجت اور ہر حالت میں سوال کیا جاتا ہے تو (میم کے ذریعے) یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے تمام نام اور صفات جمع ہیں۔

تو سوال کرنے والا جب ''اللهم انی اسالک'' کہتا ہے تو گویا وہ کہتا ہے میں اس اللہ کو پکارتا ہوں جو اچھے ناموں اور بلند صفات کا جامع ہے' اس کے تمام ناموں اور صفات کے ذریعے پکارتا ہوں۔

تو میم جو جمع کی خبر دیتی ہے' اس اسم کے آخر میں لا کر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسموں کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے۔

(۱۳۵) جس طرح صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی غم اور تکلیف میں یوں کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے غم اور پریشانی کو دور کر دیتا ہے اور اس کی جگہ فرحت و سرور عطا کرتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ ابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ.

یا اللہ! بے شک میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں' تیری بندی کا بیٹا ہوں' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے' مجھ میں تیرا حکم نافذ ہے' میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے' میں تجھ سے تیرے ہر اس اسم گرامی کے ذریعے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنا نام رکھا ہے یا تو نے اسے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اسے اپنے پاس علم غیب میں ترجیح دی ہے کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار' میرے سینے کا نور' میرے غم کا ازالہ اور میرے دکھوں کو لے جانے والا بنا دے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان کلمات کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: جو بھی ان کو سنے اسے سیکھنا چاہیے۔ مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵۰۹) صحیح ابن حبان (۳۲۷۲) ابن السنی (۳٤۰) عمل الیوم واللیلۃ (ج ۱۰ ص ۱۳٦) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۳۹۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت۔

تو دعا کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کے

ساتھ دعا مانگے جس طرح اسم اعظم ''اللہ'' میں ہے۔

(۱۳۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بایں طور کہ تیرے ہی لیے حمد ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو بہت مہربان' احسان فرمانے والا آسمانوں اور زمین کو کسی نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے' اے بزرگی اور عزت والے! اے زندہ اور دوسرے کو قائم رکھنے والے!

سنن ابوداؤد (۱۴۹۵) جامع ترمذی (۳۵۳۸) سنن نسائی (ج ۳ ص ۵۲) سنن ابن ماجہ (۳۸۵۸) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵۳) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۱۲۰) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

یہ کلمات اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہیں جس طرح دوسرے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔

دعا کی اقسام

دعا کی تین اقسام ہیں:

۱۔ تم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور اس کی صفات کے ذریعے سوال کرو اور قرآن مجید کی اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا. (الاعراف: ۱۸۰)

اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں پس ان کے ساتھ اسے پکارو۔

۲۔ تم اپنی حاجت' فقر اور عاجزی کے ساتھ پکارو مثلاً یوں کہو:

اَنَا الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ الْمِسْكِيْنُ الْبَائِسُ الذَّلِيْلُ الْمُسْتَجِيْرُ.

میں فقیر' مسکین محتاج' ذلیل اور پناہ طلب کرنے والا بندہ ہوں۔

۳۔ تم اپنی حاجت کا سوال کرو اور ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہ کرو' تو پہلی صورت' دوسری صورت کے مقابلے میں اور دوسری صورت' تیسری صورت کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے۔ اور جب دعا میں تینوں امور جمع ہو جائیں تو یہ زیادہ مکمل ہے۔

یہ نبی اکرم ﷺ کی عام دعائیں ہیں اور جو دعا آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سکھائی ہے اس میں تینوں اقسام مذکور ہیں۔

(۱۳۷) اس کے شروع میں فرمایا:

ظَلَمْتُ نَفْسِیْ كَثِيْرًا.

میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا۔

یہ سائل کی حالت ہے' پھر فرمایا:

وَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ.

گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے۔

یہ مسئول (اللہ تعالیٰ جس سے سوال کیا گیا) کی حالت ہے' پھر فرمایا: فاغفرلی۔ پس سائل نے تو اس میں حاجت کا ذکر کیا اور دعا کا اختتام اسمائے حسنیٰ میں سے ایسے دو اسماء کے ساتھ کیا جو مطلب کے مناسب ہیں اور وہ ان کا تقاضا کرتا ہے (اور وہ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ کے الفاظ ہیں)۔ لے

ہم نے یہ قول اختیار کیا اور یہ متعدد اسلاف (بزرگوں) سے مروی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لفظ ''اللهم'' دعا کا جامع ہے۔

ابو رجاء عطاردی نے فرمایا: اللھم میں جو ''میم'' ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے مبارک ہیں۔

حضرت نضر بن شمیل نے فرمایا: جس نے ''اللھم'' کہا اس نے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کے ساتھ دعا مانگی۔

بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے کہ یہاں میم واؤ کی طرح ہے جو جمع پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ اس کے مخرج سے نکلتی ہے تو اللھم کے ساتھ دعا مانگنے والا گویا یوں کہتا ہے:

لے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں نماز میں پڑھوں تو آپ نے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے پس تو مجھے اپنی (خاص) بخشش کے ساتھ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بہت زیادہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا اَللّٰهُ الَّذِي اجْتَمَعَتْ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَالصِّفَاتُ الْعُلْيَا. — اے اللہ! جس کے لیے اسمائے حسنیٰ (اچھے نام) اور بلند صفات جمع ہوئیں۔

اسی لیے میم مشدد ہوتی ہے تاکہ علامتِ جمع کا عوض ہو اور وہ (علامت جمع) ''مسلمون'' وغیرہ میں واؤ اور نون ہے۔

اور ہم نے جو طریقہ کا ذکر کیا ہے کہ میم جمع پر دلالت کرتی ہے اس میں اس کی حاجت نہیں۔

سوال: ایک اور بات باقی رہ جاتی ہے وہ یہ کہ ''یاء'' اور اس ''میم'' کو جمع کیوں نہیں کیا اور یہ (جمع نہ کرنا) صحیح مذہب ہے؟

جواب: قیاس کا تقاضا ہے کہ اس اسم پر حرف ندا داخل نہ ہو کیونکہ (اللھم کا) الف لام حرف ندا ''یا'' کی جگہ پر ہے اور یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ دعا اور استغاثہ وغیرہ میں اس کا استعمال کثیر ہوتا ہے۔

پس یا تو الف لام کو حذف کرتے تو یہ مناسب نہ تھا کیونکہ الف لام اس کو لازم ہے یا اس میں ایُّ کا اضافہ کرتے' اس کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ اس کے ذریعے اسم جنس جس پر الف لام ہو اس کی ندا نہیں ہوتی مثلاً الرجل' الرسول' النبی وغیرہ۔

جہاں تک اعلام (مخصوص نام) کا تعلق ہے تو اس میں منع نہیں ہے۔

(یعنی یا الرجل نہیں کہتے یا زید کہتے ہیں۔ الرجل اسم جنس ہے اس پر الف لام ہے اور زید علم ہے)۔

تو اس جگہ انہوں نے حاجت کے طور پر قیاس کی مخالفت کی۔ پس جب اس کے آخر میں میم مشدد لائے جو تمام اسماء کے عوض ہے تو اسے حرف ندا کے عوض قرار دیا تو ان دونوں یا اور میم کو اکٹھا نہ کیا۔ واللہ اعلم

دوسری فصل

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کا معنیٰ

اس لفظ (صلوٰۃ) کی اصل دو معنوں کی طرف لوٹتی ہے:

۱۔ دعا اور تبریک (برکت کا حصول)

۲۔ عبادت

پہلے معنیٰ پر ارشادِ خداوندی دلالت کرتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ:۱۰۳) — آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیں اور یوں ان کو اس کے ذریعے پاک کریں اور ان کے لیے دعا فرمائیں' آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے۔

اور منافقین کے بارے میں فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ. (التوبہ:۸۴) — ان میں سے جو مر جائے اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

(۱۳۸) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کے لیے بلایا جائے تو (اس دعوت کو) قبول کرے اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا مانگے (یہاں ''فلیصل'' کا لفظ فرمایا) اس کی وضاحت دونوں معنوں سے کی گئی یعنی ''فلیدع لھم بالبرکۃ'' ''پس ان کے لیے برکت کی دعا کرے'' اور یہ بھی کہا گیا ''یصلی عندھم'' (ان کے ہاں کھانا کھانے کی بجائے نماز پڑھے)۔

یہ بھی کہا گیا کہ لغت میں ''الصلوٰۃ'' کا معنیٰ دعا ہے۔

دعا کی دو قسمیں

اور دعا کی دو قسمیں ہیں (۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسئلہ

عبادت گزار بھی داعی ہوتا ہے جس طرح سوال کرنے والا داعی کہلاتا ہے۔ یہ دونوں (قسمیں) اس ارشادِ خداوندی میں بیان ہوئیں:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. (غافر:۶۰) — اور فرمایا: مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے میرا حکم مانو میں تمہیں ثواب عطا کروں گا۔

یہ بھی کہا گیا کہ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اسی سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے

جس میں یہ دونوں معنی ہیں:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. (البقرۃ:۱۸۶)	اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (بتادو) میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

درست بات یہ ہے کہ لفظ دعا دونوں قسموں کو شامل ہے اور یہ لفظ متواطی ہے (مشترک نہیں ہے)۔

بندوں کی دعا میں اس کے استعمال کے سلسلے میں یہ آیت کریمہ ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ. (سبا:۲۲)	آپ فرما دیجئے جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان کو پکارو وہ ذرے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں' نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

(یہاں پکارنا اور پوجا کرنا دونوں مراد ہو سکتے ہیں)۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ. (النحل:۲۰)	اور وہ اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ ان کو پیدا کیا جاتا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ. (الفرقان:۷۷)	فرما دیجئے میرے رب کے ہاں تمہاری کچھ قدر نہیں اگر تم اسے نہ پوجو۔

دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اگر تم اسے نہ پکارو اور اس کی عبادت نہ کرو۔

مطلب یہ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرو تو تمہاری قدر کا باعث کیا ہوگا تو مصدر (دعاء) فاعل (کم ضمیر) کی طرف مضاف ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (الاعراف:۵۵)	اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ پکارو بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. (الاعراف:۵۶)	اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اسے ڈرتے ہوئے اور امید کے ساتھ پکارو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا. (الانبیاء:۹۰)	بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کی حالت میں پکارتے تھے۔

یہ طریقہ پہلے طریقے سے زیادہ اچھا ہے اور اختلاف کا دعویٰ اس بات پر ہے کہ لفظ ''دعا'' کا معنی کیا ہے اور اس (بیان) سے وہ تمام اعتراضات دور ہو گئے جو شرعی صلوۃ کے نام ہوتے ہیں کہ کیا یہ لغوی معنی سے منقول ہے؟ پس حقیقت شرعیہ ہوگی یا مجاز شرعی ہوگا۔

تو اس بنیاد پر لفظ صلوۃ لغت میں اپنے مسمّٰی پر باقی ہے اور وہ (مسمّٰی) ''الدعا'' ہے اور یہ اطلاق دعائے عبادت پر بھی ہوتا ہے اور دعائے مسئلہ پر بھی۔

اور نماز تکبیر سے لے کر سلام تک دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کے درمیان ہے اور وہ حقیقتاً صلوۃ میں ہوتا ہے مجازی طور پر یا (دوسرے معنی کی طرف) منقول ہو کر نہیں لیکن ''الصلوۃ'' کا نام اس مخصوص عبادت کے لیے خاص کیا گیا جس طرح دیگر الفاظ کو اہل لغت و عرف بعض مسمّٰی کے ساتھ خاص کرتے ہیں جس طرح ''الدابۃ'' اور ''الراس'' وغیرہ[1]۔

---

[1] یعنی لغوی اعتبار سے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتی ہے لیکن عرف میں ان میں سے بعض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح راس سر کو کہتے ہیں لیکن عرف میں بعض سروں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا جو آدمی قسم کھاتا ہے کہ وہ راس (سری) نہیں کھائے گا تو اس کا اطلاق چڑیا وغیرہ کے سر پر نہیں ہوگا۔ [illegible]

تو یہ الفاظ کی تخصیص ہے اور جن مسمات کے لیے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے ان میں سے بعض پر منحصر ہو جاتا ہے اسی لیے یہ نقل کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے اصلی موضوع سے (نکالتا) ہے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور درود شریف

یہ (جو کچھ لکھا گیا) بندوں کی صلوٰۃ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندوں پر صلوٰۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) عام (۲) خاص۔

عام: اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر رحمت کا نزول جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (المومنون: ۴۳)　وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت کی دعا مانگتے ہیں)۔

(۱۳۹) اور اسی سے نبی اکرم ﷺ کا انفرادی طور پر مومنوں کے لیے رحمت طلب کرنا ہے جیسے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى.　یا اللہ! ابو اوفی (رضی اللہ عنہ) کی آل پر رحمت نازل فرما۔

صحیح بخاری (۱۴۹۷۔ ۴۱۶۶) صحیح مسلم (۱۰۷۸) سنن ابو داؤد (۱۵۹۰) سنن نسائی (ج ۵ ص ۳۱) صحیح ابن حبان (۹۱۷) سنن دارمی (ج ۱ ص ۲۴) مصنف عبد الرزاق (۶۹۵۷) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۵۳) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۳۵۳، ۳۵۵، ۱۹۸) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت۔

(۱۴۰) ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میرے اور میرے خاوند کے لیے رحمت کی دعا کیجئے تو آپ نے فرمایا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ.　اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت نازل کرے۔

سنن ابو داؤد (۱۵۳۳) صحیح ابن حبان (۹۱۸) سنن بیہقی (ج ۳ ص ۱۵۳) اسماعیل کتاب الصلاۃ (۷۷) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۱۹۸) بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

خاص: دوسری قسم وہ ہے جو انبیاء کرام اور رُسل عظام کے لیے خاص ہے بالخصوص خاتم النبیین اور سب سے بہتر نبی حضرت محمد ﷺ کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''صلوٰۃ'' کے معنی میں اختلاف ہے اور مختلف اقوال ہیں:

پہلا قول: اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت مراد ہے۔

اسماعیل نے کہا کہ ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن سواء نے حضرت جویبر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ الضحاک سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں:

''صلاۃ اللہ'' سے اس کی رحمت اور ''صلاۃ الملائکۃ'' سے دعا مراد ہے اور مبرد نے کہا ''صلوٰۃ'' کی اصل رحمت ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور فرشتوں کی طرف سے دعا اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کی طلب ہے' کثیر متاخرین کے ہاں یہی قول معروف ہے۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کی صلاۃ سے اس کی مغفرت مراد ہے۔

اسماعیل نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن سواء نے بیان کیا وہ جویبر سے اور وہ ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ　وہی ہے جو تمہیں بخشتا ہے۔
(المومنون: ۴۳)

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ اس کی (طرف سے) مغفرت اور فرشتوں کی صلاۃ سے دعا مراد ہے۔

یہ قول باطل کی جنس ہے اور یہ دونوں قول کئی وجوہ سے ضعیف ہیں:

پہلی وجہ: ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی ''صلاۃ'' اور اپنی رحمت الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرہ: ۱۵۵۔ ۱۵۷)

اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیں وہ جن کو جب مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں انہی لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

(یہاں) صلوات پر رحمت کا عطف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں اور رحمت کا الصلاۃ پر عطف دونوں کے درمیان مغایرت کا تقاضا کرتا ہے اور عطف کا

اصل یہی (مغائرت) ہے۔

جہاں تک ان (اہل عرب) کے اس قول کا تعلق ہے:

والفی قولها كذبا ومينا	اور اس کے قول کو جھوٹ قرار دیا۔

تو یہ شاذ اور نادر ہے' اس پر فصیح کلام کو محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ "المین" "الکذب" کے مقابلے میں زیادہ خاص ہے (مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک کذب اور مین دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے مغائرت نہیں تو اس کا جواب دیا)۔

دوسری وجہ: اللہ تعالیٰ کی "صلاۃ" انبیاء کرام' رُسل عظام اور مومنوں کے ساتھ خاص ہے جب کہ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ پس "صلاۃ" "رحمت" کے مترادف نہیں لیکن یہ صلوٰۃ کے لوازم' موجبات اور ثمرات میں سے ہے پس جس نے صلوٰۃ کی تفسیر رحمت کے ساتھ کی ہے' اس نے اس کے بعض ثمرات اور مقصود کے ساتھ تعریف کی اور قرآن مجید کے الفاظ کی اس انداز میں تفسیر اکثر آتی ہے اور نبی اکرم ﷺ لفظ کی وضاحت اس کے لازم اور معنیٰ کی جز سے کرتے ہیں جس طرح "ریب" کی تفسیر شک کے ساتھ کی گئی اور شک' ریب کے مسمّٰی کا جزء ہے اور مغفرت کی تفسیر ستر (ڈھانپنے) کے ساتھ کی گئی اور وہ مغفرت کے مسمّٰی کا جزء ہے نیز رحمت کی تفسیر ارادۂ احسان کی گئی اور وہ لازم رحمت ہے اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں اور ہم (مصنف) نے ان کو اصول التفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تیسری وجہ: مومنوں پر رحمت بھیجنے میں کوئی اختلاف نہیں' لیکن پہلے اور پچھلے بزرگوں نے غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف کیا ہے اور اس سلسلے میں تین اقوال ہیں عنقریب ہم ان کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ' پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں (لفظ) مترادف نہیں ہیں۔

چوتھی وجہ: اگر صلوٰۃ' رحمت کے معنیٰ میں ہوتا تو تعمیل حکم میں یہ اس کے قائم مقام ہوتا اور جب کوئی "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ آلِ مُحَمَّدٍ" کہتا تو ان لوگوں کے نزدیک درود شریف کا پڑھنا ساقط ہو جاتا جن لوگوں کے نزدیک یہ واجب ہے لیکن معاملہ یوں نہیں ہے (یعنی اللھم صل کی جگہ اللھم ارحم نہیں پڑھ سکتے)۔

پانچویں وجہ: جو شخص کسی دوسرے پر رحم کھاتے ہوئے اس کو کھانا کھلائے یا پانی پلائے یا لباس پہنائے تو اس کے بارے میں "انه صلى عليه" نہیں کہہ سکتے بلکہ کہا جائے گا "اللہ

اور رحمه" (اسے اس پر رحم آیا)۔

چھٹی وجہ: انسان بعض اوقات اس پر بھی رحم کرتا ہے جو اس سے دشمنی رکھتا ہے' پس وہ اس کے لیے اپنے دل میں رحمت (نرمی) پاتا ہے لیکن وہ اس پر صلوٰۃ نہیں بھیجتا۔

ساتویں وجہ: صلوٰۃ میں کلام ضروری ہے' یہ صلوٰۃ بھیجنے والے کی طرف سے اس کی ثنا ہے جس پر وہ صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کی شان کی بلندی ظاہر کرتا ہے نیز اس کے محاسن' مناقب اور ذکر کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (صحیح بخاری) میں حضرت ابو العالیہ سے نقل کیا' وہ فرماتے ہیں:

صلاة الله على رسوله ثناؤه عليه عند الملائكة. صحیح بخاری کتاب التفسیر (۶۵) الاحزاب باب ۱۰	اللہ تعالیٰ کا حضور (علیہ السلام) پر درود (صلوٰۃ) بھیجنا فرشتوں کے پاس آپ کی تعریف کرنا ہے۔

قاضی اسماعیل اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد بن یزید نے بیان کیا' وہ ابو جعفر سے' وہ ربیع بن انس سے اور وہ ابو العالیہ سے "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ' حضور علیہ السلام کی تعریف کرنا اور فرشتوں کی طرف سے دعا کرنا ہے۔

اسماعیل قاضی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (ص ۹۵)

آٹھویں وجہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ میں فرق کیا اور دونوں کو ایک ہی فعل میں جمع کیا فرمایا "ان الله وملائكته يصلون على النبي" تو یہ صلوٰۃ رحمت نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے حضور علیہ السلام کی ثناء ہے۔

سوال: اگر صلوٰۃ مشترک ہے اور جائز ہے کہ دونوں معنوں میں بیک وقت استعمال ہو؟

جواب: یہ بات درست نہیں کیونکہ اس میں چند نقائص ہیں:

1. اشتراک' خلاف اصل ہے بلکہ معلوم نہیں کہ لغت میں کسی ایک واضع سے واقع ہوا ہو۔ جس طرح ائمہ لغت نے ذکر کیا۔ ان میں مبرد وغیرہ ہیں۔ یہ وضع کرنے والوں کے تعدد کی وجہ سے عارضی طور پر واقع ہوا پھر لغت میں خلط ملط ہو گئی اور یوں اشتراک واقع ہوا۔
2. اکثر حضرات لفظ مشترک کو اس کے دونوں معنوں میں استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے نہ

بطور حقیقت اور نہ ہی بطور مجاز۔

اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے جو منقول ہے کہ آپ اس بات کو جائز سمجھتے ہیں تو یہ بات آپ سے صحیح (طور پر منقول) نہیں ہے۔

بلکہ آپ کے اس قول سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے موالی کے لیے وصیت کرے اور اس کے موالی اوپر والے (آزاد کرنے والے) بھی ہوں اور نیچے والے بھی (یعنی جن کو آزاد کیا گیا) تو یہ وصیت ان سب کو شامل ہو گی (اس سے) گمان کیا گیا کہ لفظ موالی دونوں کے درمیان مشترک ہے اور جب وہ (قرینہ سے) خالی ہو تو دونوں (معنوں) پر محمول کیا جائے گا لیکن یہ بات صحیح نہیں بلکہ لفظ موالی الفاظ ''متواطیہ'' میں سے ہے۔ پس امام شافعی رحمہ اللہ اپنے ظاہر مذہب میں اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ موالی کی دونوں اقسام اس لفظ کے تحت آئیں گی۔ ان کے نزدیک یہ عام متواطی ہے مشترک نہیں ہے۔ [1]

اور جو کچھ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے ارشاد خداوندی ''او لمستم النساء'' (یا تم عورتوں سے جماع کرو) کے بارے میں منقول ہے تو آپ سے پوچھا گیا کہ بعض اوقات ملامست سے جماع مراد ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا: یہ حقیقی معنی کے اعتبار سے ہاتھ سے چھونے کے معنی پر محمول ہے اور جماع پر بطور مجاز بولا جاتا ہے۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ سے اس کی روایت درست نہیں اور نہ ہی یہ ایسی جنس ہے جو ان کے کلام سے معروف ہو' یہ بعض متاخرین فقہاء کا کلام ہے۔

اور ہم نے ''التعلیق علی الاحکام'' نامی کتاب میں ''القرء'' [2] کے مسئلہ میں اس بات پر

---

[1] مشترک وہ لفظ ہوتا ہے جس کے معانی بیک وقت مراد نہیں ہو سکتے اور متواطی یہ ہے کہ دونوں بیک وقت مراد ہو سکتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

[2] قرآن مجید میں ہے والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء (البقرہ: ۲۲۸) اور طلاق والی عورتیں تین حیض انتظار کریں (عدت گزاریں)۔ لفظ قروء کا واحد قرء ہے اور یہ لفظ مشترک ہے اسی لیے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے بطور تاویل طہر مراد لیا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس سے حیض مراد لیتے ہیں اسی کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اس سے زائد دلائل دیے ہیں کہ لفظ مشترک ایک ہی وقت میں دونوں معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔

پس جب لفظ ''صلاۃ'' کا معنی رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف اور آپ کے شرف' فضیلت اور حرمت کا اظہار ہے جیسا کہ اس لفظ سے معروف ہے تو آیت کریمہ میں لفظ ''صلوٰۃ'' مشترک نہیں ہو گا جو اپنے دونوں معنوں پر محمول ہو بلکہ ایک ہی معنی پر محمول ہو گا اور الفاظ میں اصل یہی ہے۔ ان شاء اللہ ہم آیت کریمہ ''ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی'' کی تفسیر میں اس مسئلہ پر دوبارہ گفتگو کریں گے۔

نویں وجہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے خبر دی کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں پھر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تو معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو تم بھی درود بھیجو' تم پر زیادہ لازم ہے کہ آپ ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجو کیونکہ تمہیں حضور علیہ السلام کی رسالت اور سفارت کی برکت سے دنیا اور آخرت کا بہترین شرف حاصل ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر اس معنی کے لیے لفظ رحمت لایا جاتا تو اس کے استعمال میں حسن نہ ہوتا پس لفظ اور معنی دونوں ٹوٹ جاتے کیونکہ اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوتی:

ان اللہ وملائکتہ ترحم ویستغفرون لنبیہ فادعوا انتم لہ وسلموا:	بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے آپ کے لیے استغفار کرتے ہیں لہٰذا تم بھی ان کے لیے دعا کرو اور سلام بھیجو۔

اور آیت کی قطعی طور پر یہ مراد نہیں بلکہ اس میں جس صلوٰۃ کا حکم دیا گیا وہ اللہ تعالیٰ سے طلب ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صلوٰۃ اور اپنے فرشتوں کی صلوٰۃ کی خبر دی ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف' آپ کے فضل و شرف کا اظہار اور آپ کی تکریم و قرب خداوندی کا ارادہ ہے۔ تو یہ (صلوٰۃ) خبر اور طلب دونوں پر مشتمل ہے۔

اور اس سوال و دعا کو ہماری طرف سے آپ پر صلوٰۃ دو وجہ سے قرار دیا گیا:

۱۔ یہ صلوٰۃ' درود شریف پڑھنے والے کی طرف سے حضور علیہ السلام کی تعریف کو متضمن

ہے' آپ کے شرف وفضل کے ذکر کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادہ اور محبت ہے پس یہ خبر اور طلب دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ ہماری طرف سے اسے صلاۃ اس لیے کہا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام پر صلوۃ کا سوال کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ بھیجنا' اس کا آپ کی تعریف کرنا اور آپ کے ذکر کی بلندی اور عطائے قرب کا ارادہ کرنا ہے اور ہمارا آپ پر صلوۃ بھیجنا اللہ تعالیٰ سے اس کام کے کرنے کا سوال ہے۔ اور اس کی ضد ان لوگوں پر بھیجنا (اور اس کا سوال کرنا ہے) جو آپ سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے اور بندے کی طرف بھی۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ. (البقرہ ۱۵۹)	بے شک وہ لوگ جو ان روشن نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جسے ہم نے اتارا اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کیا' ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت' ان کی مذمت اور ان کو (رحمت سے) دور کرنے اور قابل نفرت ہونے پر مشتمل ہے اور بندے کی طرف سے لعنت اللہ تعالیٰ سے اس بات کا سوال کرنا ہے کہ وہ لعنت کے مستحق لوگوں سے یہی سلوک کرے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو یہ بات معلوم ہے کہ اگر صلوۃ سے رحمت مراد ہو تو اللہ تعالیٰ سے صلوۃ کا مطالبہ کرنے والے کو مصلی نہیں کہا جا سکتا اسے ''مسترحم'' (رحم طلب کرنے والا) کہا جائے گا جس طرح طلب مغفرت کرنے والے کو مستغفر کہا جاتا ہے' عطف (مہربانی) کا سوال کرنے والے کو ''مستعطف'' کہا جاتا ہے اور اس طرح کی دیگر کئی مثالیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کسی کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے اس کے بارے میں یوں نہیں کہا جاتا ''قد غفر له فهو غافر'' اور جو اس سے معافی طلب کرے اسے ''قد عفا عنه'' نہیں کہا جاتا اور یہاں بندے کو مصلی کہا گیا' اگر صلوۃ سے رحمت مراد ہوتی تو بندہ

اس پر صلوۃ بھیجنا اس پر رحمت کرنے والا ہوتا اور کہا جاتا ''قد رحمه رحمة'' اور (یہ بھی کہا جاتا کہ) من رحم النبی ﷺ مرة رحمه الله بها عشرا (جو حضور علیہ السلام پر ایک بار رحمت بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے) حالانکہ اس بات کا باطل ہونا معلوم ہے۔

سوال: بندے کی طرف سے صلوۃ کا معنی حضور علیہ السلام پر رحمت بھیجنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرنا ہے (اور اس پر کوئی اعتراض نہیں)؟

جواب: کہا گیا ہے کہ یہ بات کئی وجوہ سے باطل ہے:

۱۔ رحمت کی طلب ہر مسلمان کے لیے جائز ہے اور اللہ تعالیٰ سے صلوۃ کی طلب اس کے رسولوں کے ساتھ خاص ہے۔ اکثر حضرات کے نزدیک اسی طرح ہے جیسا کہ عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے۔

۲۔ اگر طالب رحمت کو مصلی کہا جائے تو طالب مغفرت کو غافر' طالب عفو کو عافی اور طالب صفح کو صافح کہنا چاہیے (صفح کا معنی درگزر کرنا ہے)۔

سوال: تم نے اللہ تعالیٰ سے صلوۃ طلب کرنے والے کو مصلی کہا (حالانکہ مستصلی کہنا چاہیے)؟

جواب: اس کو مصلی اس لیے کہتے ہیں کہ حقیقت صلوۃ اس سے پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی حقیقت ثناء' اکرام وتقریب کا ارادہ اور مقام ومرتبہ بلند کرنا ہے اور یہ باتیں بندے کی طرف سے صلوۃ سے حاصل ہوتی ہیں لیکن بندہ یہ بات اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود یہ عمل اپنے رسول ﷺ سے کرنا چاہتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بندے کو مصلی اس لیے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات طلب کرتا ہے کیونکہ صلوۃ کلام طلبی' خبری اور ارادہ کی ایک قسم ہے اور یہ بات مصلی (درود پڑھنے والے) سے پائی گئی بخلاف رحمت اور مغفرت کے' کیونکہ وہ طالب کی طرف سے حاصل نہیں ہوتی وہ تو اس ذات کی طرف سے ہوتی ہے جس سے ان کی طلب ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دسویں وجہ: صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے آپ پر ایک مرتبہ صلوۃ بھیجی اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوۃ بھیجے گا (صلوۃ کی

نسبت بندے کی طرف ہے)۔

(١٤١) اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

انه من صلى عليك من امتك مرة صليت عليه بها عشرا.

جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس بار رحمت نازل کروں گا۔

حوالہ کے لیے دیکھئے (حدیث: ٣٧)

اور یہ اس قاعدہ کے موافق ہے جو شریعت میں مقرر ہے کہ جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے پر "صلوٰۃ" جو حضور علیہ السلام پر "صلوٰۃ" بھیجتا ہے اس کی جزاء کے طور پر ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ بندے کی طرف سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں "صلوٰۃ" بندے کی طرف سے رحمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ اس کی جنس سے ہو۔ یہ تو رسول اکرم ﷺ کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا ارادہ ہے کہ وہ آپ کے ذکر کو بلند کرے اور آپ کی عظمت و شرف میں اضافہ فرمائے اور جزاءِ عمل کی جنس سے ہوتی ہے پس جو شخص رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی جنس سے بدلہ دیتا ہے کہ اس کی تعریف کرتا اور اس کو مزید عزت و شرف عطا کرتا ہے پس جزاء کا عمل کے ساتھ ربط اور اس کا ہم جنس و مناسب ہونا صحیح ہوا۔

(١٤٢) حدیث شریف میں ہے:

من يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والاخرة ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والاخرة ومن نفس عن مومن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخيه ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة. صحیح مسلم (٢٦٩٩) سنن

جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی مہیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے آسانی عطا کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور جو آدمی کسی مومن سے دنیا کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے سختی دور کرے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی

ابوداود (٤٩٤٦) جامع ترمذی (١٩٣٠) سنن ابن ماجہ (٢٢٥، ٢٤١٧) مسند امام احمد (ج ٢ ص ٢٥٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

مدد کرتا ہے اور جو آدمی کسی راستے پر چل کر علم تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

نوٹ: اس حدیث میں ہر عمل کا بدلہ اسی جنس سے بیان ہوا مثلاً یسر کا بدلہ یسر، ستر کا بدلہ ستر سے وغیرہ وغیرہ۔

(١٤٣) حدیث شریف میں ہے:

ومن سئل عن علم يعلمه فكتمه الجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.

سنن ابوداود (٣٦٥٨) جامع ترمذی (٢٦٤٩) سنن ابن ماجہ (٢٦١) صحیح ابن حبان (٩٥) مسند امام احمد (ج ٢ ص ٢٦٣، ٣٥٣) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

جس آدمی سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پس اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام پہنائے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

جس نے نبی ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔

اور اس حدیث کی بہت سی نظائر ہیں۔

گیارہویں وجہ: اگر کوئی شخص یوں کہے "عن رسول الله رحمه الله" یا کہے "قال رسول الله رحمه الله" یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "رحمه الله" کہے تو امت فوری طور اس پر اعتراض کرے گی اس کو نبی اکرم ﷺ کا دشمن اور بدعتی قرار دے گی نیز یہ کہ یہ شخص نہ تو نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرنے والا ہے اور نہ ہی آپ پر درود شریف پڑھنے والا ہے اسی طرح وہ آپ کے حق کے مطابق آپ کی تعریف کرنے والا بھی شمار نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے یہ استحقاق حاصل ہوگا کہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ دس بار رحمت نازل فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ، رحمت ہوتی تو ان میں سے کوئی بات بھی ممنوع نہ ہوتی۔

بارہویں وجہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ٦٣)

رسول اکرم ﷺ کو یوں نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کے رسول ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ نہ پکارا جائے جن کے ساتھ لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں بلکہ "یارسول اللہ" کہا جائے "یا محمد" نہ کہا جائے آپ کو نام کے ساتھ کفار پکارتے تھے جب کہ مسلمان آپ کو "رسول اللہ" کہہ کر پکارتے تھے تو جب آپ کے خطاب کے سلسلے میں یہ صورت ہے تو آپ سے غائب ہونے کی صورت میں بھی مناسب نہیں کہ آپ کے لیے وہ الفاظ استعمال کیے جائیں جو ان الفاظ کی جنس سے ہوں جن کو ایک دوسرے کے لیے دعا کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے بلکہ آپ کی دعا کے لیے سب سے زیادہ شرف والا لفظ استعمال کیا جائے اور وہ آپ پر صلوٰۃ (درود شریف) بھیجنا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ رحمت کی دعا ہر مسلمان کے لیے کی جاتی ہے بلکہ انسانوں کے علاوہ حیوانات کے لیے بھی رحمت کی دعا مانگی جاتی ہے جس طرح طلب بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱۴۴) اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عِبَادَكَ وَبِلَادَكَ وَبَهَائِمَكَ. | یا اللہ! اپنے بندوں' اپنے شہروں اور اپنے چانوروں پر رحم فرما۔

سنن ابوداؤد (۱۱۷۶) موطا امام مالک (ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۹۱) دونوں نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

تیرہویں وجہ: یہ لفظ (لفظ صلوٰۃ) لغت اصلیہ میں رحمت کے لیے بالکل معروف نہیں ہے اور عرب والوں کے نزدیک اس کا معنی دعا' برکت اور ثناء ہے۔ جیسے شاعر نے کہا:

واذ ذکرت صلی علیها وزمزما. | اور جب اس کا ذکر کیا جائے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور گنگنایا جاتا ہے۔

یہاں صلّٰی کا معنی "برک" ہے یعنی برکت کی دعا کی اور اس کی مدح کی۔ اور عربوں کے ہاں "صلی علیہ" "رحمۃ" کے معنی میں بالکل معروف نہیں۔ پس واجب ہے کہ لفظ کو اس کے اس معنی پر محمول کیا جائے جو لغت میں معروف و متعارف ہے۔

چودہویں وجہ: اس بات کی گنجائش ہے' بلکہ مستحب ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہوئے "اللھم ارحمنی" کہے (یا اللہ! مجھ پر رحم فرما)۔

(۱۴۵) جیسے حدیث شریف میں ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے دعا کرنے والے کو تعلیم دی کہ وہ یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ. | یا اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما' مجھے عافیت عطا کر اور مجھے رزق عطا فرما۔

جب اس نے یہ دعا یاد کر لی تو آپ نے فرمایا: اس شخص نے اپنے ہاتھوں کو بھلائی سے بھر لیا۔

صحیح بخاری (۳۱۹۴۔۷۴۲۲) صحیح مسلم (۲۷۵۱) جامع ترمذی (۳۵۴۳) سنن ابن ماجہ (۴۲۹۵) صحیح ابن حبان (۶۱۴۴) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳۸۱۔۳۱۳) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ کسی شخص کے لیے "اللھم صل علی" کہنا جائز نہیں بلکہ ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے والا حد سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا' بخلاف رحمت کا سوال کرنے کے' کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے اس کی مغفرت اور رحمت کا سوال کرے۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں (صلوٰۃ اور رحمۃ) کا معنی ایک نہیں ہے۔

پندرہویں وجہ: اکثر مقامات جن میں لفظ رحمت کا استعمال ہوتا ہے۔ ان میں لفظ صلوٰۃ کا استعمال اچھا نہیں جیسے ارشادِ خداوندی ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ. | اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

(الاعراف:۱۵۶)

(۱۴۶) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

إِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ. | میری رحمت' میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

صحیح بخاری (۳۱۹۴۔۷۴۲۲) صحیح مسلم (۲۷۵۱) جامع ترمذی (۳۵۴۳) سنن ابن ماجہ (۴۲۹۵) صحیح ابن حبان (۶۱۴۴) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳۸۱۔۳۱۳) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. (الاعراف:۵۶) | بے شک اللہ کی رحمت بھلائی کرنے والوں کے قریب ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا. | اور وہ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

(الاحزاب:۴۳)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ. (التوبہ ۱۱۷) وہ ان پر مہربان رحم والا ہے۔

(۱٤۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

للہ ارحم بعبادہ من الوالدة بولدها. صحیح بخاری (۵۹۹۹) صحیح مسلم (۲۷۵۴)

البتہ اللہ تعالیٰ بندوں پر اس قدر رحیم ہے جتنی رحم دل ماں اپنی اولاد پر نہیں۔

(۱٤۸) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء.

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

سنن ابو داود (٤٩٤١) جامع ترمذی (۱۹۲۵) مستدرک حاکم (ج٤ ص۱۵۹) مسند امام احمد (ج۲ ص ۱٦۰) بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔

(۱٤۹) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من لا یرحم لا یرحم.

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

صحیح بخاری (۵۹۹۷) صحیح مسلم (۲۳۱۸) سنن ابو داود (۵۲۱۸) جامع ترمذی (۱۹۱۱) صحیح ابن حبان (٤۵۷) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۵۰) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تنزع الرحمة الا من شقی.

رحمت صرف بدبخت آدمی (کے دل) سے نکالی جاتی ہے۔

سنن ابو داود (٤۹٤۲) جامع ترمذی (۱۹۲٤) الادب المفرد للبخاری (۳۷٤) صحیح ابن حبان (٤٦۲) سنن بیہقی (ج۸ ص ۱٦۱) مستدرک حاکم (ج٤ ص۲٤۸) مسند طیالسی (۲۵۲۹) مسند امام احمد (ج۲ ص۳۰۱۔ ٤٤۲) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (حسن سند کے ساتھ)

(۱۵۱) رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والشاة ان رحمتها رحمک اللہ.

اگر تم بکری پر رحم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

الادب المفرد للبخاری (۳۷۳) مستدرک حاکم (ج۳ ص۵۸٦) مسند امام احمد (ج۳ ص ٤۳٦) بروایت معاویہ بن قرہ (اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں)۔

تو اللہ تعالیٰ کے حق میں اور بندوں کے حق میں جہاں جہاں رحمت کا استعمال ہوا۔ ان

میں سے بہت سے بلکہ اکثر مقامات میں لفظ صلوۃ کا استعمال مستحسن نہیں اور صلاۃ کی تفسیر رحمت کے ساتھ کرنا بھی صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی'' کی تفسیر میں فرمایا کہ فرشتے آپ کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں اور یہ بات اس کی ثناء اور اکرام وتکریم وتعظیم کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت عطا کرنا اس (تعظیم وتکریم) کو متضمن ہے۔ اسی لیے اسے اور تبریک کو باہم ملایا اور فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ. (ہود:۷۳)

اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ اور برکت ہو۔

اور حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ. (مریم:۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے باعث برکت بنایا میں جہاں بھی ہوں۔

متعدد اسلاف نے فرمایا کہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) بھلائی کی تعلیم دینے والا ہوں جہاں بھی ہوں اور یہ مسمّٰی کا ایک جزء ہے۔

پس مبارک وہ ہوتا ہے جس کی ذات میں بہت زیادہ بھلائی ہو جسے وہ دوسروں کی تعلیم، خیر خواہی اور ارادت واجتہاد کے لیے حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے وہ بندہ مبارک ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ متبارک ہے (برکت والا ہے) کیونکہ تمام کی تمام برکت اسی کی طرف سے ہوتی ہے پس اس کا بندہ مبارک اور وہ متبارک ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا. (الفرقان:۱)

وہ ذات برکت والی ہے جس نے اپنے بندے پر فرق کرنے والی کتاب اتاری تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے ڈرسنانے والا ہو (یا ڈرسنانے والی ہو)۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (الملک:۱)

وہ ذات برکت والی ہے جس کے قبضہ قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چاہے پر قادر ہے۔

عنقریب ہم اس معنیٰ کی طرف رجوع کریں گے۔

ایک جماعت نے صلوٰۃ کی رحمت کے ساتھ تفسیر کو رد کرتے ہوئے کہا کہ رحمت کا معنیٰ طبیعت کی نرمی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے جس طرح اس کی طرف سے دعا محال ہے تو اس نے جو یہ بات کہی ہے تو یہ جہمی (فرقہ ہے) کی رگ کا پسینہ ہے جو اس کے دل سے زبان پر آیا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انکار کرتا ہے اور جہم (ابن صفوان) جب جذامی (کوڑھی) کی طرف جاتا اور کہتا تھا ارحم الراحمین یہ کام کرتا ہے تو یہ اللہ سبحانہ کی رحمت کا انکار ہے۔

اس قائل کا یہ گمان اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکرین کا شبہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ارادہ نفس کی حرکت کا نام ہے' جو اس (نفس) کے لیے نفع بخش چیز کو لاتا اور نقصان دہ چیز کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے لہٰذا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔

اور غضب کا مطلب انتقام کے لیے دل کے خون کا جوش مارنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پس اس کے لیے غضب کی صفت بھی نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حیات' کلام اور تمام صفات کے سلسلے میں اسی باطل مسلک پر چلے اور یہ سب سے بڑا باطل ہے کیونکہ وہ صف کے مسمیٰ میں مخلوق کے خصائص کا اعتبار کرتا ہے' پھر خالق سے ان تمام صفات کی نفی کرتا ہے اور یہ انتہائی درجہ کا دھوکہ اور گمراہ کن طریقہ ہے کیونکہ اس نے صفت میں جس خصوصیت کا اعتبار کیا وہ اس میں ذاتی طور پر ثابت نہیں بلکہ مخلوق کی طرف اضافت کرتے ہوئے ثابت ہے جو ممکن ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ صفات مخلوق کے خصائص کی خالق سے نفی اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ سے اصل صفت کی نفی ہو جائے اور یہ بات بھی نہیں کہ اگر اصل صفت کو اللہ کے لیے ثابت کیا جائے تو اس سے مخلوق کے خصائص اس کے لیے ثابت ہوں گے جس طرح اللہ تعالیٰ سے نقائص اور تشبیہ وغیرہ۔ ایسی صفات کی نفی سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ مخلوق کی صفت سے بھی اس (نقص وغیرہ) کی نفی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے وجوب' قدیم

ہونا اور کمال کا ثبوت اس بات کا متقاضی نہیں کہ یہ صفات مخلوق کے لیے بھی ثابت ہوں۔

اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ خالق و مخلوق دونوں پر ایک صفت کا اطلاق ہو رہا ہے مثلاً حیات اور علم ہے تو بندے کی حیات کو ایسی آفات لاحق ہوتی ہیں جو اس کی ضد ہیں مثلاً نیند' مرض اور موت' اسی طرح اس کے علم کو نسیان اور جہالت جو علم کی ضد ہے پیش آتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ کی حیات اور علم میں یہ باتیں محال ہیں تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے علم اور حیات کی نفی ان عوارض کی وجہ سے کرتا ہے جو مخلوق کی حیات و علم کو پیش آتی ہیں تو وہ باطل راہ اختیار کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس علم کی نفی کرنے والے کی نفی جیسی بات ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے رحمت کی نفی اس لیے کرتا ہے کہ مخلوق کی رحمت میں طبیعت کی نرمی کا معنیٰ پایا جاتا ہے اور وہم کرنے والا یہ وہم کرتا ہے کہ رحمت کا تصور صرف اسی صورت میں ہوتا تو یہ اس وہم کرنے والے کے وہم کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم' حیات اور ارادہ اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے جب مخلوق کے خصائص کے ساتھ ہوں۔

اس غلطی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مخلوق کی صفت جو اس کے ساتھ خاص ہے' پہلے اس کا وہم کیا گیا اور یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا ثابت کرنا اسی قید کے ساتھ ہے اور یہ دونوں وہم باطل ہیں کیونکہ وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اس کی طرف مضاف ہے' اس میں مخلوق کے خصائص میں سے کسی بات کا وہم نہیں ہو سکتا۔ نہ تو اس کے لفظ میں اور نہ ہی اس کے معنیٰ کے ثبوت میں۔ اور جو شخص اس باطل خیال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی نفی کرتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمالیہ کی نفی لازم آتی ہے کیونکہ اس سے تو مخلوق کی صفت ہی کبھی جا سکتی ہے بلکہ اس سے تو ذات خداوندی کی نفی بھی لازم آتی ہے کیونکہ مخلوق کی ذاتوں کے علاوہ کوئی ذات عقل میں نہیں آتی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں اور اس باطل عقیدے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے شبیہ ثابت کرنے) کو ان اہل تعطیل [1] میں سے حد سے بڑھنے والوں نے

[1] اہل تعطیل یا فرقہ معطلہ وہ فرقہ ہے جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کو معاذ اللہ معطل سمجھا جاتا ہے کہ اس نے عقل اول کو پیدا کیا' پھر عقل ثانی کو حتیٰ کہ دسویں عقل کو پیدا کیا اور وہ فعال ہے اور وہی نظام عالم کو چلاتی ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اختیار کیا اور جب نفی کرنے والے نے نفی میں حد سے تجاوز کیا تو اس کے قول میں سخت تناقض ہے اور اس کا بطلان زیادہ ظاہر ہے اور یہ عقل صحیح کے معیار پر نہیں اترتا اور اس کی تکذیب صرف اسی بات سے ہو سکتی ہے جسے رسل عظام علیہم السلام لے کر آئے ہیں۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ. (الصافات: ۱۵۹ـ۱۶۰)	اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں البتہ اللہ کے مخلص بندے یہ باتیں نہیں کہتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اپنی پاکیزگی بیان کی جو اس کے مخلص بندوں کے علاوہ لوگ اس سے منسوب کرتے ہیں اور مخلص بندوں سے مراد رسل عظام اور ان کی اتباع کرنے والے لوگ ہیں۔

جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصافات: ۱۸۰ـ۱۸۲)	تمہارا رب ان باتوں سے پاک ہے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان (باطل) باتوں سے اپنی پاکیزگی بیان کی جو وہ لوگ کہتے ہیں اور رسولوں پر سلام بھیجا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نقص اور عیب ثابت نہیں کرتے جو دوسرے لوگ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد بیان کی کیونکہ صفات کمالیہ جن کی وجہ سے حمد کا استحقاق حاصل ہوتا ہے ان سے صرف وہی موصوف ہے نیز وہی ہر نقص سے پاک ہے جو اس کے کمال حمد کے منافی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری فصل

نبی اکرم ﷺ کے اسمِ گرامی کا معنیٰ اور اس کا اشتقاق

اسم محمد کا معنیٰ

نبی اکرم ﷺ کا یہ اسم گرامی (محمد ﷺ) آپ کے تمام ناموں میں سے زیادہ مشہور ہے اور یہ نام "حمد" سے منقول ہے اور اصل میں یہ حمد سے اسم مفعول ہے اور یہ اس بات کو متضمن ہے کہ محمود کی تعریف کی جائے' اس سے محبت اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

حقیقت حمد یہی ہے اور یہ "مُفَعَّل" کے وزن پر ہے جیسے معظم' محبب' مسود' مبجل وغیرہ۔

کیونکہ یہ وزن تکثیر (کثرت کا معنیٰ دینے) کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اگر اس سے اسم فاعل مشتق ہو تو معنیٰ یہ ہو کہ وہ ذات جس سے فعل کا صادر ہونا بار بار اور کثرت سے ہو جیسے معلم' مفھم' مبین' مخلص اور مفرج وغیرہ۔

اور اگر اس سے اسم مفعول مشتق ہو تو معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ شخص جس پر فعل کا تکرار کثرت سے ہوا یا تو استحقاق کے طریقے پر یا وقوع کی صورت میں۔ پس محمد وہ ہے کہ حمد کرنے والوں کی حمد اس کے لیے بار بار اور کثرت سے ہوئی یا وہ ذات ہے جس کو اس بات کا حق حاصل ہو کہ بار بار اس کی تعریف کی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ حمد فھو محمد جیسے کہا جاتا ہے علم فھو معلم تو یہ علم (نام) اور وصف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے حق میں دو باتیں جمع ہوئیں۔ اگرچہ یہ ان بے شمار لوگوں کے حق میں خاص علم ہے جن کا نام محمد ہے (یعنی حضور علیہ السلام کے علاوہ جن لوگوں کا نام محمد ہے تو ان کے حق میں یہ محض علم ہے جب کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم کے ساتھ ساتھ وصف بھی ہے۔ ۱۲ ہزاروی)۔

اسمائے مبارکہ کی اوصاف پر دلالت

اللہ تعالیٰ کے ناموں' اس کی کتابوں کے ناموں اور انبیاء کرام کے اسماء مبارکہ کی یہی شان ہے کہ یہ اعلام (نام) ان معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں جو ان کے اوصاف ہیں پس ان میں علمیت' وصف کی ضد نہیں جب کہ مخلوق کے دیگر اسماء کا معاملہ اس کے برعکس ہے (ان میں معانی و اوصاف کا اعتبار نہیں)۔

پس اللہ تعالیٰ اللہ ہے خالق' باری' مصور اور قہار ہے تو یہ اسماء ایسے معانی پر دلالت کرتے ہیں جو اس کی صفات ہیں۔ اسی طرح قرآن' فرقان اور کتاب مبین وغیرہ نام' اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔

یونہی نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی' محمد' احمد اور ماحی وغیرہ (صفات پر دلالت کرتے ہیں)۔

(۱۵۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ به الکفر.

بے شک میرے کچھ اسماء (مبارکہ) ہیں میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔

صحیح بخاری (۳۵۳۲_۴۸۹۶) صحیح مسلم (۲۳۵۴) جامع ترمذی (۲۴۸۰) ابن حبان (۶۳۱۳) مصنف عبدالرزاق (۱۹۶۵۷) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۸۰_۸۴) بروایت حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔

تو رسول اکرم ﷺ نے یہ اسمائے مبارکہ ذکر کر کے اس فضیلت کو بیان کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر عطا فرمائی اور آپ نے ان کے معانی کی طرف بھی اشارہ فرمایا ورنہ اگر یہ محض نام ہوں' ان کا کوئی معنیٰ نہ ہوتا تو یہ مدح (تعریف) پر دلالت نہ کرتے۔ اسی لیے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذو العرش محمود وھذا محمد

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ کے نام کو نکالا تاکہ وہ آپ کو عظمت

عطا کرے' پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد (ﷺ) ہیں''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام نام' اسمائے مدح ہیں اگر یہ محض الفاظ ہوتے' ان کے کوئی معانی نہ ہوتے تو یہ مدح پر دلالت نہ کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسمائے حسنیٰ قرار دیا پس ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (الاعراف: ۱۸۰)

اور اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں پس تم اسے ان ناموں کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں دین سے نکل جاتے ہیں' عنقریب ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو یہ (اسماء) محض لفظ کی وجہ سے حسنیٰ نہیں ہو سکتے بلکہ اس لیے اسماء حسنیٰ کہلاتے ہیں کہ اوصاف کمال پر دلالت کرتے ہیں اسی لیے بعض اہل عرب نے جب کسی شخص کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (اس نے پڑھا):

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (المائدہ: ۳۸)

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کسب (چوری) کا بدلہ ہے' سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)۔

اس نے کہا یہ (واللہ غفور رحیم) اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ پڑھنے والے نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں پس اس (قاری) نے دوبارہ یاد کیا تو پڑھا ''واللہ عزیز حکیم'' ''اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

تو اعرابی نے کہا: تم نے سچ کہا' وہ (اللہ تعالیٰ) غالب ہے پس اس نے حکم دیا تو ہاتھ کاٹا گیا اور اگر وہ بخش دیتا اور رحم فرماتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا۔

اسی لیے جب آیت رحمت عذاب کے نام سے ختم ہو یا اس کے برعکس ہو تو کلام میں اختلاف اور اس کا منظم نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

(۱۵۳) سنن کی حدیث میں ہے' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قراء ة القران علی سبعة احرف. قرآن مجید کی قرأت سات طریقوں پر ہے۔

پھر فرمایا:

لیس منهن الا شاف کاف ان قلت سمیعا علیما عزیزا حکیما مالم تختم اية العذاب برحمة او اية رحمة بعذاب. سنن ابوداؤد (۱۴۷۷) مسند امام احمد (ج ۵ ص ۱۲۴) بروایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے' اگر تم سمیع علیم کی جگہ عزیز اور حکیم کہو (تو کوئی ڈر نہیں) جب تک آیت عذاب کو رحمت (کے لفظ) پر اور آیت رحمت کو (لفظ) عذاب پر ختم نہ کرو۔

اگر یہ اسماء محض نام ہوتے' ان کا کوئی معنی نہ ہوتا تو آیت کے اختتام میں کوئی فرق نہ ہوتا جس لفظ پر بھی ختم کریں۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور اپنے افعال اپنے اسمائے مبارکہ سے منسوب کرتا ہے' اگر ان اسماء کا کوئی معنی نہ ہوتا تو یہ نسبت اور علت صحیح نہ ہوتی۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. (نوح: ۱۰)

اپنے رب سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (البقرہ: ۲۲۶)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسمیں کھاتے ہیں' وہ چار مہینے انتظار کریں' اگر رجوع کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (البقرہ: ۲۲۷)

اور اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

پس رجوع کا حکم (جسے فاء وا کہا گیا) عورت کی رضا اور اس پر احسان پر ختم کیا' کیونکہ

اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے اور وہ اپنے بندے پر مغفرت اور رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ اب بندہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے تو جس طرح بندے نے نہایت اچھے کام کی طرف رجوع کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف مغفرت اور رحمت کے ذریعے رجوع فرمایا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" (ترجمہ وحوالہ گذر چکا ہے)۔

تو جب طلاق کا لفظ سنا جاتا اور اس کے معنی کا قصد کیا جاتا ہے تو اس کے بعد اسم مبارک "السمیع" لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے اور اسم مبارک علیم مضمون (معنی) کا اعتبار کرتے ہوئے ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ. (البقرہ: ۲۳۵)

اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو' اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کو یاد کرو گے ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ عورت کو منگنی کا پیغام دینے کے لیے اشارے سے کام لیا جائے اور ایسا لفظ بولا جائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس شخص کے دل میں اس کی رغبت ہے اور اس (عورت) سے محبت ہے اور اسی بات نے اسے اس کام پر برانگیختہ کیا جس کے ذریعے وہ اس سے نکاح تک پہنچ سکتا ہے' یہ بھی بتایا کہ اشارے کنائے کی بات میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس کے دل میں میلان اور محبت ہے اور پوشیدہ معاہدہ سے منع فرمایا تو کہا گیا کہ اس سے نکاح مراد ہے۔ پس معنی یہ ہوا کہ ان سے نکاح کے لیے واضح الفاظ استعمال

نہ کرو بلکہ ایسا لفظ استعمال کرو جس میں اس کی طرف اشارہ ہو اور وہ قول معروف ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس عورت کی عدت کے دوران اس سے پوشیدہ طور پر نکاح کرے جب عدت ختم ہو جائے تو نکاح کو ظاہر کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: "وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ" (ترجمہ و حوالہ گذر چکا ہے)۔

اجل کے پورا ہونے سے مراد عدت کا پورا ہونا ہے۔

اور جن لوگوں نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے انہوں نے فرمایا کہ آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ اشارے کنائے کی صورت کو جائز قرار دیا گیا کیونکہ اس میں جناح (حرج) کی نفی کی گئی ہے اور تصریح (واضح الفاظ) کو حرام قرار دیا کیونکہ پوشیدہ معاہدے سے منع کیا گیا نیز عدت کے ختم ہونے سے پہلے نکاح کو حرام قرار دیا گیا' اگر پوشیدہ وعدے سے مراد پوشیدہ عقد ہوتا تو یہ تکرار ہوتا (عقد دوبار ہوتا)۔

اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے:

"وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ" (ترجمہ و حوالہ گذر چکا ہے)۔
یعنی تمہارے لیے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے آگے بڑھنے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی مطلع ہے جو تم چھپاتے ہو اور اس پر بھی جو تم ظاہر کرتے ہو۔

پھر ارشاد فرمایا: وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (حوالہ و ترجمہ گزر چکا ہے) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور حلم (بردباری) نہ ہوتی تو تم سخت مشقت میں پڑ جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تم پر مطلع ہے' تمہارے دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے اعمال کا بھی علم رکھتا ہے' تمہیں جن کاموں سے اس نے روکا ہے اگر ان میں سے کسی عمل میں پڑ جاؤ تو توبہ اور طلب مغفرت میں جلدی کرو' بے شک وہ غفور (بخشنے والا) حلم والا ہے۔

تو قرآن مجید کا یہی طریقہ ہے۔ وہ امید کے اسماء اور خوف دلانے کے اسماء کو جمع کرتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (المائدہ: ۹۸)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اہل جنت کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ. (الفاطر: ۳۴)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہم سے غم کو لے گیا' بے شک ہمارا رب البتہ بہت بخشنے والا' شکر کا بدلہ دینے والا ہے (اعمال کو قبول کرنے والا ہے)۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخشتے ہوئے ان کو عزت بخشی اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمایا تو انہوں نے کہا "ان ربنا لغفور شکور"۔

تو اس میں سبب ہونے کا معنیٰ پایا جاتا ہے یعنی اس کے بخشنے اور قبولیت کی وجہ سے ہم عزت والے گھر (جنت) تک پہنچے کیونکہ اس نے ہمارے گناہوں کو بخشا اور ہماری نیکیوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اور ارشاد خداوندی ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا. (النساء: ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ شکر کا بدلہ دینے والا جاننے والا ہے۔

تو یہاں شکر کا بدلہ ہے یعنی اگر تم اپنے رب کا شکر ادا کرو تو وہ شکر کی جزاء عطا کرے گا اور وہ تمہارے شکر کو خوب جاننے والا ہے' اس پر شکر کرنے والے اور ناشکری کرنے والے پوشیدہ نہیں ہیں۔

قرآن مجید اس قسم کی باتوں سے بھرا پڑا ہے اور مقصود اس سے آگاہ کرنا ہے نیز اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ سے اس کی توحید (کے ثبوت) اور اس سے شریک کی نفی پر استدلال کیا جاتا ہے۔ پس اگر اس کے اسماء کا کوئی معنیٰ نہ ہوتا تو یہ اس (مفہوم) پر دلالت نہ کرتے جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں سے فرمایا تھا:

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ. (طٰہٰ: ۹۰)

اے میری قوم! تم اس کے ذریعے آزمائے گئے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے۔

اور اسی سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا. (طٰہٰ: ۹۸)

بے شک تمہارا معبود اللہ ہے' جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. (آل عمران:۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمن رحیم ہے۔

اور سورۂ حشر کے آخر میں فرمایا:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الحشر:۲۲-۲۳)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھتا ہے' وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بادشاہ ہے' نہایت پاک ہے' سلامتی اور امن دینے والا' حفاظت فرمانے والا' عزت والا (غالب) عظمت اور بڑائی والا ہے' وہ مشرکین کی باتوں سے پاک ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شرک سے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی اور اس سے پہلے ان اسمائے حسنہ کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی جو اس کی توحید کا تقاضا کرتے ہیں اور بتایا کہ اس کے لیے شریک ثابت کرنا محال ہے۔

تو جو شخص قرآن مجید میں اس معنی پر غور کرے گا تو وہ اس کے ذریعے علم کے ایسے باغ میں اترے گا جسے اللہ تعالیٰ نے جھوٹے' اللہ کی کتاب سے اعراض کرنے والے سے محفوظ رکھا۔ نیز اس کو قرآن مجید سے ہدایت حاصل ہو گی اور اگر ہماری اس کتاب میں صرف فضیلت کا ذکر ہی ہوتا تو ذوق و معرفت والوں کے لیے کافی ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ معمولات یعنی ظروف اور جار مجرور وغیرہ کو اپنے اسمائے مبارکہ سے متعلق کرتا ہے۔ اگر یہ محض نام ہوتے تو اس میں یہ بات صحیح نہ ہوتی۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (الحجرات:۱۶)

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور فرمایا:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ. (الجمعہ:۷)

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ. (آل عمران:۶۳)

پس بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا. (الفرقان:۴۳)

اور وہ مومنوں پر مہربان ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (التوبہ:۱۱۷)

وہ ان پر مہربان رحم والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (آل عمران:۱۸۹)

اور اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ. (البقرہ:۱۹)

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

نیز فرمایا:

وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا. (النساء:۳۹)

اور اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔

یہی ارشاد فرمایا:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا. (الکہف:۴۵)

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (ھود:۱۱۱)

بے شک وہ ان کے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (الحجرات:۱۸)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ. (الشوریٰ ۲۷) بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا' ان کو دیکھنے والا ہے۔

اور اس کے لیے بے شمار مثالیں ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اسمائے مبارکہ کو ان صفاتِ کمالیہ پر دلیل بناتا ہے جس کا منکرین انکار کرتے ہیں۔ جیسے ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ. (الملک ۱٤) کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت لطیف خبر رکھنے والا ہے۔

غور و فکر کرنے والوں نے ان اسماء میں اختلاف کیا کہ آیا یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں؟ کیونکہ انہوں نے ان کے معانی میں اختلاف دیکھا نیز یہ کہ ہر اسم اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جس پر دوسرا علم دلالت نہیں کرتا۔

یا یہ مترادف ہیں کیونکہ یہ ایک ہی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور ان کا مدلول متعدد نہیں ہے اور مترادفات کی شان یہی ہے اور یہ محض لفظی نزاع ہے (مطلب یہ کہ اسماء متعدد ہیں مسمّٰی ایک ہے)۔

تحقیق کے طور پر یوں کہا جائے گا کہ ذاتی اعتبار سے یہ مترادف ہیں اور صفات کا لحاظ کریں تو ایک دوسرے کے خلاف (متباین) ہیں۔

اور ان میں سے ہر اسم اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو اس صفت سے موصوف ہے اور یہ دلالت مطابقی ہے اور ان دو میں سے ایک پر دلالت تضمنی کے ساتھ اور دوسری صفت پر دلالت التزامی کے طور پر دلالت کرتا ہے۔ [1]

---

[1] دلالت مطابقی وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے پورے معنیٰ موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر' دلالت تضمنی وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جو اپنے معنیٰ موضوع لہ کی جز پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت فقط حیوان یا فقط ناطق پر' دلالت التزامی وہ دلالت ہے جو اپنے موضوع لہ کے خارج لازم پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت قابلِ علم ہونے پر۔ ۱۲ ہزاروی

فصل چہارم

مقامِ حمدِ مصطفیٰ ﷺ

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کا رسول اکرم ﷺ کو اس اسم گرامی (محمد ﷺ) کے ساتھ موسوم کرنا اس لیے ہے کہ مسمّٰی (آپ کی ذاتِ کریمہ) میں یہ معنی (حمد) پایا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں محمود ہیں' فرشتوں کے نزدیک بھی محمود ہیں' اپنے بھائیوں یعنی رسولوں کے نزدیک بھی محمود ہیں اور تمام اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں اگرچہ ان میں سے بعض نے آپ کا انکار کیا کیونکہ آپ کے اندر جو بھی صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں وہ تمام عقلمندوں کے نزدیک محمود ہیں اگرچہ کسی کی عقل انکار یا دشمنی یا جہالت کی وجہ سے منکر ہو۔ جاہل کی صورت تو یہ ہے کہ اگر اسے اس بات کا علم ہو کہ آپ صفت حمد سے موصوف ہیں تو وہ ضرور آپ کی تعریف کرے کیونکہ وہ ہر ایسے شخص کی تعریف کرتا ہے جو صفات کمال سے موصوف ہو جب کہ آپ کی ذات میں اس صفت کے پائے جانے سے وہ بے علم ہے پس حقیقت میں وہ آپ کی تعریف کر رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اسم محمد اس خصوصیت کے ساتھ حاصل ہے جو کسی دوسرے میں نہیں کیونکہ آپ کا اسم گرامی محمد اور احمد ہے اور آپ کی امت حمادون ہے (بہت تعریف کرنے والے) وہ خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں' آپ کی نماز اور آپ کی امت کی نماز "الحمد" سے شروع ہوتی ہے' خطبہ کے شروع میں حمد ہے' قرآن مجید کا آغاز حمد سے ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں ہے کہ آپ کے خلفاء اور صحابہ کرام کتب لکھتے وقت حمد سے آغاز کریں گے' قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا' جب آپ اپنے رب کے سامنے شفاعت کے لیے سجدہ ریز ہوں گے اور آپ کو اس کی اجازت دی جائے گی تو آپ ایسے کلمات حمد کے ساتھ اپنے رب کی حمد کریں گے جو کلمات اس وقت آپ پر کھولے جائیں گے' آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے جس پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو (پڑھو)

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. (الاسراء: ۷۹)

یہ خاص تمہارے لیے زائد ہے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

اور جو شخص مقام محمود سے آگاہی چاہتا ہے تو وہ اس سورت کی تفسیر میں صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال پڑھے جس طرح تفسیر ابن ابی حاتم' تفسیر ابن جریر اور عبد بن حمید کی تفسیر اور اس کے علاوہ تفاسیر دیکھے۔

جب آپ اس مقام پر کھڑے ہوں گے تو وہاں کھڑے تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے ان میں مسلمان بھی ہوں گے اور کافر بھی' پہلے بھی اور پچھلے بھی' اور نبی اکرم ﷺ اس لیے محمد (قابل تعریف) ہیں کہ آپ نے زمین کو ہدایت' ایمان' علم نافع اور عمل صالح سے بھر دیا' اس علم کے ذریعے دلوں کو کھول دیا' زمین والوں سے اندھیرا دور کر دیا اور شیطانی جال سے بچا لیا نیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے' اس کا انکار کرنے اور اس سے بے علم رہنے سے بچایا حتیٰ کہ اس کے ذریعے آپ کی اتباع کرنے والوں نے دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کیا کیونکہ آپ کی رسالت نے زمین والوں کو ان کی حاجت سے بھی زیادہ کفایت کیا' وہ لوگ بتوں' صلیبوں' آگ اور ستاروں کی پوجا کرنے والے تھے' کچھ لوگ ایسے تھے جن پر غضب کیا گیا' وہ اپنے رب کی طرف سے غضب کے مستحق ہوئے اور کچھ لوگ ایسے حیران تھے کہ وہ اپنے رب کو پہچان نہیں سکتے تھے' جس کی عبادت کریں اور اس کی عبادت کس طرح کریں' لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے' جو اچھا سلوک کرتے اسے دعوت دیتے اور مخالفت کرنے والوں سے لڑتے' زمین میں ایک قدم کے برابر جگہ بھی ایسی نہ تھی جو نور رسالت سے روشن ہوا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو دیکھا اور عرب و عجم سب سے بیزاری دکھائی مگر جو دین صحیح پر قائم تھے۔

تو آپ کے ذریعے شہروں اور بندوں کی مدد فرمائی' آپ کے ذریعے ان اندھیروں کو دور کیا اور مخلوق کو مرنے کے بعد زندہ کیا' آپ کے ذریعے گمراہی کی جگہ ہدایت دی اور جہالت کی جگہ علم عطا فرمایا' ان کو قلت کے بعد کثرت عطا کی' ذلت کے بعد عزت بھی آپ کے باعث عطا کی' محتاجی کے بعد مالدار کیا' اندھی آنکھوں کو آپ کے ذریعے کھولا' بہرے کانوں کو سنایا' بند دلوں کو کھول دیا' پس لوگوں نے اپنے رب اور اپنے معبود کو پہچان لیا جس

قدر وہ اس کی معرفت حاصل کر سکتے تھے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ' صفات' افعال اور احکام کا ذکر کیا اور بار بار بیان کیا حتیٰ کہ اس کے مومن بندوں کے دلوں میں اس کی معرفت روشن و واضح ہو گئی اور شک و شبہ کے بادل اس طرح چھٹ گئے جس طرح روشن رات میں چودھویں کا چاند واضح نظر آتا ہے اور آپ نے امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کوئی حاجت نہ چھوڑی' نہ پہلے اور نہ بعد میں بلکہ ان کے لیے کافی و شافی طریقے سے بیان فرمایا اور اس باب میں گفتگو کرنے والے ہر شخص سے بے نیاز کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ. (العنکبوت: ۵۱)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ بے شک ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور ذکر ہے ایمان والی قوم کے لیے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی مراسیل (مرسل روایات) میں نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا۔

(۱۵۴) آپ نے کسی صحابی کے ہاتھ میں تورات کا ایک حصہ دیکھا تو فرمایا:

كفى بقوم ضلالة ان يتبعوا كتابا غير كتابهم انزل على غير نبيهم.

مراسیل ابوداؤد (۴۱۶) بروایت یحییٰ بن جعدہ

کسی قوم کی گمراہی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنی کتاب کو چھوڑ کر غیروں کی کتاب کی اتباع کریں جو ان کے نبی کے علاوہ پر نازل ہوئی۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی۔

یہ اس شخص کا حال ہے جو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ (کسی نبی) پر نازل شدہ کتاب سے دین حاصل کرتا ہے تو جو شخص کسی کی عقل سے دین حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا کیا حال ہو گا اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام پر مقدم کرتا ہے۔ [1]

---

[1] اگر اس سے فقہ اور تقلید کی طرف اشارہ ہے تو یہ نہایت قبیح اشارہ ہے کیونکہ فقہاء کرام کا اجتہاد قرآن و سنت سے حاصل ہوا اور وہ در حقیقت قرآن و حدیث پر ہی عمل ہے اور اگر فقہ کے علاوہ مراد ہے تو یہ بات درست ہے کہ قرآن و حدیث سے کسی کا کلام مقدم نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ ہزاروی

نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو وہ راستہ بتایا جو ان کو ان کے رب اس کی رضا اور اس کے عزت والے گھر تک پہنچاتا ہے۔ آپ نے ہر اچھے کام کا حکم دیا اور ہر بُرے کام سے روکا۔

(۱۵۵) جس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما ترکت من شیء یقربکم الی الجنة الا وقد امرتکم به ولا من شیء یقربکم الی النار الا وقد نهیتکم عنه. مجمع الزوائد (ج ۸ ص ۲۶۳)

میں نے کوئی ایسا عمل نہیں چھوڑا جو تمہیں جنت کے قریب کرتا ہے مگر میں نے اس کا تمہیں حکم دیا اور نہ کسی ایسے عمل کو چھوڑا جو تمہیں جہنم کے قریب کرتا ہے مگر میں نے تمہیں اس سے روکا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو کوئی ایسا پرندہ نہیں جو فضا میں اپنے پروں کو بدلتا ہے مگر ہمیں اس کا علم دے دیا۔

مسند امام احمد (ج ۵ ص ۱۹۲)

ان کی اپنے رب کے ہاں حاضری کے بعد ان کی حالت کی اچھی طرح معرفت عطا کر دی پس معاملہ واضح کر دیا اور کھول دیا اور علم نافع جو بندوں کو ان کے رب کے قریب کرتا ہے اس کا ہر دروازہ کھول دیا اور ہر مشکل کو حل کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بندوں کو گمراہی کے بدلے ہدایت دی اور آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے بیماریوں سے شفا عطا فرمائی نیز ان دلوں کی مدد کرتے ہوئے ان کو جہالت سے بچایا تو کون سا انسان ہے جو نبی اکرم ﷺ سے زیادہ تعریف کے لائق ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے۔

دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اپنے عموم پر ہے اور اس بنیاد پر اس میں دو صورتیں ہیں۔

حضور علیہ السلام رحمۃ للعالمین

۱۔ تمام عالمین کو آپ کی رسالت سے نفع حاصل ہوتا ہے جہاں تک آپ کی اتباع کرنے

والوں کا تعلق ہے تو انہوں نے اس رحمت کے باعث دنیا اور آخرت کی عزت حاصل کی اور آپ کے دشمن جو آپ سے لڑتے تھے تو ان میں سے جو جلدی قتل ہوئے اور ان کو موت آ گئی تو یہ ان کے لیے ان کی زندگی سے بہتر ہے کیونکہ ان کی زندگی میں اضافہ آخرت میں ان پر عذاب کی سختی کا باعث ہے اور ان پر بدبختی لکھ دی گئی۔ پس ان کے لیے موت کا جلدی آنا ان کی کفر میں گزرنے والی طویل زندگی سے بہتر ہے اور جن لوگوں سے آپ کے معاہدے ہوئے تو انہوں نے دنیا میں آپ کے ساتھ اور عہد و پیمان کے تحت زندگی گزاری اور اس معاہدے کی وجہ سے محاربین کے مقابلے میں ان کا شر کم تھا۔

اور جہاں تک منافقین کا تعلق ہے تو ان کے اظہار ایمان کی وجہ سے ان کے خون، مال اور اہل و عیال محفوظ ہو گئے، ان کا احترام ہوا اور ان پر مسلمانوں والے احکام مثلاً باہم وارث ہونا وغیرہ جاری ہوئے اور جو گروہ آپ سے دور تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کی وجہ سے تمام اہل زمین سے عذاب اٹھا لیا، پس آپ کی رسالت سے تمام عالمین کو نفع پہنچا۔

۲۔ آپ ﷺ ہر ایک کے لیے رحمت ہیں لیکن مؤمنوں نے اس رحمت کو قبول کیا اور اس سے دنیا اور آخرت میں نفع حاصل کیا اور کفار نے اسے رد کر دیا تو اس سے آپ کا ان کے لیے رحمت ہونا ختم نہیں ہوا لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ اس مرض کی یہ دوا ہے تو اگر کوئی اسے استعمال نہ کرے تو وہ پھر بھی دوا ہی رہتی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کی تعریف کا باعث وہ مکارم اخلاق اور اچھی خصلتیں ہیں جن پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا کیونکہ جو شخص آپ کے اخلاق اور خصلتوں کو دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اچھے اخلاق ہیں۔ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ اخلاق کا علم رکھنے والے، سب سے بڑے امانت دار، سب سے زیادہ سچے، سب سے بڑے سخی، سب سے زیادہ برداشت کرنے والے اور سب سے زیادہ معاف کرنے والے اور بخش دینے والے ہیں۔ شدید جہالت سے بھی آپ کی

بردباری میں ہی اضافہ ہوتا تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (صحیح البخاری) میں روایت کیا۔

(۱۵٦) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ تورات میں نبی اکرم ﷺ کا وصف یوں بیان ہوا:

محمد عبدی ورسولی سمیته المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر ولن اقبضه حتی اقیم به الملة العوجاء وافتح به اعینا عمیا و اذا نا صما و قلوبا غلفا حتی یقولوا لا اله الا الله.

صحیح بخاری حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث (٤٨٣٨)

حضرت محمد (ﷺ) میرے بندے اور میرے رسول ہیں' میں نے ان کا نام متوکل رکھا' وہ نہ تو سخت دل ہیں اور نہ ہی سخت زبان اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے' آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کرتے اور بخش دیتے ہیں اور میں ہرگز ان کی روح کو قبض نہیں کروں گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دوں اور ان کے ذریعے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردے میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھول دوں (اور) حتیٰ کہ وہ کہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ ﷺ مخلوق پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور سب سے بڑے مہربان ہیں' مخلوق کو ان کے دین اور دنیا کے حوالے سے سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں' تمام مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح ہیں' مختصر الفاظ جو مراد پر دلالت کرنے والے ہیں' کے ذریعے کثیر معانی کی سب سے اچھی تعبیر کرنے والے' صبر کے مقامات میں سب سے زیادہ صابر' ملاقات کی جگہوں میں سب سے زیادہ سچے' عہد و پیمان کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے' بھلائی کا کئی گنا بدلہ دینے والوں میں عظیم ترین انسان' سب سے زیادہ متواضع' اپنے نفس پر سب سے زیادہ ترجیح دینے والے' اپنے اصحاب کے سب سے زیادہ مشکلات کو دور کرنے والے حامی اور دفاع کرنے والے' جس بات کا حکم دیتے ہیں اس پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور جن کاموں سے روکتے ہیں ان کو سب سے زیادہ چھوڑنے والے' مخلوق

میں سب سے زیادہ صلہ رحم اور آپ کسی شاعر کے اس قول کے زیادہ مستحق ہیں:

برد علی الادنی ومرحمة
وعلی الاعادی مازن جلد

''کمزور اور عاجز لوگوں کے لیے ٹھنڈک اور رحمت اور سخت دشمنوں پر بھی باران کرم ہیں''۔

(۱۵۷) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس صدرا واصدقهم لهجة والينهم عريكة واكرمهم عشرة من راه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ارقبله ولا بعده مثله ﷺ. (شمائل ترمذی)

رسول اکرم ﷺ سینہ مبارکہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ سخی' لہجے اور گفتگو کے حوالے سے سب سے زیادہ سچے' طبیعت میں سب سے زیادہ نرم' باہمی تعلقات میں سب سے زیادہ کریم تھے جو آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ سے خوف زدہ ہو جاتا اور جو آپ سے گھل مل جاتا اور آپ کو پہچان لیتا' وہ آپ سے محبت کرتا' آپ کا وصف بیان کرنے والے نے کہا: میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

تو آپ کا قول ''کان اجود الناس صدرا'' تو اس سے دل کی نیکی اور آپ کی بھلائی کی کثرت مراد لی ہے' اس سینہ اقدس سے خیر کے چشمے پھوٹتے تھے اور وہ دل ہر اچھے خلق اور ہر اچھی بھلائی پر مشتمل تھا جس طرح بعض اہل علم نے کہا:

لیس فی الدنیا کلها محل کان اكثر خيرا من صدر رسول الله ﷺ قد جمع الخير بحذافيره واودع فی صدره ﷺ.

پوری دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں جس میں رسول اکرم ﷺ کے سینہ مبارکہ سے زیادہ بھلائی ہو اور تمام کی تمام بھلائی جمع کر کے آپ ﷺ کے سینہ مبارکہ میں رکھ دی گئی۔

اور ان کا قول ''اصدق الناس لهجة'' تو یہ ایسی بات ہے جس کا اقرار آپ کے ان دشمنوں نے بھی کیا' جو آپ سے لڑتے تھے اور آپ کے کسی دشمن نے آپ سے ایک جھوٹ

بھی نہیں سنا' آپ کے تمام دوستوں کی شہادت تو ایک طرف رکھ دو۔ زمین والوں نے آپ سے طرح طرح کی لڑائی لڑی' ان میں مشرک بھی تھے اور اہل کتاب بھی' لیکن زمانہ بھر میں ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے آپ پر کسی چھوٹے یا بڑے جھوٹ کا الزام لگایا ہو۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجہل سے پوچھا اور وہ میرا ماموں تھا کہ اے ماموں! کیا تم لوگ حضرت محمد ﷺ پر آپ کے اس قول (اعلانِ نبوت) سے پہلے جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ اس نے کہا: اے بھانجے! اللہ کی قسم! حضرت محمد (ﷺ) جوانی کے عالم میں (بھی) ہم میں امین (کے لقب سے) پکارے جاتے تھے' جب ان پر بڑھاپا آ گیا تو وہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ میں نے کہا: اے ماموں! پھر تم ان کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا: اے بھتیجے! ہمارا اور بنو ہاشم کا شرف و بزرگی میں جھگڑا تھا' انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا' انہوں نے پلایا تو ہم نے بھی پلایا' انہوں نے پناہ دی تو ہم نے بھی پناہ دی اور جب ہم سواریوں پر زانو بہ زانو ہو کر بیٹھے اور ہم دو اسن رکھے ہوئے گھوڑوں کی طرح تھے' انہوں (نے کہا: ہم میں نبی ہیں تو ہم یہ منصب ان کے مقابلے کہاں سے لائیں؟ یا جیسا اس نے کہا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اور آپ پر آپ کے دشمنوں کی بات کو کمزور کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ○ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ.

(الانعام: ۳۳۔۳۴)

تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان لوگوں کی بات غمگین کرتی ہے تو بے شک وہ آپ کو نہیں جھلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھلایا گیا تو انہوں نے اس کو جھلانے پر صبر کیا حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آئی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کوئی بدل نہیں سکتا اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔

اور ان کا قول "الینھم عریکۃ" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نرم طبیعت ہیں' لوگوں کے قریب ہیں' جو آپ کو بلائے آپ اس کی دعوت کو قبول فرماتے ہیں' جو آپ سے طلب کرے اس کی حاجت کو پورا کرتے ہیں' سوال کرنے والے کی دلجوئی فرمانے والے ہیں' اسے محروم نہیں کرتے اور نہ ہی نامراد لوٹاتے ہیں۔ جب آپ کے صحابۂ کرام آپ سے کسی بات کا ارادہ کرتے تو آپ اس میں ان کی موافقت کرتے اور ان کے پیچھے چلتے اور جب آپ خود کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان کو چھوڑ کر خود ذاتی طور پر نہ کرتے بلکہ ان سے مشورہ لیتے' ان کی اچھی باتوں کو قبول کرتے اور ان کی ناپسندیدہ باتوں کو معاف کر دیتے۔

اور ان کا قول "اکرمھم عشرۃ" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ہم نشین سے مکمل' نہایت عمدہ اور اعزاز و اکرام والی مجلس اختیار کرتے' اس کے سامنے تیوری نہ چڑھاتے اور نہ اس سے سخت لہجے میں گفتگو کرتے اور نہ اس سے رخ موڑتے' اس کی زبان کی لغزش کا محاسبہ نہ کرتے اور نہ اس کی زیادتی کا مواخذہ فرماتے ہیں' بلکہ اپنے خاندان والوں سے (اور ہم مجلس لوگوں سے) نہایت احسان فرماتے' بہت زیادہ برداشت کرتے' آپ کا ان سے سلوک یہ تھا کہ ان کی طرف سے اذیت اور ظلم و زیادتی برداشت کرتے' ان میں سے کسی سے نہ تو جھگڑتے اور نہ ملامت کرتے اور نہ ہی ناپسند آنے والی بات ظاہر کرتے' جو آپ سے گھل مل جاتا وہ کہتا: میں ہی آپ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں کیونکہ وہ آپ کا لطف و کرم' قرب' توجہ' اپنے معاملے کا اہتمام دیکھتا اور یہ کہ آپ اس کے سامنے مسکراتے' اس سے احسان فرماتے اور اس کی زیادتی کو برداشت کرتے تو اس قسم کی ہم نشینی سے بڑھ کر کون سی مجلس زیادہ عزت و احترام والی ہو سکتی ہے۔

(۱۵۸) حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کی اپنے ہم مجلس لوگوں سے سیرت کیسی تھی تو انہوں نے فرمایا:

كان النبي ﷺ دائم البشر' سهل الخلق' لين الجانب' ليس بفظ ولا غليظ' ولا صخاب' ولا فحاش' ولا عياب' ولا مداح' يتغافل عما لا

نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک کھلا رہتا' آپ نرم طبیعت تھے (کسی کے کام آنے کے لیے) پہلو جھکانے والے' نہ تو سخت کلام تھے اور نہ ہی سخت دل اور نہ شور و شغب کرنے

طالب حاجة يطلبها فارفدوه ' ولا يقبل الثناء الا من مكافىء ' ولا يقطع يشتهي ' ولا يويس منه راجيه ' ولا يخيب فيه ' قد ترك نفسه من ثلاث المراء ' والاكثار ' وترك ما لا يعنيه وترك الناس من ثلاث كان لا يذم احدا ولا يعيبه ' ولا يطلب عورته ' ولا يتكلم الا فيما رجا ثوابه ' واذا تكلم اطرق جلساوه كانما على رووسهم الطير ' فاذا سكت تكلموا ' لا يتنازعون عنده الحديث ' ومن تكلم عنده انصتوا له حتى يفرغ ' حديثهم عنده حديث اولهم ' يضحك مما يضحكون منه ' ويتعجب مما يتعجبون منه ' ويصبر للغريب على الجفوة فى منطقه ' ومسالته ' حتى ان كان اصحابه ليستجلبونهم ' ويقول اذا رايتم على احد حديثه ' حتى يجوز ' فيقطعه بنهي او قيام.

والے نہ بدکلامی کرتے اور نہ عیب لگاتے' نہ کسی کی زیادہ مدح کرتے' جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے بے خبری اختیار کرتے' آپ سے امید رکھنے والا ناامید نہ ہوتا اور نہ اس سلسلے میں نامراد ہوتا' آپ نے اپنے نفس سے تین باتوں کو ترک کر رکھا تھا' جھگڑا کرنا' زیادہ کی طلب اور بے مقصد باتوں کو بھی چھوڑ رکھا تھا اور لوگوں سے تین باتوں کو چھوڑ رکھا تھا' آپ کسی کی مذمت نہ کرتے اور نہ ہی کسی پر عیب لگاتے' نہ کسی کی پردہ دری کرتے اور وہی کلام کرتے جس میں ثواب کی امید ہو اور جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے ہم مجلس سروں کو یوں جھکا دیتے جیسے ان کے سروں پر پرندہ ہو' جب آپ خاموش ہوتے تو وہ گفتگو کرتے' وہ آپ کے پاس کسی بات میں اختلاف اور جھگڑا نہ کرتے اور جو آپ کے پاس کلام کرتا تو وہ اسے خاموش کرتے حتیٰ کہ آپ فارغ ہو جائیں' ان کی باتیں آپ کے پاس درجہ بدرجہ ہوتیں' جس بات پر وہ ہنستے آپ بھی مسکراتے' جس پر وہ متعجب ہوتے آپ بھی تعجب فرماتے' اجنبی کی گفتگو اور سوال میں زیادتی پر صبر کرتے حتیٰ کہ آپ کے صحابۂ کرام ان کو لے کر آتے اور آپ فرماتے: جب تم کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی مدد کرو' آپ صرف بدلہ دینے والے سے تعریفی کلمات قبول فرماتے' کسی کی

بات نہ کاٹتے حتیٰ کہ وہ تجاوز کرتا تو روک دیتے یا اٹھ جانے کے ساتھ اس کی بات کاٹ دیتے۔

ان کا قول "من راه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه" تو اس میں آپ کے دو ایسے وصف بیان کیے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدق واخلاص والے لوگوں کو خالص کیا اور وہ جلال اور محبت ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیبت اور محبت عطا کی گئی پس جو بھی آپ کو دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہوتی اور وہ آپ کی عظمت وجلال کو دیکھ لیتا اور اس کا دل آپ کی تعظیم اور بزرگی سے بھر جاتا اگرچہ آپ کا دشمن ہوتا اور جب وہ آپ کے ساتھ مل جاتا اور ہم مجلس ہوتا تو وہ سب مخلوق سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا۔ پس آپ بزرگی' عظمت' محبت اور عزت واکرام کے مالک تھے اور یہ کمال محبت ہے کہ تعظیم وہیبت یکجا ہوں کیونکہ تعظیم اور ہیبت کے بغیر محبت ناقص ہوتی ہے اور ہیبت وتعظیم' محبت کے بغیر ناقص ہیں جس طرح دھوکہ باز کا کام میں نقص ہوتا ہے' کمال یہ ہے کہ محبت اور تعظیم جمع ہوں اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب محبوب میں وہ صفات کمال پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ تعظیم اور محبت کے لائق ومستحق ہو۔

اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے (یعنی صفات کمال کا) تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے' اس کی بڑائی بیان کی جائے' اس سے خوف زدہ ہو اور اس سے محبت کرے اور دل کے تمام اجزاء کے ذریعے اس سے محبت کرے اور اس سلسلے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

یہ وہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا کہ اس محبت میں اس میں اور دوسرے لوگوں میں برابری کی جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرہ:۱۶۵)

لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناتے ہیں' وہ ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جو شخص اللہ کے غیر سے اس طرح محبت کرے جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے تو اس نے اس کو معبود بنا لیا اور جہنم والے جہنم میں اپنے معبودوں سے کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (الشعراء:۹۷-۹۸)	اللہ کی قسم! بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تمہیں تمام جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔

اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس اعتبار سے برابر نہیں ٹھہراتے تھے کہ انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا یا ان (مشرکین) کو پیدا کیا یا ان کے آباء واجداد کو پیدا کیا بلکہ انہوں نے ان کو تمام جہانوں کے رب کے برابر اس طرح ٹھہرایا کہ ان سے محبت کی جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے کیونکہ حقیقتِ عبادت یہی محبت اور جھکنا ہے اور اسی بزرگی اور اکرام کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا' اس ارشاد خداوندی میں بیان فرمایا:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ. (الرحمٰن:۷۸)	تیرے رب کا نام برکت والا ہے' وہ بزرگی اور عزت والا ہے۔

اور دو قولوں میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ جلال سے تعظیم اور اکرام سے محبت مراد ہے اور بندے کے قول "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کا راز یہی ہے۔ اسی لیے مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یوں آئی ہے۔

(۱۵۹) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ.	یاذا الجلال والاکرام کا وظیفہ اپناؤ۔

جامع ترمذی (۳۵۲۲، ۳۵۲۳) مسند ابو یعلیٰ (۳۷۳۳) حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

ابو یعلیٰ موصلی کی مسند میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کی معرفت طلب کی تو انہوں نے آسمان میں ستاروں کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا:

يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ.	اے آسمانوں اور زمین کو کسی (سابقہ) نمونے کے بغیر بنانے والے! اے جلال و عزت والے!

بندے سے محبت اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم کے تابع ہو کر ہو تو جائز ہے۔ جس طرح اس کے رسول ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم آپ کو بھیجنے والے (اللہ تعالیٰ) کی محبت و تعظیم کی تکمیل ہے۔ امت آپ سے اس لیے محبت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت فرماتا ہے اور آپ کی تعظیم واحترام بھی اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت واحترام عطا فرمایا۔ پس یہ (حضور علیہ السلام سے محبت) اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو واجب کرنے والے امور میں سے ہے۔ اسی طرح اہل علم اور مؤمنوں سے محبت اور صحابہ کرام سے محبت اور ان کا احترام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ان (صحابہ کرام) کی محبت کے تابع ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دبدبہ اور محبت کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور ہر مومن مخلص کے لیے اس میں حصہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کو حلاوت (مٹھاس) اور ہیبت عطا کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے سبب اس سے محبت بھی کی جاتی ہے اور اس کا احترام بھی کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو ایمان کا لباس پہنایا جو اس (محبت وہیبت) کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لیے کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے اس قدر محبت نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے دل میں اس کی ہیبت ہوتی ہے جس قدر صحابہ کرام کے سینوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اور ہیبت تھی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے کہتے تھے: مجھے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی سے بغض نہیں' جب اسلام لائے تو ان کے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا اور نہ ہی ان کی نگاہ میں آپ سے زیادہ کسی کی ہیبت تھی۔ فرماتے ہیں: اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں حضور علیہ السلام کا وصف تمہارے سامنے بیان کروں تو مجھے اس کی طاقت نہیں کیونکہ میں آپ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قریش سے کہا: اے قوم! اللہ کی قسم! میں قیصر و

کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کے پاس گیا لیکن میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی تعظیم اس طرح کرتے ہوں جس طرح حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام آپ کی تعظیم کرتے ہیں' اللہ کی قسم! وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف بھرپور نظر سے نہیں دیکھتے اور آپ کا لعاب مبارک ان میں سے کسی ایک کی ہتھیلی میں گرتا ہے تو وہ اسے اپنے چہرے اور سینے پر ملتا ہے اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو لوگ آپ کے وضو کے پانی پر لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

تو جب نبی اکرم ﷺ میں وہ اوصاف پائے جاتے ہیں جو آپ کی بار بار تعریف کا تقاضا کرتے ہیں تو آپ کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ پس یہ اسم مبارک مسمّٰی کے موافق ہے اور ایسا لفظ ہے جو اپنے معنٰی کے مطابق ہے۔

اسم مبارک ''محمد'' اور ''احمد'' (ﷺ) میں فرق

(آپ کے اسم گرامی) ''محمد'' اور ''احمد'' میں دو طرح کا فرق ہے۔

۱۔ ''محمد'' کا معنٰی یہ ہے کہ جن کی تعریف بار بار کی جائے اور یہ اسم گرامی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی حمد کرنے والے کثرت سے حمد کرتے ہیں اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ میں حمد کے موجبات زیادہ ہوں اور (اسم گرامی) ''احمد'' حمد سے اسم تفضیل ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کے مقابلے میں حمد' تعریف کے زیادہ مستحق ہیں پس اسم گرامی ''محمد'' مقدار میں حمد کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اسم گرامی ''احمد'' کیفیت میں حمد کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے تو آپ کی حمد جو انسان کرتا ہے وہ زیادہ بھی ہے اور افضل بھی۔

۲۔ (محمد اور احمد میں فرق کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ محمد وہ محمود ہے جس کی حمد تکرار کے ساتھ ہو جیسا کہ گزر گیا ہے اور احمد وہ ہے جو اپنے رب کی حمد دوسرے حمد کرنے والوں کی نسبت زیادہ کرے۔ پس ایک اسم گرامی یعنی محمد آپ کے محمود ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا اسم شریف یعنی احمد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد سب حمد کرنے والوں سے بڑھ کر کرنے والے ہیں اور قیاس بھی یہی ہے۔

کیونکہ بصریوں کے نزدیک افعل تفضیل اور تعجب کے صیغے مبنی للفاعل ہوتے ہیں' مبنی

للمفعول نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک فعل تعجب اور اسم تفضیل کے صیغے لازم سے بنائے جاتے ہیں فعل متعدی سے نہیں اسی لیے وہ فَعِلَ سے فَعُلَ (عین کے ضمہ کے ساتھ) کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا: اس پر دلیل یہ ہے کہ یہ ہمزہ کے ساتھ مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے پس اس میں ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے جیسے ما اظرف زیدا واکرم عمرا (زید کس قدر ظریف الطبع ہے اور عمرو کس قدر معزز ہے) اور ان کا اصل ظَرُفَ اور کَرُمَ ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس لیے کہ جس پر تعجب کیا جاتا ہے وہ اصل میں فاعل ہوتا ہے' پس واجب ہے کہ اس کا فعل غیر متعدی ہو۔

انہوں نے کہا: جہاں تک اس قول کا تعلق ہے ''ما اضرب زیدا لعمرو'' حالانکہ اس کا فعل (ضَرَبَ) اصل میں متعدی ہے تو یہ ضرب سے فَعُلَ (ضَرُبَ) لازم کی طرف نقل کر کے پھر فَعُلَ سے ہمزہ کے ساتھ متعدی بنایا گیا۔

اس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ لام کے ساتھ آتا ہے اور کہتے ہیں ''ما اضرب زیدا لعمرو'' اور اگر یہ متعدی ہی رہتا تو کہا جاتا ''ما اضرب زیدا عمرا'' کیونکہ یہ ایک (مفعول) کی طرف خود بخود متعدی ہوتا ہے اور دوسرے (مفعول) کی طرف ہمزۂ تعدیہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔

تو جب یہ (پہلے مفعول کی طرف) ہمزۂ تعدیہ کے ساتھ متعدی ہوا تو دوسرے کی طرف لام کے ساتھ متعدی ہوا' پس معلوم ہوا کہ یہ لازم ہے۔ اسی بات نے ان پر لازم کیا کہ وہ کہیں کہ یہ بات فاعل کے فعل سے جائز ہے' اس فعل سے نہیں جو مفعول پر واقع ہو۔

دوسرے حضرات نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ فعل تعجب اور اسم تفضیل کی بناء فاعل کے فعل سے (لازم سے) بھی جائز ہے اور وہ فعل جو مفعول پر واقع ہو (یعنی متعدی ہو) اس سے بھی جائز ہے۔

اہل عرب کہتے ہیں ''ما اشغله بالشی'' یہ ''شُغِلَ بِهٖ'' بروزن ''سُئِلَ'' سے ہے تو تعجب مشغول بالشی سے ہے شاغل سے نہیں ہے۔ اسی طرح ان کا قول ''ما اولعه بکذا'' (وہ فلاں کا کس قدر مشتاق ہے) یہ ''اولع به'' سے بنا ہے اور مبنی للمفعول ہے کیونکہ

اہل عرب نے اس فعل کی بناء کو مفعول کے لیے لازم کیا اور مبنی للفاعل نہیں بنایا (یعنی مجہول کا صیغہ ہے معروف کا صیغہ نہیں)۔

اسی طرح ان کا قول ہے ما اعجبه بکذا'' یہ بھی ''اعجب بالشی'' سے (مجہول کے صیغے سے ہے) اور یونہی ان کا قول 'ما احبه الی '' تو یہ مفعول کے فعل سے عجب ہے اور اسی طرح ان کا قول 'ما ابغضه الی وامقته الی '' بھی مفعول سے ہیں فاعل سے نہیں ہیں۔

مشہور مسئلہ

یہاں ایک مشہور مسئلہ ہے جسے سیبویہ نے ذکر کیا وہ یہ کہ تم کہو 'ما ابغضنی له وما احبنی له وما امقتنی له '' یہ اس وقت ہے جب تم بغض رکھنے والے ناپسند کرنے والے ہو اور تم ہی محب اور ماقت ہو۔ پس یہ تعجب فاعل کے فعل سے ہوگا۔

اور تم کہتے ہو:

ما ابغضنی الیه وما امقتنی الیه وما احبنی الیه. — یہ اس وقت ہوگا جب تم سے بغض رکھا جائے تم پر ناراضگی ہو اور تم ہی محبوب ہو۔

تو یہ تعجب اس فعل سے ہوگا جو مفعول پر واقع ہو پس جو لام سے (متعدی) ہو وہ للفاعل کے لیے ہوگا اور جو الیٰ سے ہو وہ مفعول کے لیے ہوگا۔ اسی طرح تم کہو 'ما احبه الی '' جب وہ محبوب ہو اور ما ابغضه الی جب اس سے بغض رکھا جائے۔ اکثر نحوی اس کی وجہ بیان نہیں کرتے۔

اور اس کی علت (سبب) میں جو کچھ کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ لام معنی میں فاعل کے لیے ہوتی ہے جیسے تمہارا قول 'لمن هذا الفعل '' اس فعل کا فاعل کون ہے؟ پس تم کہتے ہو 'لـزيـد '' یہ زید کا فعل ہے (زید فاعل ہے) اور جہاں تک الیٰ کا تعلق ہے تو وہ معنی میں مفعول کے لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے 'الـی مـن یـصـل هـذا الفعل '' یہ فعل کس تک پہنچتا ہے پس تم کہتے ہو 'الی زید '' زید تک (تو زید مفعول ہوا)۔

اس میں راز یہ ہے کہ لام اصل میں ملک کے لیے ہے یا اختصاص اور استحقاق کے لیے ہے اور ملک اور استحقاق کا مستحق وہ فاعل ہوتا ہے جو مالک بنتا ہے اور مستحق ہوتا ہے اور

الیٰ انتہائے غایت کے لیے ہے اور غایت اس چیز کی انتہاء ہوتی ہے جس کا تقاضا فعل کرتا ہے اور یہ مفعول کے زیادہ لائق ہے کیونکہ یہ مقتضائے فعل کی تکمیل ہے۔

اور مفعول کے فعل سے تعجب کی مثال کعب بن زہیر کا یہ قول ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں انہوں نے کہا:

فلهو اخوف عندی اذا اکلمه — وقیل انک محبوس ومقتول

''پس آپ سے مجھے کس قدر خوف آتا ہے جب میں آپ سے کلام کرتا ہوں اور کہا گیا کہ تم قیدی اور مقتول ہو''۔

(یہاں اخوف مفعول سے فعل تعجب ہے 'مطلب یہ ہے کہ آپ سے کس قدر خوف آتا ہے یہ مطلب نہیں کہ آپ کس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی)۔

تو یہاں اخوف 'خیف (مجہول کے صیغے) سے ہے 'خاف (معروف کے صیغے) سے نہیں۔ اس کی مثال احمد ہے جو حُمِدَ سے (محمود کے معنی میں ہے) جس طرح 'مُیل ' 'علم ' کی طرح حَمِدَ سے نہیں اور تم کہتے ہو مَا اَجَنَّهُ یہ جُنَّ سے بنا ہے (یعنی وہ کس قدر جنون کا شکار ہے)۔

بصری کہتے ہیں یہ سب شاذ ہے اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

دوسرے حضرات نے کہا: یہ اہل عرب کے کلام میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور اسے شاذ پر محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ شاذ وہ ہوتا ہے جو ان کے استعمال اور عام کلام کے خلاف ہو اور یہ اس کے خلاف نہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ یہاں لزوم فعل مقدر ہے اور اس کو فعل مضموم العین کی طرف منتقل کیا گیا تو یہ ان باتوں میں سے ہے جس کو دلیل کی تائید حاصل نہیں۔

اور تم نے جو متعدی بالھمزہ سے استدلال کیا ہے تو بات اس طرح نہیں جس طرح تم نے ذکر کی۔ یہاں ہمزہ تعدیہ کے لیے نہیں بلکہ یہ تعجب اور تفضیل کے معنی پر دلالت کے لیے ہے جس طرح فاعل کا الف اور مفعول کا میم اور افتعال کی تاء اور مطاوعت کی تاء وغیرہ۔ وہ حروف جو فعل ثلاثی سے ملحق ہوتے ہیں وہ محض مدلول پر دلالت کے لیے لاحق ہوتے ہیں۔ تو

اس الف کو لانے کا سبب بھی یہی ہے محض فعل کا تعدیہ نہیں۔

وہ کہتے ہیں: جو دلیل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو فعل ہمزہ کے ذریعے متعدی ہوتا ہے اس کا حرف جر اور تکرار کے ساتھ متعدی ہونا بھی جائز ہے۔ مثلاً تم کہو' اجلست زیدا و جلسته 'و جلست به'' (پہلی مثال میں ہمزہ سے تعدیہ ہے' دوسری میں حرف کا تکرار ہے اور تیسری مثال میں باء حرف جارہ کے ذریعے تعدیہ ہے)۔

(اسی طرح) اقمته ' قومته اور قمت به ' انمته ' نومته اور نمت به۔ وغیرہ مثالیں ہیں یہاں اس مثال (احمد) میں ہمزہ کے قائم مقام کوئی دوسرا حرف نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کا تعدیہ کے لیے ہونا باطل ہو گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ (ہمزہ) باء تعدیہ کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے جیسے تم کہو' احسن بہ و اکرم بہ''۔ معنی یہ ہے کہ اس کو کس نے معزز بنایا اور کس نے حسین بنایا۔ جب کہ فعل میں تعدیہ کے دو سبب بیک وقت جمع نہیں ہوتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں'' ما اعطی زیدا للدراهم ' و ما اکساه للثیاب '' زید کس قدر درہم دینے والا ہے اور وہ کس قدر کپڑے پہنانے والا ہے۔

اور یہ ''اعطی'' اور ''کسا'' متعدی سے ہیں اس کی تقدیر اس طرح صحیح نہیں کہ اسے ''عَطُوَ'' کی طرف منتقل کیا جائے یعنی جب حاصل کرے' پھر اس پر ہمزہ تعدیہ داخل کیا جائے' ان میں سے بعض نے فساد معنی کی وجہ سے اس کی کتنی ہی تاویلات کی ہیں' بے شک تعجب اس کے عطاء کرنے سے ہے اس کے لینے سے (عطو سے) نہیں اور اس میں ہمزہ تعجب اور تفضیل کے لیے ہے اور اس کے فعل میں جو ہمزہ ہے وہ حذف کیا گیا۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ تعدیہ کے لیے ہے۔

انہوں نے (جواب میں) کہا: تمہارا قول کہ ''ما اضربه لزید '' میں یہ لام کے ساتھ متعدی ہے اور اگر یہ لازم نہ ہوتا تو لام کے ساتھ متعدی نہ ہوتا تو تم نے فعل کے لازم ہونے کی جو بات کی ہے وہ اس طرح نہیں بلکہ یہ اس کی تقویت کے لیے ہے کیونکہ یہ غیر متصرف ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا اور ایک طریقہ کے لازم ہونے کی وجہ سے افعال کے طریقوں سے نکل گیا اور اپنے مقتضی سے کمزور ہو گیا پس لام کے ذریعے اسے قوت دی گئی۔

اور یہ اسی طرح ہے کہ جب اس کے معمول کو اس سے مقدم کیا جائے تو اسے لام کے ساتھ تقویت دی جاتی ہے اور اس کے متاخر ہونے کی وجہ سے اس قسم کی کمزوری پیدا ہوتی ہے تو وہ لام کے ذریعے دور کرتے ہیں۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ. اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو۔

(یوسف: ۴۳)

(یہاں الرویا معمول مقدم ہے تو لام کے ذریعے اسے قوت دی گئی۔ ۱۲ ہزاروی)۔

اور جس طرح اسم فاعل ہونے کی صورت میں لام کے ذریعے قوت دی جاتی ہے جیسے تم کہو' انا محب لک ''میں تم سے محبت کرنے والا ہوں'' و مکرم لزید '' اور زید کی عزت کرنے والا ہوں (یہاں محب اور مکرم اسم فاعل کے صیغے ہیں)۔

پس جب غیر متصرف ہونے کی وجہ سے فعل کمزور ہو گیا تو لام کے ذریعے قوت دی گئی اور اس مذہب کو ترجیح ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ واللہ اعلم

نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی محمد اور احمد کی وجہ تسمیہ

پس ہم مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی محمد اور احمد رکھا گیا کیونکہ آپ کی تعریف دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے اور جن دوسروں کی تعریف کی جاتی ہے آپ ان سے افضل ہیں۔ پس یہ دونوں اسم مفعول واقع ہوتے ہیں' یہی مختار بات ہے اور آپ کی تعریف میں یہ زیادہ بلیغ ہے اور معنی کے اعتبار سے زیادہ کامل ہے۔

اور اگر فاعل والا معنی مراد لیا جاتا تو آپ کا نام حماد ہوتا یعنی جو زیادہ تعریف کرتا ہے جس طرح اسم گرامی ''محمد'' رکھا گیا یعنی وہ ذات جس کی تعریف سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ اپنے رب کی تعریف تمام مخلوق سے بڑھ کر کرتے ہیں لہٰذا اگر آپ کا اسم گرامی فاعل کے اعتبار سے ہوتا تو ''حماد'' نام رکھنا زیادہ مناسب تھا جس طرح آپ کی امت کا نام ''حمادون'' ہے۔ نیز آپ کے دونوں نام آپ کے اخلاق اور خصائل محمودہ سے مشتق ہیں جن کی وجہ سے آپ اسم گرامی ''محمد'' اور ''احمد'' (ﷺ) کے مستحق ہیں۔ آپ ہی کی وہ ذات ہے جن کی تعریف دنیا والے اور آخرت والے کرتے ہیں' آسمان

اور زمین والے سب آپ ہی کی تعریف کرتے ہیں۔

آپ کے ان خصائل محمودہ کی وجہ سے جن کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے' آپ کے دو اسمائے گرامی "محمد" سے بنائے گئے جو قدر اور صفت میں فضیلت اور زیادتی کا تقاضا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

فصل پنجم

کون سا اسم گرامی پہلے ہے؟

ایک جماعت جن میں ابو القاسم السہیلی وغیرہ شامل ہیں' کا خیال ہے کہ آپ کے اسم گرامی محمد سے پہلے اسم گرامی احمد رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: اسی لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے اسم گرامی "احمد" کے ساتھ آپ کی بشارت دی ہے۔

(۱۶۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طویل حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی خدمت میں عرض کیا:

یا رب انی اجدامة من شانها کذا و کذا فاجعلهم امتی.

اے میرے رب! میں نے ایک امت کی شان سے فلاں فلاں باتیں پائی ہیں پس تو ان کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ حضرت احمد (ﷺ) کی امت ہے' انہوں نے عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ.

یا اللہ! مجھے حضرت احمد (ﷺ) کی امت میں سے کر دے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی "محمد" قرآن مجید میں خاص طور پر آیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ. (محمد ۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور اس (کتاب) پر ایمان لائے جو حضرت محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (الفتح: ٤٩)

حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس بنیاد پر انہوں نے کہا کہ آپ کا اسم گرامی "احمد" فاعل کے معنی میں ہے یعنی آپ اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور (اسم گرامی) "محمد" کا معنی تعریف کیا ہوا (محمود) ہے مخلوق جس کی تعریف کرتی ہے۔

اور یہ اسم آپ کے وجود و ظہور کے بعد مرتب ہوا کہ اس وقت آسمان و زمین والوں نے آپ کی تعریف کی اور قیامت کے دن اہل محشر آپ کی تعریف کریں گے۔ پس جب آپ کا وجود ظاہر ہوا اور اس ظہور پر امور خیر مرتکب ہوئے جو بھی مرتب ہوئے تو اس وقت مخلوق نے آپ کی بار بار تعریف کی لہٰذا آپ کا اسم گرامی "محمد" اسم گرامی احمد کے بعد ہے۔

اس کلام پر اعتراضات

اس کلام پر کئی وجوہ سے اعتراضات ہوتے ہیں:

۱۔ انجیل سے پہلے آپ کا اسم گرامی محمد رکھا گیا اور اسی طرح تورات میں بھی آپ کا اسم گرامی محمد (ﷺ) ہے۔ اہل کتاب کے مومنین میں سے ہر عالم کو اس بات کا اعتراف ہے۔ ہم وہ قول ذکر کرتے ہیں جو ان کے ہاں تورات میں ہے اور جو اس کی تفسیر میں صحیح ہے۔

تورات میں حضرت اسماعیل کے بارے میں یوں منقول ہے:

وعن اسماعيل سمعتک ها انا بارکته و الیمنته مماد باد.

میں نے تیری سنی اور میں نے اس کو برکت "مماد باد" سے دی۔

یہ بات حضرت اسماعیل کے ذکر کے بعد بیان کی گئی اور یہ کہ عنقریب بارہ عظیم شخصیات پیدا ہوں گی' ان میں ایک عظیم شخصیت ہوگی جس کا نام "مماد باد" ہوگا اور یہ اہل کتاب کے مومن علماء کی طرف سے اس بات کی وضاحت ہے کہ نبی اکرم (ﷺ) کا اسم گرامی محمد (ﷺ) ہے۔

تورات کی بعض شرحوں میں' میں نے اس متن کے بعد دیکھا' شارح نے کہا: یہ دو

حروف (ممادباد) دو جگہوں میں سید رسول محمد ﷺ کے اسم گرامی کو شامل ہیں کیونکہ جب تم اسم محمد کے حروف کا اعتبار کرو تو ان کو دونوں مذکورہ حرفوں میں پاؤ گے کیونکہ اسم محمد کی دو میم اور اس کی دال ان دو حرفوں کی دو میموں اور ایک دال کے مقابلے میں ہے اور اسم محمد کا باقی حرف یعنی حاء ان دو حرفوں کے باقی حروف کے مقابلے میں ہے اور وہ باء دو الف اور دوسری دال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ دو حرفوں سے دو کلمے مراد ہیں۔ شارح نے کہا: حساب کے اعتبار سے حاء کے آٹھ عدد ہیں اور باء کے دو عدد ہیں اور ہر الف کے لیے ایک ایک عدد ہے اور دال کے لیے چار عدد ہیں پس مجموعہ آٹھ عدد ہوا اور یہ جملہ عددوں سے حاء کا حصہ ہے پس دو حرفوں سے دو کلمے مراد ہیں اور وہ ''ممادباد'' ہیں اور یہ دونوں صراحتاً اسم محمد ﷺ کے تین چوتھائی پر مشتمل ہیں اور ایک چوتھائی پر ان دو حرفوں کا باقی حصہ دلالت کرتا ہے جب اس طریقے پر لکھا جائے جس طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

سوال: شارح نے کہا: اگر کہا جائے کہ اس تاویل کے سلسلے میں تمہاری دلیل کیا ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہمارا استدلال وہی ہے جو یہودیوں کے علماء نے اس قسم کی مثالوں کی تاویل میں ان مشکل حروف کے سلسلے میں اختیار کیا جو تورات میں آئے ہیں۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

یا موسٰی قل لبنی اسرائیل ان یجعل کل واحد منهم فی طرف ثوبه خیطا ازرق له ثمانیة اروس ویعقد فیه خمس عقد و یسمیه صیصیت.

اے موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل سے فرما دیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کے کنارے میں ایک نیلگوں دھاگہ رکھے جس کے آٹھ کنارے ہوں وہ اس میں پانچ گرہیں لگائے اور اس کو صیصیت کہے۔

علمائے یہود نے کہا: اس کی تاویل اور حکمت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نیلگوں دھاگے اور اس کے کنارے کے آٹھ عدد اور پانچ گرہیں دیکھے اور اس کا نام ذکر کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ان فرائض کو بھی یاد کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر چھ سو تیرہ احکام شریعت فرض کیے کیونکہ دو صاد اور دو یاء کے عدد دو سو ہیں اور تاء

کے عدد چار سو ہیں پس یہ مجموعہ چھ سو ہوا اور کنارے اور گرہیں تیرہ (آٹھ اور پانچ) ہیں گویا وہ (کپڑا) اپنی صورت اور نام کے ساتھ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے فرائض کو یاد کرو۔

اس شارح نے کہا کہ اکثر مفسرین کا یہ قول کہ ان دو حرفوں (کلموں) سے ''جداً جداً'' مراد ہے کیونکہ لفظ ''ماذ'' تورات میں بطور مفرد ''جداً'' کے معنی میں آیا ہے تو یہ بات صحیح نہیں کیونکہ اس سے باء متصل ہے کیونکہ کسی شخص کا یہ قول درست نہیں ''انا اکرمک بجدا''۔

پس جب یہ الفاظ تورات ازلیہ سے نقل کیے گئے جو جوہر کی تختیوں پر حضرت کلیم اللہ پر الہا کیونی کے ساتھ (لکھے ہوئے) نازل ہوئے اور اس میں اس حرف سے باء ملی ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہ نہیں جو ''جدا'' کے معنی میں کہا گیا کیونکہ اس تفسیر کے علاوہ اس کی کوئی تاویل لائق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

انه یلد اثنی عشر شریفا من شریف منهم یکون شخص اسمه "مماد باد".

ان کے ہاں بارہ شریف (معزز) لوگ پیدا ہوں گے ان شرفاء میں سے ایک کا نام ''ممادباد'' ہوگا۔

تو تورات میں وضاحت سے بیان ہوا کہ یہ دونوں حروف (کلمے) ایک معین معزز شخصیت کے نام ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں تو ان لوگوں کا قول باطل ہو گیا جو کہتے ہیں کہ یہ مصدر (جدا) کے معنی میں ہے اور تاکید کے لیے آیا ہے کیونکہ معین نام کے سلسلے میں وضاحت اس شخص کے دعویٰ کے خلاف ہے جو کہتا ہے کہ یہ اسم معنی ہے (اسم علم نہیں) واللہ اعلم شارح کا کلام مکمل ہوا۔

دوسرے حضرات نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے تورات میں ہونے کے سلسلے میں اس کمزوری بات کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کا اسم گرامی تورات میں ان تمام باتوں سے زیادہ ظاہر ہے۔

وہ اس طرح کہ تورات عبرانی زبان میں ہے جو عربی زبان کے قریب ہے بلکہ یہ (زبان) دنیا کی تمام زبانوں کی نسبت عربی کے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں کے درمیان زیادہ اختلاف حروف کی ادائیگی اور ان کو پُر یا باریک پڑھنے اور ضمہ اور فتح وغیرہ کے حوالے

سے ہے اور اس اختلاف کو دو لغتوں کے مفردات کے درمیان قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اہل عرب ''لا'' کہتے ہیں اور عبرانی زبان والے ''لو'' پڑھتے' پس وہ لام کو ضمہ دیتے اور الف کو واؤ اور الف کے درمیان پڑھتے ہیں۔

عربی کہتے ہیں ''قدس'' اور عبرانی زبان والے ''قدس'' کہتے ہیں۔

اہل عرب ''انت'' اور عبرانی ''اتا'' پڑھتے ہیں۔

اہل عرب کہتے ہیں ''یاتی کذا'' اور عبرانی ''یوتی'' پڑھتے ہیں پس وہ یاء کو ضمہ دیتے ہیں اور اس واؤ اور الف کے درمیان الف لاتے ہیں۔ اہل عرب ''قدسک'' پڑھتے ہیں اور عبرانی ''قدشا'' کہتے ہیں۔

عربی لوگ ''منہ'' پڑھتے اور عبرانی ''ممنو'' پڑھتے ہیں۔ اہل عرب ''من یحوذا'' کہتے ہیں اور عبرانی ''محوذا'' کہتے ہیں۔

عربی لوگ ''سمعتک'' کہتے ہیں تو عبرانی اسے ''شمعیتا'' پڑھتے ہیں' اہل عرب ''من'' اور عبرانی ''می'' پڑھتے ہیں' اہل عرب ''یمینہ'' اور عبرانی ''مینو'' پڑھتے ہیں' اہل عرب ''لہ'' اور عبرانی ''لو'' کہتے ہیں واؤ اور الف کے درمیان پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اہل عرب ''امۃ'' اور عبرانی ''اموا'' پڑھتے ہیں' اہل عرب ''ارض'' کہتے ہیں اور عبرانی ''اریض'' پڑھتے ہیں' اہل عرب ''واحد'' اور عبرانی ''ایحاذ'' کہتے ہیں' عرب والے ''عالم'' اور عبرانی ''عولام'' کہتے ہیں' اہل عرب ''کیس'' اور عبرانی ''کیس'' کہتے ہیں۔

اہل عرب ''یاکل'' پڑھتے ہیں اور عبرانی ''یوخل'' پڑھتے ہیں۔ اہل عرب ''تین'' اور عبرانی ''تیین'' کہتے ہیں' عربی لوگ ''الہ'' اور عبرانی ''اولوہ'' کہتے ہیں۔

اہل عرب کے نزدیک ''الہنا'' اور عبرانی زبان میں ''اولوھینو'' ہے' اہل عرب ''ابانا'' کہتے ہیں اور عبرانی ''ابوتینا'' کہتے ہیں' وہ کہتے ہیں ''یا صباع الوھیم'' اس سے ان کی مراد ''یا اصبع الالہ'' ہے اور وہ ''مانشم'' کہہ کر اس سے ''الاابن'' مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ ''حلیب'' کو ''حالیب'' پڑھتے ہیں اور جب وہ ''لا تاکل الجدی فی حلیب امہ'' کہنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ''لا توخل لذی ما حالوب امو''۔

اسی طرح وہ ''لوتوکلوا'' کہتے ہیں یعنی ''لا تاکلوا'' اور وہ خطوط کو ''المشنا'' کہتے ہیں' عربی

لغت میں اس کا معنی المثناۃ ہے یعنی جو بار بار پڑھا جائے۔ دونوں زبانوں کے باہم قرب کے سلسلے میں ہم (مصنف) ان (مثالوں) سے زائد بیان کر کے کلام کو طول نہیں دیتے اور اس کے تحت ایک راز ہے جسے وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو دونوں امتوں اور دونوں شریعتوں کے درمیان قرب کو سمجھ لیتا ہے۔

قرآن مجید اور تورات

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تورات اور قرآن مجید کو ملا کر ذکر کیا گیا' ارشاد خداوندی ہے:

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (القصص:۴۸۔۴۹)

کیا ان لوگوں نے اس کتاب کا انکار نہیں کیا جو اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی؟ انہوں نے کہا یہ دونوں جادو ہیں جو غالب آ گئے اور انہوں نے کہا بے شک ہم ان سب کا انکار کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب لاؤ جس میں ان دونوں سے زیادہ ہدایت ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو۔

سورۂ انعام میں ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے تھے:

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ (الانعام:۹۱)

اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی فرما دیجئے وہ کتاب کس نے اتاری جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے وہ نور اور ہدایت ہے لوگوں کے لیے۔

پھر فرمایا:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (الانعام:۹۲)

یہ کتاب جسے ہم نے اتارا پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔

اور سورت کے آخر میں فرمایا:

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(الانعام:۱۵۴۔۱۵۵)

پھر ہم نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی اپنی نعمت کو نیکی کرنے والوں پر پورا کرتے ہوئے اور ہر چیز کی تفصیل، ہدایت اور رحمت تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لائیں۔ اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے اتارا برکت والی ہے پس اس کی پیروی کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور سورۂ آل عمران کے شروع میں فرمایا:

الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ،

(آل عمران:۱۔۳)

الم۔ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ قائم رکھنے والا ہے اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے تورات اور انجیل نازل کی جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

اور فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

(الانبیاء:۴۸۔۵۰)

اور بے شک ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کو فرق کرنے والی کتاب، روشنی اور متقی لوگوں کے لیے ذکر عطا کیا۔ وہ جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی خوفزدہ ہیں۔ اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بار بار ذکر کر کے رسول اکرم ﷺ کو تسلی دیتا ہے۔

(۱۶۱) نبی اکرم ﷺ کو جب لوگوں (کفار) کی طرف سے اذیت پہنچی تو آپ فرماتے:

لقد اوذی موسی باکثر من هذا فصبر.

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تو انہوں نے صبر کیا۔

صحیح بخاری (۳۱۵۰۔۳۴۰۵۔۶۳۳۶) صحیح مسلم (۱۰۶۲) صحیح ابن حبان (۲۹۱۷) مسند امام احمد (۱/ص۳۹۵۔۳۹۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت۔

(۱۶۲) اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

انه كائن في امتي ما كان في بني اسرائيل حتى لو كان فيهم من اتى امه علانية لكان في هذه الامة من يفعله. جامع ترمذی (۲۶۴۱) حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت۔

میری امت میں وہ سب کچھ ہوگا جو بنی اسرائیل میں تھا حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں کے پاس کھلم کھلا جائے (جماع مراد ہے) تو اس امت میں بھی یہ عمل کرنے والے ہوں گے۔

"لياتين على امتي ما اتى على بني اسرائيل" کے ضمن میں ہے۔

تو دونوں رسولوں، دونوں کتابوں اور دونوں شریعتوں کے درمیان اس مناسبت کو دیکھو اس سے شریعت صحیحہ مراد ہے جس میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی (آج کی یہودیت مراد نہیں) اسی طرح دونوں امتوں اور دونوں زبانوں کے درمیان بھی مناسبت ہے۔

اور جب تم (اسم گرامی) محمد (ﷺ) کے حروف اور "ممادماد" کے حروف دیکھو گے تو دونوں کو ایک ہی کلمہ پاؤ گے کیونکہ دونوں میں جو میم، ہمزہ اور حاء ہے ان کا ایک ہی مخرج ہے اور دال ان کی لغت میں اکثر مقامات پر ذال ہے، وہ ایک کو "ایجاذ" کہتے ہیں اور "القدس" کو "قودش" کہتے ہیں۔

دال اور ذال قریب المخرج ہیں۔

پس جو شخص ان دو زبانوں اور ان دو ناموں میں غور کرے گا تو اسے ان دونوں کے ایک ہونے میں شک نہیں ہوگا۔

ان دو زبانوں میں اس کی دیگر کئی مثالیں ہیں۔ جیسے "موسیٰ" عبرانی زبان میں موشی (شین کے ساتھ) ہے اور اس کی اصل الماء والشجر (پانی اور درخت) ہے وہ پانی کو مُو کہتے

ہیں اور درخت کے لیے ''شا'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آل فرعون نے پانی اور درخت کے درمیان میں سے اٹھایا تھا۔ تو موسیٰ اور موشیٰ کے درمیان جو فرق ہے وہی ''محمد'' اور ''مماد باذ'' میں ہے۔

اسی طرح ان کی لغت میں لفظ اسماعیل 'یشماعیل' ہے 'الف کے بدلے یاء اور سین کے بدلے میں شین ہے پس ان کے درمیان تفاوت وہی ہے جو ''محمد'' اور ''مماد باذ'' کے درمیان ہے۔ اسی طرح ''العیص'' جو یعقوب علیہ السلام کے بھائی ہیں' وہ ان کو عیسیٰ کہتے ہیں حالانکہ وہ عیص ہیں۔

ناموں کے علاوہ اس کی مثالیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

''یشماعون'' سے ''یسمعون'' مراد ہے اور وہ آ قیم ہمزہ کی مد اور آخر میں ضمہ کے ساتھ یعنی ''اقیم'' اور ''قارب'' کی جگہ ''می قارب'' استعمال کرتے ہیں اور اخوتھم کے لیے انخیھم استعمال کرتے ہیں۔

یہ وہ بات ہے جس کا اہل کتاب کے ہر مومن عالم کو علم ہے۔ مقصود یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' تورات میں اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا اسم گرامی ''احمد'' استعمال کیا جس طرح قرآن مجید میں ہے تو ان کا اسم احمد استعمال کرنا تورات میں اسم محمد کے بعد ہے اور یہ قرآن مجید میں اسم محمد کے استعمال سے پہلے ہے پس دونوں میں مذکور ہے (تورات اور قرآن مجید میں)۔

اور یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ دونوں نام حقیقت میں وصف ہیں اور ان کی وصفیت' علمیت کے منافی نہیں ہے اور ان کا معنیٰ ہی مقصود ہے' پس جس امت کے پاس جو وصف زیادہ معروف تھا اسی کے ساتھ آپ کی پہچان ہوئی۔ پس اسم محمد' حمد سے مُفَعَّل ہے اور اس کا معنیٰ ہے جس کی خصلتیں زیادہ ہوں اور بار بار اس کی تعریف کی جائے۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب اچھی خصلتوں' علوم' معارف اخلاق' اوصاف اور ان افعال کا علم ہو جن کی وجہ سے تکرار حمد کا استحقاق حاصل ہوا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلا علم اور وہ کتاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ   اور ہم نے تختیوں میں ہر چیز سے نصیحت

شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ   اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

(الاعراف: ۱۴۵)

ان ہی کے پاس تھی۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو علوم و معرفت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت سے زیادہ وسعت حاصل تھی اور اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تورات اور اس کے احکام کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت احکام میں تورات کی طرف رجوع کرتے تھے اور انجیل گویا اس کو مکمل کرنے والی تھی اور اس کے ذریعے اس کے محاسن مکمل ہوئے اور قرآن مجید دونوں کتابوں کے محاسن کا جامع ہے۔

پس اس امت (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت) کے ہاں نبی اکرم ﷺ کی پہچان اسم محمد (ﷺ) کے ساتھ ہوئی جو تمام اچھی خصلتوں کا جامع ہے۔ جن خصلتوں کی بنیاد پر نبی اکرم ﷺ تعریف کے بعد تعریف کے مستحق قرار پائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے ہاں آپ کی پہچان اسم گرامی ''احمد'' سے ہوئی جس کے ذریعے آپ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ دوسروں کی نسبت آپ کی تعریف زیادہ ہو اور آپ کی حمد کرنے والا دوسروں کی حمد کرنے والوں سے افضل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو جو ریاضتیں' اخلاق اور عبادات حاصل تھیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو حاصل نہ تھیں۔ اسی لیے ان کی کتاب کا اکثر حصہ مواعظ' زہد اور اخلاق سے متعلق ہے اور احسان' برداشت اور درگزر کی ترغیب پر مشتمل ہے حتیٰ کہ کہا گیا کہ شریعتیں تین قسم کی ہیں:

(۱) شریعت عدل اور یہ شریعت تورات ہے' اس میں فیصلے اور خصائص کا بیان ہے۔

(۲) شریعت فضل اور یہ شریعت انجیل ہے جو عفو و درگزر' اچھے اخلاق' معاف کرنے اور احسان پر مشتمل ہے جس طرح اس میں یوں ہے:

جو تیری چادر پکڑے اسے اپنا کپڑا دے اور جو تیرے دائیں رخسار پر تھپڑ مارے بایاں رخسار اس کے آگے کر دے اور جو تجھے ایک میل ساتھ لے جانے کے لیے مسخر کرے تو اس کے ساتھ دو میل جا۔ اس طرح کی دیگر کئی مثالیں ہیں۔

(۳) اور ایک شریعت ان دونوں کی جامع ہے اور وہ شریعت قرآن ہے۔ قرآن مجید عدل کا

ذکر کرتا ہے اور اسے واجب کرتا ہے اور فضائل کا ذکر کر کے ان کو مستحب قرار دیتا ہے۔

جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ. (الغافر: ۴)

اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی سے ہے پس جو معاف کرے اور صلح کرے پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

پس اس امت (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت) کے ہاں آپ کا اسم گرامی ''احمد'' اسم تفضیل کے صیغے کے ساتھ آیا ہے جو فضل وکمال پر دلالت کرتا ہے جس طرح ان کی شریعت میں فضل (واحسان) ہے جو تورات کی شریعت کو مکمل کرتا ہے اور جو کتاب پہلے والی کتابوں کے محاسن کی جامع ہے اس میں دونوں نام آئے ہیں۔

(یعنی قرآن مجید میں اسم گرامی محمد اور احمد (ﷺ) دونوں آئے ہیں)۔

تو اس فضیلت پر غور کرو اور معانی کے اسماء کے ساتھ ربط اور مناسبت پر غور کرو اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جو اپنے فضل وتوفیق کے ساتھ احسان فرمانے والا ہے۔

اور ابو القاسم کا یہ قول کہ اسم ''محمد'' وجود کی طرف آپ کے ظہور کے بعد مرتب ہوا کیونکہ اس وقت آپ کی تعریف بار بار کی گئی تو آپ کے اسم گرامی احمد (ﷺ) میں یہی بات کہی جاسکتی ہے اور یہ بات دونوں میں برابر ہے۔

اور ان کا قول کہ اسم گرامی ''احمد'' اس لیے مقدم ہے کہ آپ اپنے رب کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور یہ بات مخلوق کی طرف سے آپ کی حمد سے مقدم ہے اور اس کی بنیاد فاعل کے فعل (فعل معروف) سے اسم کا اسم تفضیل کے صیغے پر آنا ہے۔

لیکن دوسرے صحیح قول کی بنیاد پر (کہ فعل مفعول سے تفضیل سمجھا جائے) یہ بات درست نہیں اور اس کی تقریر گزر چکی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فصل ششم

آل کا معنیٰ اور اس کا اشتقاق واحکام

اس سلسلے میں دو قول ہیں:

۱- آل کی اصل ''اَھْل'' ہے پھر ''ہا'' کو ہمزہ سے بدل دیا گیا پس کہا گیا آل پھر اس کی دوسری مثالوں پر قیاس کرتے ہوئے تسہیل کی گئی پس آل پڑھا گیا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی لیے جب اس کی تصغیر ہوتی ہے تو اپنی اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور ''اُھَیل'' پڑھتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ فرع کی فرع ہے تو انہوں نے اسے بعض مضاف الیہ اسماء کے ساتھ خاص کیا پس اسے اسمائے زمان' اسمائے مکان اور اعلام کے علاوہ اسماء کی طرف مضاف نہیں کرتے پس ''آل رجل'' اور ''آل امراۃ'' نہیں کہتے اور اسے ضمیر کی طرف بھی مضاف نہیں کرتے پس ''آلہ'' اور ''آلی'' نہیں کہا جاتا بلکہ اس کی اضافت صرف عظمت والی شخصیت کی طرف ہوتی ہے جس طرح قسم میں تاء' واؤ سے بدل کر آتی ہے اور یہ اس کی فرع ہے اور واؤ فعل قسم سے فرع ہے تو انہوں نے اسے اشرف واعظم اسم کے ساتھ خاص کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے۔

لیکن یہ قول کئی وجوہ سے ضعیف ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے قلب شاذ لازم آتا ہے اور اس کا موجب کوئی نہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ لفظ اہل' عاقل اور غیر عاقل دونوں کی طرف مضاف ہوتا ہے اور لفظ آل صرف عاقل کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ اھل عَلَم اور نکرہ دونوں کی طرف مضاف ہوتا ہے اور لفظ آل صرف اس عظیم ذات کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ دوسرے لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ لفظ اہل اسم ظاہر اور ضمیر دونوں کی طرف مضاف ہوتا ہے اور لفظ آل کی ضمیر کی طرف اضافت کو بعض نحوی منع کرتے ہیں اور جنہوں نے جائز قرار دیا تو یہ شاذ قلیل ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص جب اپنی آل کی طرف مضاف ہوتا ہے تو وہ خود بھی ان میں داخل ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

أَدْخِلُوٓا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ. (الغافر:٤٦)
آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

(اس میں فرعون بھی داخل ہے)۔

اور ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ. (آل عمران:٣٣)
بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح (علیہما السلام) کو اور آل ابراہیم (علیہ السلام) اور آل عمران کو تمام لوگوں پر چن لیا۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ. (القمر:٣٤)
مگر ہم نے حضرت لوط (علیہ السلام) کی آل کو سحری کے وقت نجات دی۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ آلِ أَبِي أَوْفَىٰ.
اے اللہ! حضرت ابواوفیٰ کی آل پر رحمت نازل فرما۔

یہ اس وقت ہے جب اس کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے جس کی طرف آل کی اضافت کی گئی اور جب ذکر کیا جائے تو کہا گیا کہ وہ مفرد کو کیا جائے گا اور آل میں داخل ہوگا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا ذکر مفرد ہوگا اور وہ بطور مضاف ذکر سے بے نیاز ہوگا جب کہ "اہل" کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔

پس جب تم کہو "جاء اهل زيد" تو زید ان میں داخل نہ ہوگا۔

۲۔ کہا گیا ہے کہ آل کی اصل "آول" ہے۔ یہ بات صاحب الصحاح نے ہمزہ، واؤ اور لام کے باب میں ذکر کی ہے اور کہا کہ کسی شخص کی آل اس کے اہل وعیال ہوتے ہیں اور آل سے مراد اس کے متبعین بھی ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک یہ "آل یؤول" سے مشتق ہے یعنی جب رجوع کرے (تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے)۔

لہٰذا "آل الرجل" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کی طرف رجوع کرتے اور اس کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور "یسوؤلهم" وہ ان کے معاملات کی نگرانی اور درستگی کا ذمہ دار ہوتا ہے لہٰذا ان کا رجوع اس کی طرف ہوتا ہے۔

اسی سے "الایالۃ" کا لفظ ہے جس کا معنیٰ "السیاسۃ" ہے پس "آل الرجل" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کی سیاست کے تحت آتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اور اس کا اپنا نفس دوسروں کی نسبت اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے لہٰذا وہ اپنے آل میں داخل ہونے کا زیادہ حق دار ہے لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اپنی آل سے مختص ہے بلکہ وہ ان میں داخل ہے۔

اور یہ مادہ (اول) کسی چیز کی اصل اور حقیقت کے لیے وضع کیا گیا۔ اسی لیے کسی چیز کی حقیقت کو اس کی تاویل کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس کی حقیقت ہے جس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (الاعراف:٥٣)
کیا وہ اس کی تاویل کا انتظار کرتے ہیں جس دن اس کی تاویل آئے گی تو وہ لوگ کہیں گے جو اس سے پہلے اس کو بھول چکے ہیں کہ بے شک ہمارے رسول حق لے کر آئے۔

تو جس بات کی خبر رسولوں نے دی اس کی تاویل اس کی حقیقت کا آنا اور اس کا آنکھوں سے نظر آنا ہے اور اسی لیے "تاويل الرؤيا" (خوابوں کی تعبیر) کے الفاظ ہیں اور وہ خوابوں کی حقیقت کو آنکھوں سے دیکھنا ہے اور اسی سے ہے "تاويل الرؤيا الخارجية" جو دیکھنے والے کے لیے عالم مثال میں مثال بیان کی جاتی ہے۔ اسی سے تاویل انجام کے معنیٰ

میں ہے۔جیسا کہ اس ارشادِ خداوندی میں کہا گیا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. (النساء، ۵۹)

پس اگر تم کسی بات میں جھگڑو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ تمہارے لیے انجام کے اعتبار سے بہتر اور نہایت اچھا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے اچھی عاقبت مراد ہے کیونکہ امور کے انجام ہی ان کے وہ حقائق ہیں جن کی طرف رجوع ہوتا ہے۔اسی سے تاویل تفسیر کے معنیٰ میں ہے کیونکہ کلام کی تفسیر اس کے معنیٰ اور اس کی حقیقت کا بیان ہے جو اس سے مراد ہوتی ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی سے لفظ اول ہے کیونکہ وہی عدد کی اصل اور اس کی بنیاد ہے جس سے یہ متفرع ہوتا ہے اور اسی سے آل ہے جس سے خود کسی شخص کی ذات مراد ہوتی ہے۔

اس قول کے قائلین کہتے ہیں کہ اہل عرب نے اس کی اضافت لازم قرار دی ہے پس یہ مفرد صرف نادر کلام میں استعمال ہوتا ہے۔جیسے شاعر کا قول ہے:

نحن آل الله في بلدتنا　　　لم نزل الا على عهد ارم

یہاں آل کی ضاف اسم جلالت (اللہ) کی طرف ہو رہی ہے نیز ان کے نزدیک اس کی اضافت اسم ظاہر کی طرف لازم ہے لہٰذا ضمیر کی طرف اس کی اضافت بہت کم ہوتی ہے اور بعض نحویوں نے اس ضمیر کی طرف اس کی اضافت کو غلطی قرار دیا ہے جیسا کہ ابو عبداللہ بن مالک نے کہا اور صحیح یہ ہے کہ یہ غلطی نہیں بلکہ کلام عرب سے ہے لیکن قلیل ہے۔اسی سے شاعر کا قول ہے:

انا الفارس الحامي حقيقة والدی　　　والى فما يحمى حقيقة آلكا

یہاں آل کی اضاف ''ی'' ضمیر کی طرف ہے یعنی میری آل۔اور حضرت عبدالمطلب نے ہاتھی اور ہاتھی والوں کے بارے میں فرمایا:

وانصر على آل الصليب　　　وعابديه اليوم آلك

یہاں آلک میں بھی آل کی اضافت کاف ضمیر کی طرف ہو رہی ہے تو اس کی اضافت (پہلی مثال میں) یاء کی طرف اور (دوسری مثال میں) کاف کی طرف کی گئی (اور یہ دونوں ضمیریں ہیں) بعض نحویوں کا خیال ہے کہ اس کی اضافت صرف ذوی العقول کے علم کی طرف ہوتی ہے اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے لیکن غیر ذوی العقول کی طرف اضافت بھی آئی ہے۔شاعر نے کہا ہے:

نجوت ولم يمنن على طلاقه　　　سوى زبد التقريب من آل اعوجا

یہاں آل کی اضافت اعوج یعنی گھوڑے کی طرف ہو رہی ہے جو غیر ذوی العقول ہے اور اعوج گھوڑے کا نام ہے۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس (آل) کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی اضافت صرف معظم متبوع کی طرف ہوتی ہے پس آل الحائک (جولاہے کی آل) آل الحجام (حجام کی آل) اور آل رجل (کسی عام آدمی کی آل) نہیں کہا جاتا۔

آل کا معنیٰ

اس کے معنیٰ کے بارے میں ایک گروہ نے کہا کہ آل الرجل سے اس کی ذات مراد ہوتی ہے (اسی طرح) آل الرجل سے اس کی ذات کی اتباع کرنے والے مراد ہوتے ہیں اور اس کے اصل و اقارب کو بھی آل کہا جاتا ہے۔پہلے معنیٰ پر نبی اکرم ﷺ کا یہ قول دلیل ہے کہ جب حضرت ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِيْ أَوْفٰى.

اے اللہ! آل ابی اوفیٰ (یعنی حضرت ابو اوفیٰ کی ذات) پر رحمت نازل فرما۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَسَلَامٌ عَلٰى إِلْ يَاسِيْنَ. (الصافات، ۱۳۰)

اور سلام ہو الیاس پر۔

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ قول بھی دلیل ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ.

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو

نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر
رحمت نازل فرمائی۔

تو یہاں ''آل ابراہیم'' سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ صلوٰۃ جو نبی اکرم ﷺ کے لیے مطلوب ہے وہی صلوٰۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر ہے اور آپ کی آل اس میں آپ کے تابع ہے۔

دوسرے حضرات نے اس سلسلے میں اختلاف کیا اور کہا کہ آل صرف تابعین اور اقارب کو کہتے ہیں (ذات مراد نہیں ہوتی)۔

اور تم نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے ان میں اقارب مراد ہیں اور جہاں تک ''كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ'' کا تعلق ہے تو یہاں آل ابراہیم سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ پر اسی طرح رحمت بھیجے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں (باقی) تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر رحمت نازل فرمائی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔ جس طرح بعض روایت میں یہ الفاظ واضح طور پر آئے ہیں''عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ'' (یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مستقل ذکر ہے)۔

اور جہاں تک ارشاد خداوندی ''سَلٰمٌ عَلٰى إِلْ يَاسِيْنَ'' کا تعلق ہے تو اس میں دو قراتیں ہیں:

پہلی قرأت: الیاسین بروزن اسماعیل ہے۔ اور اس میں دو وجہ ہیں:

پہلی وجہ: یہ حضرت الیاس علیہ السلام کا دوسرا نام ہے۔ جس طرح میکال اور میکائیل ہے۔

دوسری وجہ: یہ جمع ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ الیاس کی جمع ہے اور اس کی اصل الیاسیین ہے۔ جس طرح عبرانیین ہے پھر ایک یاء میں تخفیف کر کے الیاسین کہا گیا اور اس سے ان کے تابعین مراد ہیں۔ جس طرح سیبویہ نے اشعرون اور اعجمون کے بارے میں کہا۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ یہ الیاس کی جمع ہے اور ایک یاء محذوف ہے۔

دوسری قرأت: سلم علی ال یاسین۔ اس میں کئی وجوہ ہیں:

وجہ اول: یاسین آپ کے باپ کا نام ہے پس اس کی طرف آل کی اضافت ہے جیسے آل ابراہیم۔

وجہ ثانی: آل یاسین سے خود حضرت الیاس علیہ السلام مراد ہیں پس آل یٰسین کی طرف اضافت ہے اور مراد آل یٰسین سے ان کی ذات ہے۔ جس طرح ان حضرات نے ذکر کیا۔

وجہ ثالث: اس سے یائے نسبت کو حذف کیا گیا پس یٰس کہا جاتا ہے اور اس کی اصل یاسین ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور ان کی آل سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین میں ان کی اتباع کرتے ہیں۔

وجہ رابع: یٰسین سے قرآن مجید مراد ہے اور آل یٰسین سے اہل قرآن مراد ہیں۔

وجہ خامس: اس سے نبی اکرم ﷺ مراد ہیں اور آل سے آپ کے اقارب اور اتباع کرنے والے مراد ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

یہ تمام اقوال ضعیف ہیں اور ان کے قائل کو ان مشکل امور پر اس بات نے مجبور کیا کہ لفظ آل کی اضافت ''یٰس'' کی طرف ہے اور ان کا اسم گرامی الیاس اور الیاسین ہے اور انہوں نے اسے مصحف (قرآن مجید) میں الگ الگ دیکھا۔

اور بعض قراء نے اسے آل یاسین پڑھا تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ان (حضرت الیاس علیہ السلام) کے اسماء مبارکہ یٰس' الیاسین اور الیاس ہیں اور ایک جماعت نے کہا کہ ان کے غیر کا نام ہے۔

پھر ان کے درمیان اختلاف ہوا تو کلبی نے کہا: یٰس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور ایک گروہ نے کہا کہ اس سے قرآن مجید مراد ہے اور ان تمام باتوں کا درست نہ ہونا ظاہر ہے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

اور درست بات یہ ہے (اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) کہ اصل کلمہ ''آل یاسین'' ہے جس طرح ''آل ابراہیم'' پس ہم شکل کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کے اول سے الف لام کو حذف کیا گیا اور اسم کی دلالت مقام محذوف پر پائی جاتی ہے اور ان حضرات کے کلام میں ایسی مثالیں اکثر پائی جاتی ہیں جب امثال جمع ہوں تو ان تمام کے ساتھ کلام کرنا

ناپسندیدہ ہوتا ہے پس ان میں سے ان کو حذف کر دیتے ہیں جن کے حذف سے التباس لازم نہ آئے اگرچہ ان مقامات سے حذف نہیں کرتے جن میں ہم مثل جمع نہ ہوں۔ اسی لیے وہ 'اِنِّیْ' 'اَنِّیْ' 'کَاَنِّیْ' 'لٰکِنِّیْ' سے نون کو حذف نہیں کرتے البتہ "لَیْتَنِیْ" سے نون کو حذف کر دیتے ہیں (پہلی نون کو حذف کرنے سے کوئی التباس لازم نہیں آتا)۔

اور جب "لَعَلَّ" میں لام نون کے مشابہ ہے تو انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ یہاں سے بھی نون کو حذف کر دیا اور اہل عرب کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اسے عجمی اسم کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اسے اس سے بدل دیتے ہیں تو کبھی الیاسین اور کبھی الیاس اور کبھی یاسین پڑھتے ہیں۔

اور بعض اوقات یاس بھی پڑھتے ہیں۔

ایک قرأت کے مطابق اسی (یٰسین) کو سلام ہو گا اور دوسری قرأت کے مطابق آل کو سلام پیش کیا جاتا ہے۔

اس بنیاد پر آل کے بارے میں دو قول کرنے والے حضرات کے درمیان نزاع کی تفصیل یوں ہوگی۔

اگر لفظ آل مفرد ہو تو اس پر مضاف الیہ داخل ہو گا۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اُدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

(الغافر: ٤٦)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعون بھی اپنی آل میں شامل ہو گا (اور سخت عذاب میں داخل ہو گا)۔

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ. اور ہم نے آل فرعون کو کئی سالوں کے قحط میں گرفتار کیا۔

(الاعراف: ۱۳۰)

اس طرح کی دیگر کئی مثالیں ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى. اے اللہ! آل ابی اوفیٰ (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس میں داخل ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ. (ترجمہ واضح ہے)۔

صحیح بخاری کی اکثر روایات میں اسی طرح آیا ہے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی آل میں شامل ہیں۔ شاید جس نے یہ کہا کہ آل الرجل نفسہ (کسی شخص کی آل سے مراد اس کی ذات ہے) تو اس کی مراد بھی یہی ہو (کہ وہ آل میں داخل ہے)۔

اور اگر کسی شخص کا ذکر کیا جائے پھر اس کی آل کا ذکر ہو تو وہ ان میں داخل نہیں ہو گا پس مجرد لفظ اور ملے ہوئے لفظ میں فرق ہو گا۔ پس جب تم کہو اعطِ لزید و آل زید۔ زید اور آل زید کو دو تو یہاں زید اپنی آل میں داخل نہیں ہو گا اور جب تم کہو 'اعطه لآل زید' تو زید اور آل دونوں کو شامل ہو گا اور اس کی کئی مثالیں ہیں جن کو ہم نے دیگر مقامات پر ذکر کیا ہے وہ یہ کہ لفظ کی دلالت اس کی تجرید (علیحدہ ذکر ہونے) اور ملا کر ذکر کرنے سے بدل جاتی ہے جس طرح فقیر اور مسکین کو جب ملا کر ذکر کیا جائے تو یہ دونوں الگ الگ قسمیں ہیں اور جب ان میں سے ہر ایک کو الگ ذکر کیا جائے تو ایک ہی قسم ہو گا۔ اسی لیے زکوٰۃ میں دو الگ الگ قسمیں ہیں' کفارات میں ایک ہی قسم ہوگی۔

اور جس طرح ایمان اور اسلام' نیکی اور تقویٰ' (الفحشاء) بے حیائی اور منکر' فسوق اور عصیان (نافرمانی) وغیرہ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ خاص طور پر قرآن مجید میں (ان کا ذکر بہت زیادہ ہے)۔

فصل ہفتم

آل نبی کون لوگ ہیں (ﷺ، رضی اللہ عنہم)؟

نبی اکرم ﷺ کی آل کے بارے میں چار مختلف قول ہیں:

(۱) پس کہا گیا کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور اس سلسلے میں علماء کے

تین اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ یہ حضرت امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول: یہ خاص طور پر بنو ہاشم ہیں۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت ابن القاسم نے اسی بات کو اختیار کیا۔

تیسرا قول: ان سے مراد بنو ہاشم اور ان سے اوپر والے لوگ ہیں جو غالب تک پہنچتے ہیں۔ پس ان میں بنو مطلب، بنو امیہ، بنو نوفل اور ان سے اوپر والے بنو غالب تک شامل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد اشھب نے اسی قول کو اختیار کیا۔

''الجواہر'' کے مصنف نے ان سے یہ بات نقل کی ہے اور اللخمی نے ''التبصرہ'' میں اسے ''اصبغ'' سے نقل کیا، اشھب سے نقل نہیں کیا۔

یہ بات کہ آل سے وہ حضرات مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، حضرت امام شافعی، امام احمد اور اکثر حضرات کا قول ہے۔ حضرت امام احمد اور شافعی رحمہما اللہ کے جمہور اصحاب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اولاد اور ازواج مطہرات خاص طور پر مراد ہیں۔ یہ بات حضرت ابن عبد البر نے ''التمہید'' میں نقل کی ہے۔

انہوں نے باب عبد اللہ بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرمایا کہ ایک قوم نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے خاص طور پر آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد مراد ہے کیونکہ حضرت مالک کی روایت جو نعیم المجمر سے روایت کی اور دیگر احادیث میں ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ'' آیا ہے اور اس حدیث یعنی حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ''۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث، اس (پہلی) حدیث کی تفسیر ہے اور اس میں اس

بات کا بیان ہے کہ آل محمد (ﷺ) صرف آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: پس جائز ہے کہ کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد میں سے کسی سے کہے ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ'' جب اس کے سامنے ہو اور جب غائب ہو تو کہے ''وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ'' لیکن دوسرے لوگوں کے لیے یہ بات جائز نہیں۔

ان حضرات نے فرمایا کہ آل اور اہل برابر ہیں اور آل الرجل اور اھلہ برابر ہیں اور اس حدیث کی دلیل سے ان سے مراد ازواج اور اولاد ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے قیامت تک آپ کی اتباع کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ یہ بات ابن عبد البر نے بعض اہل علم سے نقل کی ہے اور جن لوگوں سے یہ بات مروی ہے ان میں سے سب سے مقدم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔

انہوں نے حضرت سفیان ثوری اور دوسرے حضرات رحمہم اللہ سے بھی اسے نقل کیا۔

اس قول کو بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ نے اختیار کیا، ان سے یہ بات ابو الطیب الطبری نے اپنی تعلیق میں نقل کی ہے اور شیخ محی الدین النووی رحمہ اللہ نے ''شرح مسلم'' میں اس کو ترجیح دی اور الازہری نے اسے مختار قرار دیا۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے متقی لوگ ہیں۔ اس بات کو قاضی حسین، راغب اور ایک جماعت نے نقل کیا۔

ان اقوال کے دلائل اور صحت وضعف کا بیان

پہلا قول: یعنی آل وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اگرچہ ان لوگوں (کے تعین) میں اختلاف ہے تو اس قول کی دلیل میں کئی وجوہ ہیں۔

(۱۶۳) پہلی دلیل: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، جب وہ پک جاتی تھیں تو ہر کوئی کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس ایک ڈھیر لگ جاتا اور حضرت

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیلتے تھے۔ پس ان میں سے ایک نے کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی' نبی اکرم ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے اسے ان کے منہ سے نکال دیا اور فرمایا:

اما علمت ان ال محمد لا یاکلون الصدقة. — کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد (ﷺ) صدقہ نہیں کھاتے۔

صحیح البخاری (۱۴۸۵_۱۴۹۱_۳۰۷۲)

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا' اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا لا تحل لنا الصدقة. — بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔

صحیح مسلم (۱۰۶۹) صحیح ابن حبان (۳۲۹۴) مسند امام احمد (ج ۲ص ۲۷۹_۴۰۶_۴۴۴) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۶۴) دوسری دلیل: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان مقام خُم میں ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا:

اما بعد! اے لوگو! میں ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب عزوجل کا پیغام رساں (فرشتہ) آ جائے اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے اختیار کرو۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں ترغیب دی اور فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں (دو بار فرمایا)۔ صحیح مسلم (۲۴۰۸) السنن الکبریٰ للنسائی (۸۱۷۵) جامع ترمذی (۳۷۸۸) سنن تائلی (ج ۱۰ ص ۱۱۴) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۳۶۶) بروایت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

حضرت حصین بن سبرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضور علیہ السلام کے آل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت سے مراد وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل

عباس (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ پوچھا: کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: ہاں!۔

(۱۶۵) اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الصدقة لا تحل لال محمد. — آل محمد (ﷺ) کے لیے صدقہ حلال نہیں۔

مسند امام احمد (ج ۳ ص ۴۴۸) بروایت حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ' کچھ الفاظ کا فرق ہے۔

(۱۶۶) تیسری دلیل: جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت زہری رحمہ اللہ کی روایت سے ہے وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا اور اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو غنیمت سے عطا کیا' وراثت کا مطالبہ کرنے لگیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لا نورث ما ترکنا صدقة. — ہماری وراثت نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی آل اس مال سے یعنی اللہ تعالیٰ کے مال سے کھاتی ہے' انہیں اس کھانے پر زیادہ کا حق نہیں۔ صحیح بخاری (۳۷۱۱_۴۲۴۰) صحیح مسلم (۱۷۵۹) سنن ابو داؤد (۲۹۶۸) صحیح ابن حبان (۴۸۲۳) سنن بیہقی (ج ۶ ص ۳۰۰_۱۴۲) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

نبی اکرم ﷺ نے ان (آل بیت) کی کچھ خصوصیات بیان فرمائیں جن میں سے ایک صدقہ سے محرومی ہے' ان کا وارث نہ بننا بھی ان ہی خصوصیات میں سے ہے۔ خمس کے خمس کا حق دار ہونا اور ان پر درود شریف بھیجنا بھی ان (اہل بیت) کی خصوصیت ہے۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ صدقہ کا حرام ہونا' خمس کے خمس کا استحقاق اور ان کے لیے وراثت کا نہ ہونا نبی اکرم ﷺ کے بعض اقارب کے ساتھ خاص ہے پس اسی طرح آپ کی آل پر صلوٰۃ کا ہونا بھی ان خصائص میں سے ہیں۔

(۱۶۷) چوتھی دلیل: اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے ابن شہاب کی روایت سے نقل کیا' وہ حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل الہاشمی سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب بن

ربیعہ نے ان کو خبر دی کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث نے عبدالمطلب بن ربیعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے کہا کہ تم دونوں رسول اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے عرض کرو: یارسول اللہ! زکوۃ کی وصولی کا کام ہمارے سپرد کریں۔ آگے مکمل حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہم سے فرمایا:

ان هذه الصدقة انما هي اوساخ الناس وانها لاتحل لمحمد ولا لآل محمد.	یہ صدقہ لوگوں کی میل ہے اور یہ حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل کے لیے حلال نہیں۔

صحیح مسلم (۱۰۷۲) سنن ابوداود (۲۹۸۵) سنن نسائی (ج۵ص ۱۰۵ ـ ۱۰۶) صحیح ابن حبان (۴۵۲۶) سنن بیہقی (ج۷ص ۳۱) مسند امام احمد بن حنبل (ج۴ص ۱۶۶) بروایت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۶۸) پانچویں دلیل: وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے ایسے دو مینڈھوں کا حکم دیا جو سینگوں والے ہوں اور سیاہی میں چلتے ہوں (پاؤں سیاہ ہوں) آگے مکمل حدیث ہے۔

اس میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا پھر ذبح کیا اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّمِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ.	اللہ تعالیٰ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) یااللہ! حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کی امت کی طرف سے قبول فرما۔

پھر آپ نے قربانی فرمائی۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ حدیث اسی طرح مکمل روایت کی ہے اور حقیقت عطف مغایرت کو چاہتی ہے اور آپ کی امت آپ کی آل سے اعم ہے (مطلب یہ ہے کہ امت میں عموم ہے اس میں باقی لوگ بھی داخل ہیں اور آل پاک بھی لیکن آل خاص ہے اس میں باقی امت شامل نہیں۔ ۱۲ ہزاروی)۔

اس قول کے قائلین فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے قول سے آل کی تفسیر کسی

اور کے کلام کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔

آل کے بارے میں دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی اولاد اور ازواج مطہرات مراد ہیں۔ اس سلسلے میں ابن عبدالبر کا استدلال پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوحمید کی حدیث میں ہے: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ" اور دیگر احادیث میں ہے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ" اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ دوسری حدیث سے پہلی حدیث کی وضاحت ہو رہی ہے۔

ان حضرات نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ:

(۱۶۹) نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا.	یااللہ! حضرت محمد (ﷺ) کی آل کو حسب ضرورت رزق عطا فرما۔

صحیح بخاری (۶۴۶۰) صحیح مسلم (۱۰۵۵) جامع ترمذی (۲۳۶۲) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ مقبول دعا تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شامل نہیں کیونکہ ان میں مالدار بھی ہیں اور کوشش محنت کرنے والے اور اب تک کے لوگ بھی۔

جہاں تک آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد کا تعلق ہے تو ان کا رزق حسب ضرورت تھا اور اس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کو جو مال حاصل ہوتا وہ اسے صدقہ کر دیتیں اور اپنا رزق صرف ضرورت کے مطابق رکھتی تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بہت زیادہ مال آیا تو آپ نے ایک ہی مجلس میں تمام مال تقسیم کر دیا، لونڈی نے پوچھا: اگر آپ اس سے ایک درہم بچا کر رکھتیں تو ہم اس سے گوشت خریدتے تو انہوں نے فرمایا: اگر تم مجھے یاد دلاتیں تو میں ایسا کرتی۔

ان حضرات نے صحیحین کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا۔

(۱۷۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں:

ما شبع آل محمد ﷺ من خبز ما دوم ثلاثة ایام حتی لحق بالله عزوجل.	حضرت محمد ﷺ کی آل نے تین دن مسلسل سالن کے ساتھ روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ حضور (علیہ السلام) کا وصال ہو گیا۔

صحیح بخاری (۵٤١٤ـ ٦٤٥١) صحیح مسلم (۲۹۷۰) جامع ترمذی (۲۳۵۷ـ ۲٤۷۳)

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ میں شامل نہیں اور نہ ہی ام المومنین کی یہ مراد ہے۔

ان حضرات نے فرمایا کہ آپ کی آل میں خواتین بھی داخل ہیں بالخصوص آپ کی ازواج مطہرات کیونکہ یہاں سبب کو نسب سے مشابہت ہے اس لیے کہ ان کا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اتصال ختم نہیں اور آپ کی حیات طیبہ میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی وہ دوسروں پر حرام تھیں اور وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کا سبب نسب کے قائم مقام ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے واضح الفاظ میں ان پر درود کا ذکر فرمایا۔ اس لیے قول صحیح یہی ہے اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا کہ ان پر صدقہ حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کی میل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات رفیع اور آپ کی آل کو ہر انسانی میل سے محفوظ رکھا اور تعجب کی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات: "اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) کی آل کو حسب ضرورت رزق عطا فرما" میں داخل ہیں۔ قربانی کے بارے میں آپ کے ارشاد گرامی: "اللهم هذا عن محمد و آل محمد۔ یا اللہ! یہ حضرت محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے" میں داخل ہیں اور آپ کے ارشاد گرامی: "ما شبع آل رسول الله ﷺ من خبز بر. رسول اللہ ﷺ کی آل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئی"۔ میں داخل ہیں اور نمازی کے قول: "اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد. اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما" میں داخل ہیں اور آپ کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوں:

ان الصدقة لا تحل لمحمد ولا لآل محمد.	بے شک صدقہ حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل کے لیے حلال نہیں۔

حالانکہ یہ لوگوں کی میل سے ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کا اس (میل) سے محفوظ اور دور رہنا اولیٰ ہے۔

سوال: اگر صدقہ ان (ازواج مطہرات) پر حرام ہوتا تو ان کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) پر بھی حرام ہوتا جس طرح بنو ہاشم پر حرام کی وجہ سے ان کے موالی پر بھی حرام ہے۔ اور یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ:

(۱۷۱) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بطور صدقہ گوشت دیا گیا تو انہوں نے اسے کھایا اور نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام قرار نہ دیا حالانکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ صحیح بخاری (۵۰۹۷) صحیح مسلم (۱۰۷۵) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے صدقہ حلال قرار دیا ہے ان کا شبہ یہی ہے۔

جواب: اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات پر صدقہ کا حرام ہونا اصلی اور بنیادی طور پر نہیں بلکہ وہ رسول اکرم ﷺ پر حرام ہونے کے تابع ہو کر ہے ورنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے اتصال سے پہلے ان کے لیے صدقہ حلال تھا پس وہ اس حرمت میں فرع ہیں اور مولیٰ پر حرام ہونا اس کے آقا پر حرام ہونے کی فرع ہے پس جب بنو ہاشم پر اصلاً حرام ہے تو ان کے موالی ان کے تابع ہوں گے اور جب ازواج مطہرات پر بالتبع حرام ہے تو ان کے موالی پر حرام ہونے کے لیے یہ سبب قوی نہیں ہے کیونکہ یہ فرع کی فرع ہے۔

ان حضرات نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا○ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا○	اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دوگنا عذاب ہو گا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو آسان ہے اور تم میں جو فرمانبردار رہے اللہ اور اس کے رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دوگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ.

(الاحزاب: ۳۰۔۳۴)

لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا بیمار کچھ لالچ کرے اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر کے ستھرا کر دے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیات اور حکمت۔

پس ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ یہ تمام خطاب ان کے ذکر کے ضمن میں ہے پس ان کو کسی حکم سے نکالنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

تیسرا قول

نبی اکرم ﷺ کی آل' آپ کی امت اور قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔ اس موقف پر یوں استدلال کیا گیا کہ کوئی عظیم شخصیت جس کی اتباع کی جاتی ہو' کی آل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے دین اور احکام میں اس کی اتباع کرتے ہیں چاہے وہ اس کے قریبی ہوں یا دور کے لوگ ہوں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس لفظ کا اشتقاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ ''آل یؤل'' سے بنا جب وہ رجوع کرے اور تابع حضرات کا مرجع ان کا متبوع ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کا امام اور ملجا ہوتا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی لیے ارشاد خداوندی:

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ.

(القمر: ۳۴)

سوائے آل لوط کے ہم نے ان کو سحری کے وقت نجات دی۔

اس سے (حضرت لوط علیہ السلام کے) پیروی کرنے والے اور آپ کی مومن جماعت مراد

ہے چاہے وہ آپ کے قریبی تھے یا آپ سے دور تھے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

اُدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ.

(الغافر: ۴۶)

آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

اس سے فرعون کی پیروی کرنے والے لوگ مراد ہیں۔

انہوں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا۔

(۱۷۲) نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر ان میں سے ہر ایک کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے خاوند (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو اپنے قریب کیا پھر ان سب پر کپڑا ڈال کر فرمایا:

اللهم هولاء اهل بيتي.

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور میں بھی آپ کے اہل سے ہوں؟ فرمایا' وانت من اهلي ''تم بھی میرے اہل سے ہو۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا۔

سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۵۲) طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۶۷) بروایت حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بنو لیث بن بکر بن عبد مناۃ سے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والوں سے ہیں (قرابت داروں سے نہیں)۔

چوتھا قول

چوتھے قول والے حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کی آل' آپ کی امت کے متقی لوگ ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے امام طبرانی نے اپنی معجم میں جعفر بن الیاس بن صدقہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نعیم بن حماد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نوح بن ابراہیم بن ابی مریم نے بیان کیا' وہ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۷۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اکرم

ﷺ سے پوچھا گیا: آل محمد (ﷺ) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ''کل تقی'' (ہر متقی یعنی (مومن) ہے) اور آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

اِنْ اَوْلِیَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. آپ کے اہل اور دوست تو صرف متقی لوگ ہیں۔ (الانفال:۳۸)

اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن احمد بن یونس سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نافع ابو ہرمز نے بیان کیا اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان نوح اور نافع ابو ہرمز (دونوں راویوں) سے اہل علم میں سے کسی نے استدلال نہیں کیا کیونکہ ان کو جھوٹا قرار دیا گیا۔

اس قول پر اس آیت کریمہ سے بھی استدلال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ان کے بیٹے کے بارے میں فرمایا:

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ. (ھود:٤٦) یہ آپ کی اہل سے نہیں اس کے اعمال اچھے نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسے شرک کی وجہ سے آپ کی اہل سے نکال دیا پس معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی اہل آپ کے متبعین ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کے بارے میں ہم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو سوار کریں اور ہم نے آپ سے ان کی نجات کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِحْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ. (ھود:٤٠) آپ اس (کشتی) میں ہر جنس سے ایک جوڑا نر اور مادہ سوار کریں اور جن پر بات پڑ چکی (فیصلہ ہو چکا) ان کے سوا گھر والوں (اور باقی مسلمانوں کو)۔

پس آپ کا بیٹا اس اہل میں سے نہیں جن کی نجات کی ضمانت دی۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس بات کی صحت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ آیت میں مؤمنوں کو ایک ایسی قسم قرار دیا گیا جو اہل کے علاوہ ہیں کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

واحمل فیها من کل زوجین (مکمل آیت) تو ''من آمن'' کا عطف حمل کے مفعول پر ہے اور وہ آپ کے اہل اور ہر چیز سے ایک جوڑا ہے۔

ان حضرات نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت واثلہ کو امت کے عموم سے نکال کر اس (اہل ہونے) کے ساتھ خاص فرمایا گویا حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کو اہل کے حکم میں کیا کہ جو اس کے نام کے مستحق ہیں آپ ان کے مشابہ ہیں۔

تو یہ ان تمام حضرات کے دلائل ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں (یعنی اہل سے کون مراد ہیں) مختلف اقوال اختیار کیے ہیں۔

صحیح قول

اور صحیح قول' پہلا قول ہے اس کے ساتھ دوسرا قول (صحت میں) متصل ہے جب کہ تیسرا اور چوتھا قول دونوں ضعیف ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مشابہت کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان الصدقة لا تحل لآل محمد (ﷺ). حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر صدقہ حرام ہے۔

اور فرمایا:

انما یاکل آل محمد من هذا المال. بے شک حضرت محمد (ﷺ) کی آل اس مال سے کھاتی ہے۔

اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا. اے اللہ! آل محمد (ﷺ) کا رزق حسب ضرورت کر دے۔

تو ان احادیث میں عام امت قطعاً مراد نہیں ہو سکتی پس زیادہ مناسب یہ ہے کہ درود شریف میں بھی آل سے مراد یہی لوگ ہیں جو ان احادیث میں مذکور ہیں اور اس سے روگردانی جائز نہیں۔

جہاں تک ازواج مطہرات اور اولاد کے بارے میں احادیث کا تعلق ہے تو یہ اس بات

پر دلالت نہیں کہ آل کا لفظ ان حضرات کے ساتھ خاص ہے بلکہ وہ خاص نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ سنن ابی داؤد میں حضرت نعیم مجمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے بارے میں یوں نقل کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ.

الکامل لابن عدی (ج ۳ ص ۴۲۴)

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر جو نبی ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو مؤمنوں کی مائیں ہیں اور آپ کی اولاد اور آپ کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی۔

تو (اس حدیث میں) ازواج' ذریت اور اہل کو جمع کیا' ان کو واضح الفاظ میں متعین کرتے ہوئے اس لیے ذکر کیا تا کہ واضح ہو جائے کہ وہ آل میں حقیقتاً داخل ہیں اور آل سے خارج نہیں ہیں بلکہ جو لوگ آل میں داخل ہیں یہ ان میں (اس منصب کے) سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ خاص کے عام پر اور عام کے خاص پر عطف کی مثالوں میں سے ایک ہے۔ اس میں ان کے شرف پر تنبیہ کی گئی اور دیگر انواع میں سے ان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ اس نوع کے افراد میں سے یہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں اور یہاں لوگوں کے ہاں دو طریقے ہیں۔

خاص و عام کا ایک دوسرے پر عطف

خاص کا عام پر عطف کیا جائے تو اس کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ خاص کا عام سے پہلے یا بعد ذکر کیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ عام سے مراد اس کے علاوہ ہے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاص کو دو مرتبہ ذکر کیا' ایک مرتبہ خصوصیت کے ساتھ اور دوسری مرتبہ ان (سب) میں شامل کرتے ہوئے اور یہ اس کے مزید شرف سے آگاہی ہوتی ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷)

اور جب ہم نے انبیاء کرام سے وعدہ لیا اور آپ سے اور نوح' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم (سے وعدہ لیا)۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ. (البقرہ: ۹۸)

جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں' جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔

(ان مثالوں میں جن انبیاء کرام' یا فرشتوں کا الگ ذکر ہے وہ عمومی ذکر میں بھی شامل ہیں)۔

نیز نبی اکرم ﷺ پر درود شریف آپ کا اور آپ کی آل کا حق ہے باقی امت کا نہیں اسی لیے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک آپ پر اور آپ کی آل پر (درود بھیجنا) واجب ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ اگرچہ ان حضرات کے نزدیک آل میں اختلاف ہے اور جو لوگ اسے واجب قرار نہیں دیتے تو شک نہیں کہ وہ آپ پر اور آپ کے اہل پر درود کو مستحب کرتے ہیں جبکہ باقی مومنوں پر مکروہ ناپسند قرار دیتے ہیں یا وہ لوگ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ پر درود بھیجنا جائز نہیں سمجھتے۔

پس جس نے کہا کہ آپ کی آل درود شریف کے سلسلے میں امت کے دیگر افراد کی طرح ہے تو اس نے عقل سے بہت بعید بات کی۔

نیز تشہد میں نبی اکرم ﷺ نے سلام وصلاۃ پڑھنا جائز قرار دیا تو نمازی کے لیے جائز ہے کہ وہ پہلے رسول اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر اپنے آپ پر اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجے۔

(۱۷۴) نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب تم یہ پڑھ لو (تشہد پڑھ لو) تو تم نے اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے پر سلام بھیجا وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔

صحیح بخاری (۱۲۰۲۔ ۸۳۸۔ ۷۳۸۱) صحیح مسلم (۴۰۲) سنن ابوداود (۹۶۸) سنن نسائی (ج ۳ ص ۴۱) سنن ابن ماجہ (۸۹۹) ابن حبان (۱۹۴۸) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۵۳۔ ۱۳۸) ابن جارود (۲۰۵) مسند امام احمد (۱/ ص ۳۸۲۔ ۴۱۴) بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

لیکن صلوٰۃ صرف اپنے اوپر اور اپنی آل پر پڑھنا جائز قرار دیا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی اہل آپ کے اہل ہیں اور وہ آپ کے اقارب ہیں (تمام امت نہیں)۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا اور آپ کی خصوصیات جو امت کو حاصل نہیں مثلاً آپ کا ان عورتوں سے نکاح کرنا جو اپنے آپ کو بطور ہبہ پیش کریں نیز آپ کے (وصال کے) بعد آپ کی ازواج مطہرات سے امت کے نکاح کا حرام ہونا اور اس کے علاوہ آپ کے حقوق اور تعظیم و توقیر کے بعد آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔

پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا. (الاحزاب: ۵۳)

تمہارے لیے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو اذیت پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

پھر آپ کی ازواج مطہرات سے اس حرج کو اٹھایا جو ان کے اپنے باپ دادا اور بیٹوں سے گفتگو اور ان کے ان ازواج کے پاس جانے کی صورت میں تھا پھر اس کے بعد آپ نے ان تاکیدی حقوق کا ذکر کیا جو آپ کی امت پر لازم ہیں اور وہ ان کو رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کا حکم دینا ہے اور اس سلسلے میں پہلے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔

صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ وہ اس حق کو کس طرح ادا کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ.

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ کی آل پر درود بھیج۔

پس آپ کی آل پر درود شریف بھیجنا آپ پر درود شریف کی تکمیل اور اس کے توابع میں سے ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آپ کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور اس کے باعث اللہ تعالیٰ آپ کے شرف اور بلندی میں اضافہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت و سلام ہو آپ پر اور آپ کے آل پر۔

اور جن حضرات نے کہا کہ اس سے آپ کی امت کے متقی حضرات مراد ہیں تو یہ آپ

کے اولیاء (اہل) ہیں پس جو لوگ آپ کے اقرباء میں سے ہیں وہ آپ کے اولیاء میں سے ہیں لیکن ان میں سے جو آپ کے اقرباء میں سے نہیں ہیں وہ آپ کے اولیاء (اہل) میں سے ہیں آل میں سے نہیں ہیں۔ بعض اوقات ایک شخص آپ کی آل و اولیاء میں سے ہوتا ہے جس طرح آپ کے اہل بیت اور آپ کے اہل ایمان اقرباء لیکن وہ آل اور اولیاء میں سے نہیں ہوتا اور بعض اوقات کوئی شخص آپ کے اولیاء میں سے ہوتا ہے اگرچہ آپ کی آل میں سے نہیں ہوتا جس طرح آپ کی امت میں سے آپ کے خلفاء جو آپ کی سنت کی طرف بلاتے ہیں آپ کا دفاع کرتے اور آپ کے دین کی مدد کرتے ہیں اگرچہ وہ آپ کے اقارب میں سے نہیں۔

(۱۷۵) نبی اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

الا ان آل ابی فلان لیسوا لی باولیاء ان اولیائی المتقون این کانوا ومن کانوا.

سنو! فلاں قبیلے والے میرے اولیاء (دوست) نہیں میرے دوست تو صرف متقی لوگ ہیں وہ جہاں بھی ہوں اور جو بھی ہوں۔

صحیح بخاری (۵۹۹۰) صحیح مسلم (۲۱۵) بروایت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔

بعض راویوں نے اس حدیث میں غلطی کی اور کہا کہ ''ان آل ابی بیاض'' ان لوگوں کو اس بات سے دھوکہ ہوا کہ صحیح (بخاری) میں ''ان آل بنی ... لیسوا لی باولیاء'' ہے یعنی لفظ بنی اور لفظ لیسوا کے درمیان خالی جگہ چھوڑ دی تو بعض لکھنے والوں نے وہاں لفظ بیاض لکھا (یعنی یہ جگہ خالی ہے)۔ پھر دوسرا آیا تو اس نے خیال کیا کہ لفظ بیاض مضاف الیہ ہے تو اس نے ''ابی بیاض'' کر دیا حالانکہ عرف میں ''ابو بیاض'' کا کوئی قبیلہ معروف نہیں اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ذکر نہیں کی بلکہ آپ نے قبائل قریش میں سے کسی بڑے قبیلے کا ذکر فرمایا اور اس نسخے سے جو شخص پڑھے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ لفظ ''بیاض'' کے ضاد پر ضمہ پڑھے اسے مجرور نہ پڑھے یعنی ان آل بنی ''بیاض'' مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ خالی ہے (بیاض کا معنی سفید ہے یعنی یہ ہر جگہ تحریر سے خالی ہے' سفید ہے) اس کی نظیر وہ ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں مروی ہے: ونحن القیامۃ ای فوق کذا انظر. ان الفاظ کا یہاں کوئی معنی نہیں۔

یہ لکھنے والوں نے ملا دیا (کذا انظر کے الفاظ مراد ہیں) یہ حدیث اس سند سے اور

اسی انداز میں مسند امام احمد میں یوں ہے:

ونحن یوم القیامة علی کوم اوتل فوق الناس، — اور ہم قیامت کے دن لوگوں سے اوپر ٹیلے پر ہوں گے۔

تو لکھنے والے پر لفظ ''تل'' اور ''کوم'' میں اشتباہ ہو گیا اور مراد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حاشیہ میں لکھ دیا ''انظر'' (دیکھو) پھر دوسرا آیا اور اس نے ان تمام الفاظ کو جمع کر کے حدیث کے متن میں داخل کر دیا۔ میں (مصنف) نے یہ بات اپنے شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ سے سنی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ متقین لوگ رسول اکرم ﷺ کے اولیاء (احباب) ہیں اور آپ کے اولیاء ہی آپ کی آل سے زیادہ آپ کو محبوب ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ — اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

(التحریم: ٤)

(١٧٦) نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' پوچھا گیا: مردوں میں سے کون؟ فرمایا: ان کے باپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔

صحیح بخاری (٤٣٥٨ـ٣٦٦٢) صحیح مسلم (٢٣٨٤)

یہ اس لیے کہ متقی لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. (یونس: ٦٢ـ٦٣) — سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے اولیاء (دوستوں) پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں وہی اس کے رسول ﷺ کے بھی ولی ہیں۔

اور جن لوگوں کے خیال میں آل سے اتباع کرنے والے لوگ مراد ہیں تو کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اتباع کرنے والوں پر آل کا لفظ بعض مواقع پر قرینے کے تحت

بولا جاتا ہے لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ لفظ آل جہاں بھی بولا جائے اس سے اتباع کرنے والے مراد ہوں جیسا کہ ہم آیات واحادیث (نصوص) ذکر کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم

فصل

ازواجِ مطہرات

لفظ ازواج' زوج کی جمع ہے اور زوجہ بھی کہا جاتا ہے لیکن پہلا لفظ (زوج) زیادہ فصیح ہے اور قرآن مجید میں اسی طرح آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ. — آپ اور آپ کی بیوی جنت میں ٹھہریں۔

(الاعراف: ١٩)

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ. (الانبیاء: ٩٠) — اور ہم نے ان کے لیے اچھا جوڑا بنایا۔

اور دوسرے لفظ (زوجہ) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

انها زوجة نبيكم في الدنيا والاخرة. — یہ تمہارے نبی ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ (بیوی) ہیں۔

اور فرزدق (شاعر) نے کہا:

وان الذی یسعی لیفسد زوجتی   کساع الی اسد الشری یستبلها

''جو شخص میری زوجہ کو خراب کرنا چاہتا ہے وہ تیز رفتار شیر کی طرف دوڑتا ہے کہ اس کے پیشاب کو ہاتھ میں لے''۔

زوجہ کی جمع زوجات آتی ہے اور زوج کی جمع ازواج ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ. (یٰسین: ٥٦) — وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ. (الزخرف: ۷۰)

تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو اور تمہاری خاطر ہوگی۔

قرآن مجید میں اہل ایمان کے بارے میں لفظ زوج مفرد اور جمع کے ساتھ خبر واقع ہوئی ہے جیسا کہ گزر گیا۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ. (الاحزاب: ٦)

نبی (ﷺ) مومنوں کے نفسوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ.

اے نبی (ﷺ)! اپنی ازواج سے فرما دیں۔

اور اہل شرک کے بارے میں لفظ المرأة (عورت) سے خبر دی۔

ارشادِ خداوندی ہے: تبت يدا ابي لهب یہاں تک کہ فرمایا: و امراته حمالة الحطب.[1] (تبت: ۱۔ ٤)

اور ارشادِ خداوندی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ. (التحریم: ۱۰)

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت۔

جب یہ دونوں (حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی) مشرکہ تھیں تو ان کے لیے "امرأة" کا لفظ بولا اور فرعون کے بارے میں فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ. (التحریم: ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ مومنین کی مثال دیتا ہے فرعون کی عورت۔

[1] ترجمہ سورت: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

جب وہ (فرعون) مشرک تھا اور اس کی بیوی مسلمان تھی تو اسے اس کی زوجہ قرار نہ دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ. (البقرۃ: ۳۵)

آپ اور آپ کی بیوی جنت میں ٹھہریں۔

اور نبی اکرم ﷺ کے لیے فرمایا:

اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ. (الاحزاب: ۵)

بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کی ازواج کو حلال کیا۔

اور مومنوں کے بارے میں فرمایا:

وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ. (البقرۃ: ۳۵)

اور ان کے لیے اس (جنت) میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

ایک گروہ نے جن میں امام سہیلی وغیرہ شامل ہیں فرمایا کہ ان حضرات کے حق میں ازواج اس لیے نہیں کہا کہ وہ آخرت میں ان کی زوجہ نہیں ہوں گی نیز نکاح ایک شرعی زیور ہے اور یہ امر دین سے ہے پس کافر کو اس سے خالی قرار دیا جس طرح اس سے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کو خالی رکھا۔

اعتراض: پھر امام سہیلی نے اپنے اوپر ایک اعتراض کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا. (مریم: ۵)

اور میری بیوی بانجھ ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کیا:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ. (الذاریات: ۲۹)

اس پر ان کی بیوی چلاتی ہوئی آئیں۔

جواب: اس کا جواب انہوں نے خود ہی دیا کہ ان مقامات پر لفظ امرأة زیادہ لائق تھا کیونکہ یہ حمل اور ولادت کا موقع ہے لہٰذا یہاں امرأة کا لفظ زیادہ مناسب ہے کیونکہ صفت انوثت (مؤنث ہونا) حمل اور وضع کی مقتضی ہے زوج ہونے کے اعتبار سے نہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اگر کہا جائے کہ مومنین اور ان کی عورتوں کے بارے میں لفظ ازواج کا ذکر کرنے میں راز یہ ہے کہ یہ لفظ مشاکلت اور ہم جنس ہونے کی طرف اشارہ

کرتا ہے جس طرح لفظ سے سمجھ آ رہا ہے کیونکہ زوجین وہ دو چیزیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہم شکل یا مساوی ہوں اور اسی سے ارشادِ خداوندی ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ. (الصافات:۲۲) ہانکو ظالموں اور ان کے جوڑوں کو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے ازواج سے مراد ان جیسے لوگ ہیں۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے بھی یہی بات فرمائی ہے۔ اور اسی سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ. (التکویر:۷) جب نفسوں کو ملایا جائے گا۔

یعنی جب مختلف ہم شکل لوگوں کو نعمت اور عذاب میں ملایا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: نیک لوگوں کو نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں اور کافروں کو کافروں کے ساتھ جہنم میں ملایا جائے گا۔ حضرت حسن' حضرت قتادہ اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے اور کہا گیا ہے کہ مؤمنین کا جوڑا حور عین کو اور کفار کا جوڑا شیطانوں کو بنایا گیا یہ پہلے قول کی طرف راجع ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ. (الانعام:۱۴۳) آٹھ جوڑے ہیں۔

پھر اس کی تفسیر یوں کی گئی:

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ..... وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ. (الانعام:۱۴۳۔۱۴۴) بھیڑ سے دو اور بکری سے دو اونٹ سے دو اور گائے سے دو۔

تو ایک نوع کے دو فردوں کو زوجان قرار دیا۔

اسی سے اہل عرب کا قول ہے:

زوجا خف (موزوں کا جوڑا) اور زوجا حمام (حمام کا جوڑا) وغیرہ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے درمیان مشابہت اور مشاکلت کی نفی فرمائی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ. (الحشر:۲۰) جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے مؤمنوں اور کفار کے بارے میں فرمایا:

لَيْسُوْا سَوَآءً. (آل عمران:۱۱۳) یہ لوگ برابر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان احکامِ دنیا میں باہم ملاپ کی نفی فرمائی پس وہ ایک دوسرے کے وارث بھی نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے سے نکاح بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں۔

تو جس طرح ان کے درمیان سے معنوی طور پر وصال ختم ہو گیا' نام سے بھی ختم ہو گیا پس ان کے بارے میں ''المرأة'' (عورت) کا لفظ محض عورت ہونے کی وجہ سے بولا گیا مشابہت اور مشاکلت کی وجہ سے نہیں بولا گیا۔

تم اس معنیٰ میں غور کرو گے تو الفاظِ قرآنی اور ان کے معانی میں بہت زیادہ مطابقت پاؤ گے۔ اسی لیے وہ مسلمان عورت جو کافر کی بیوی ہے اور وہ کافر عورت جو مسلمان کی بیوی ہے اس کے لیے ''امرأة'' کا لفظ ذکر کیا زوجہ کا لفظ نہیں تاکہ یہ معنیٰ ثابت ہو۔ واللہ اعلم

(یہ جو کچھ بیان ہوا) اس شخص کے قول سے زیادہ بہتر ہے جس نے کہا کہ ابولہب کی بیوی کو ''المرأة'' کہنا اور زوجہ نہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ کفار کے درمیان نکاح صحیح نہیں بخلاف مسلمانوں کے نکاح کے (کہ وہ صحیح ہے) یہ قول باطل ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو بھی امرأة کہا گیا حالانکہ ان کا نکاح صحیح تھا۔

آیت وراثت میں اس معنیٰ پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کو لفظ زوجہ سے متعلق کیا لفظ امرأة کے ساتھ نہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ. (النساء:۱۲) تمہارے لیے اس چیز کا نصف ہے جو تمہاری بیویوں نے چھوڑا۔

اس میں اس بات کی خبر دی گئی کہ یہ وراثت زوجیت کی بنیاد پر ہے جس میں ایک جیسا ہونا اور مناسبت ضروری ہے اور مومن و کافر ایک دوسرے کے مناسب نہیں لہٰذا ان کے درمیان وراثت نہیں ہوگی۔

قرآن مجید کے مفردات اور مرکبات کے اسرار تمام جہان والوں کی عقلوں سے ماوراء ہیں۔

فصل ہشتم

نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات

اس مقام پر رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

آپ کا نسب یوں ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ سے مکہ مکرمہ میں اس وقت نکاح کیا جب حضور علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی اور ام المومنین آپ کے ساتھ رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت کے منصب سے نوازا پس ام المومنین آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کی بلکہ وہ حضور علیہ السلام کی سچی وزیر تھیں۔ ان کا انتقال اصح قول کے مطابق ہجرت سے تین سال پہلے ہوا۔ ایک قول کے مطابق چار سال اور ایک اور قول کے مطابق پانچ سال پہلے ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

۱- نبی اکرم ﷺ نے ان کی موجودگی میں کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔

۲- نبی اکرم ﷺ کی تمام اولاد ان سے ہے البتہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ کی لونڈی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

۳- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا امت کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں ان کی فضیلت کے سلسلے میں تین مختلف قول ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

میں (مصنف) نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے پوچھا تو جواب دیا کہ ان میں سے ہر ایک کی اپنی خصوصیت ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شروع شروع میں اسلام لانے کے

حوالے سے ترجیح ہے نیز آپ رسول اکرم ﷺ کو تسلی دیتیں اور آپ کی ڈھارس بندھاتی تھیں' انہوں نے اپنے مال سے مدد کی اور اسلام کا ابتدائی دور پایا نیز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی وجہ سے اذیت برداشت کی اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی اس وقت مدد کی جب آپ کو اس کی سخت ضرورت تھی۔

چنانچہ آپ نے جس قدر مدد کی اور مال خرچ کیا وہ کسی اور نے نہیں کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے آخر تک (رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور تک) رہنے کی ترجیح ہے پس دین کی سمجھ حاصل کرنے' اسے امت تک پہنچانے نیز آپ نے اپنی اولاد (مسلمانوں) تک جو علم پہنچایا وہ آپ کی فضیلت کی دلیل ہے اور یہ اعزاز آپ کے علاوہ ازواج مطہرات کو حاصل نہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ کو سلام بھیجا جو رسول اکرم ﷺ نے آپ تک پہنچایا۔

(۱۷۷) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' وہ حضرت عمارہ سے اور وہ حضرت ابو زرعہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آرہی ہیں' ان کے پاس ایک برتن ہے' جس میں سالن یا کھانا یا پانی ہے' جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو انہیں ان کے رب اور میری طرف سے سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں ایسے محل کی خوشخبری دیں جو اندر سے خالی موتیوں سے بنا ہوا ہے اور اس میں کسی قسم کا شور اور تھکاوٹ نہ ہوگی۔ صحیح بخاری (۳۸۲۰-۷۴۹۷) صحیح مسلم (۲۴۳۲) ابن حبان (۷۰۰۹) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۲۳۱) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور قسم بخدا! یہ آپ کا خاصہ ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔

جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے ان کو سلام بھیجا۔

(۱۷۸) امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم سے یحیٰ بن بکیر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' وہ یونس سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ابو سلمہ نے کہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو آپ کو سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: ''وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے بارے میں عرض کیا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواص میں سے یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جو آپ کو ناگوار گزرتی یا آپ کو غصہ آتا۔ اسی طرح آپ کی طرف سے بھی ام المومنین کو کبھی کوئی دکھ' جھڑک نہ پہنچی اور نہ ہی آپ نے کبھی ام المومنین سے علیحدگی اختیار کی۔ ان کی فضیلت کے سلسلے میں یہی بات کافی ہے۔

ان کے خواص میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والی اس امت میں سے سب سے پہلی خاتون آپ ہی ہیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وفات دی تو ان کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے: سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' رسول اکرم ﷺ کے پاس بڑی عمر کو پہنچیں اور آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تو آپ نے ان کو روک لیا۔

اور یہ ان کے خواص میں سے ہے کہ انہوں نے اپنی باری کے دن کو نبی اکرم ﷺ کا قرب اور محبت حاصل کرنے کے لیے اس خاتون کے لیے قربان کر دیا جن سے حضور علیہ السلام کو بہت محبت تھی اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے ٹھہرنے کی

قربانی دے دی۔ پس حضور علیہ السلام دیگر ازواج مطہرات کے لیے باری مقرر فرماتے لیکن ان کے لیے مقرر نہ فرماتے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے اس بات پر راضی تھیں۔ صحیح بخاری (۵۰۶۷) صحیح مسلم (۱٤٦٥) سنن نسائی (ج ٦ ص ٥٣)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت صدیقہ بنت صدیق' عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے ہجرت سے دو سال پہلے (نکاح کیا) اور اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ کہا گیا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا اور مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد پہلے سال کے آغاز میں رخصتی ہوئی جب کہ ان کی عمر نو سال تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی اور ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا پڑھائیں اور یہ ۵۸ھ کا واقعہ ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی تمام ازواج مطہرات میں سے آپ سے زیادہ محبت تھی۔ جیسا کہ آپ سے صحیح بخاری وغیرہ میں ثابت ہے اور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ' پوچھا: مردوں میں سے کون؟ فرمایا: ان کے باپ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)۔

حوالہ کے لیے دیکھئے (۱۷۳)

ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔

ام المومنین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ان کے بستر میں ہوتے کسی دوسری زوجہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

آپ کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو حضور علیہ السلام نے ان سے آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

(۱۷۹) ولا علیک ان لا تعجلی — تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم جلدی نہ کرو حتی

حتى تستامرى ابويک. کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ کرلو۔[1]

انہوں نے عرض کیا: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو ترجیح دیتی ہوں۔

صحیح بخاری (۲۴۶۸ ـ ۵۱۹۱) صحیح مسلم (۱۴۷۹) جامع ترمذی (۳۳۱۸) سنن نسائی (ج ۴۵ ص ۱۳۷) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۳۳ ـ ۳۴) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

پھر دوسری ازواج مطہرات نے بھی ان کی اقتداء کی اور وہی بات کہی جو انہوں نے فرمائی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اہل افک نے آپ پر جو بہتان باندھا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کی برأت فرمائی اور آپ کے عذر اور برأت کے بارے میں وحی نازل فرمائی جو قیامت تک محرابوں اور مسلمانوں کی نمازوں میں پڑھی جاتی رہے گی! اور آپ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ پاکیزہ خواتین میں سے ہیں نیز آپ سے مغفرت اور اچھے رزق کا وعدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کے بارے میں جو جھوٹ کہا گیا وہ آپ کے لیے بہتری کا سبب بنا اور آپ کے بارے میں کہا گیا کہ یہ جھوٹ آپ کے لیے خرابی کا باعث نہیں اور نہ ہی اس سے آپ کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث آپ کو رفعت عطا فرمائی۔ آپ کی قدر و منزلت کو بلند کیا اور آپ کی شان کو عظمت عطا فرمائی اور آپ کے لیے زمین و آسمان والوں کے درمیان پاکیزگی اور برأت کا ذکر ہوا تو اس سے بڑی منقبت کیا ہو سکتی ہے۔[2]

غور کیجیے! ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز و اکرام اس وجہ سے حاصل ہوا کہ انہوں نے بہت زیادہ تواضع کی اور اپنے آپ کو چھوٹا قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

---

[1] نبی اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طلاق نہ لیں اور آپ جانتے تھے کہ جب وہ اپنے والدین (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ) سے مشورہ کریں گی تو وہ یہی مشورہ دیں گے کہ حضور علیہ السلام کی زوجیت میں ہی رہیں۔ ۱۲ ہزاروی

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب الزام لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں آپ کی برأت نازل فرمائی۔ ۱۲ ہزاروی

میری شان اس سے زیادہ حقیر ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام کرے اور وحی بھیجے جس کی تلاوت کی جائے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خواب دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے میری برأت دکھائی۔ (مندرجہ بالا حوالاتِ حدیث دیکھیں)

تو یہ امت میں سے صدیقہ ہیں، مومنوں کی ماں اور رسول اکرم ﷺ کی محبوبہ ہیں اور وہ جانتی ہیں کہ وہ (اس الزام سے) بری الذمہ اور مظلوم ہیں اور ان پر الزام لگانے والے ظالم ہیں۔ من گھڑت بات کر رہے ہیں اور اس بات کی اذیت ان کے ماں باپ اور رسول اکرم ﷺ تک پہنچی ہے۔

لیکن آپ نے اپنے آپ سے قصر نفسی فرمائی۔

تو ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو ایک دن یا دو دن یا ایک مہینہ یا دو مہینے روزہ رکھتے ہیں اور ایک یا دو راتیں قیام کرتے ہیں اور ان پر ان کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کرامت و مکاشفات (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)، خطابات اور منزلت و اجابت کے مقام پر دیکھتے ہیں نیز یہ کہ ان کی ملاقات سے برکت حاصل کی جاتی ہے، ان کی اچھی دعا غنیمت ہے اور لوگوں پر ان کا احترام، تعظیم اور توقیر واجب ہے پس وہ ان کے کپڑوں کو چھوتے ہیں اور قدموں کو بوسہ دیتے ہیں۔

اور (ان کا خیال ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبے پر فائز ہیں کہ جو لوگ ان کی حالت میں نقص ظاہر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان مراتب کی وجہ سے ان لوگوں کے لیے بدلہ لیتا ہے اور ان کی توہین کرنے والوں کو فوراً پکڑتا ہے نیز ان کی توہین ایسا گناہ ہے جس کا کفارہ صرف ان کو راضی کرنا ہے۔

تو یہ حماقتیں اور تکبر جہالت میں ان کے پکا ہونے اور غیر مستقیم عقل کی وجہ سے ہیں کیونکہ اس قسم کا تصور وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل، خود پسند اور متکبر ہے۔ نیز اپنے جرم اور گناہوں سے غافل ہے، اللہ تعالیٰ کی مہلت سے غافل ہے کہ شاید اس کی گرفت اس لیے نہیں ہو رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین انسان ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں اور بندے کو چاہیے کہ

وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیر جانے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کسی دینی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تو وہ ان سے فتویٰ لیتے اور ان کے پاس اس کا علم پاتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی ہے کہ:

(۱۸۰) رسول اکرم ﷺ کا وصال آپ کے حجرۂ مبارکہ میں آپ کی باری کے دن اور آپ کے سینے پر ہوا اور آپ کو ام المومنین کے حجرۂ مبارکہ میں ہی دفن کیا گیا۔

صحیح بخاری (۱۳۸۹) صحیح مسلم (۲۴۴۳) مسند امام احمد (ج ۶ ص ۴۸_۲۰۰_۲۷۴) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے فرشتے نے نبی اکرم ﷺ کو آپ کی صورت ایک ریشمی کپڑے میں دکھائی اور کہا:

(۱۸۱) ان یکن ھذا من عند اللہ یمضہ. اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اسے گزر دیں۔

صحیح بخاری (۳۷۹۵_۵۱۲۵_۵۰۷۸) صحیح مسلم (۲۴۳۸) صحیح ابن حبان (۷۰۹۳) سنن بیہقی (ج ۷ ص ۸۵) مسند امام احمد (ج ۶ ص ۴۱_۱۲۸)

آپ کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف فرما ہوتے، صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تحائف بھیجتے اور وہ چاہتے تھے کہ جس زوجہ مطہرہ سے رسول اکرم ﷺ کو زیادہ محبت ہے ان کے گھر میں تحائف بھیجیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے آپ کا ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا (یعنی حمل گر گیا) لیکن یہ بات ثابت نہیں۔

---

[1] یہ تواضع کی طرف اشارہ ہے ورنہ بندہ حقیر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو عزت عطا فرمائی۔

۱۲ ہزاروی

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر الخطاب رضی اللہ عنہما سے بھی نکاح کیا اور آپ سے پہلے وہ خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ صحابی تھے اور بدر کے شرکاء میں سے تھے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲۷ھ میں ہوا ایک قول کے مطابق ۲۸ھ میں ہوا۔

آپ کے خصائص میں سے ایک بات وہ ہے جسے حافظ ابو محمد مقدسی نے سیرت سے متعلق اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ:

(۱۸۲) نبی اکرم ﷺ نے ان کو طلاق دی تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کریں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور رات کے وقت بہت قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۲۴۴_۲۴۵) بروایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الکبیر میں فرمایا (کہ ہم سے احمد نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے احمد بن طاہر بن حرملہ بن یحییٰ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے دادا حرملہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن صالح الحضرمی نے بیان کیا، وہ موسیٰ بن علی بن رباح سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:)

(۱۸۳) نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں عمر بن خطاب کا کوئی اعتبار (ومقام) نہیں۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام، رسول اکرم ﷺ کے پاس اترے اور کہا:

ان اللہ یامرک ان تراجع حفصة رحمة لعمر رضی اللہ عنه. اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرماتے ہوئے حضرت حفصہ

رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمائیں۔

مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۲۴۴) بروایت حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

رسول اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا اور ان کا نام رملہ بنت صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ انہوں نے اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسلام کو پورا کیا' نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کیا' جب وہ حبشہ کی زمین میں تھیں اور نجاشی بادشاہ نے حضور علیہ السلام کی طرف سے چار سو دینار دیئے اور رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ میں ان کی طرف بھیجا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کے نکاح میں ولی بنے۔ کہا گیا ہے کہ خالد بن سعید بن عاص ولی بنے تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عکرمہ بن عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی' وہ ابوزمیل سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۱۸۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مسلمان' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھتے اور نہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے تین اعزازات عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس عرب کی خوبصورت خاتون ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہیں میں ان کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب مقرر کرلیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں اور کہا مجھے کفار سے لڑنے پر مامور فرمائیں جس طرح میں مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

ابوزمیل فرماتے ہیں: اگر وہ رسول اکرم ﷺ سے یہ مطالبہ نہ کرتے تو آپ ان کو عطا نہ کرتے لیکن (آپ نے اس لیے عطا کیا کہ) آپ سے جس چیز کا سوال کیا گیا آپ نے وہ چیز عطا فرمادی۔ صحیح مسلم (۲۵۰۱) ابن حبان (۷۲۰۹) طبرانی (۱۲۸۸۵) سنن بیہقی (ج ۷ ص ۱۴۰)

بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اعتراض: اس حدیث پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم

ﷺ نے حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے نکاح کیا جیسا کہ گزر گیا ہے اور نجاشی نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کا نکاح کیا تھا' پھر وہ اپنے والد کے اسلام لانے سے پہلے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئیں تو فتح مکہ کے بعد وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں ام حبیبہ کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں؟

جواب: ایک گروہ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے' اس کی کوئی اصل نہیں اور ابن حزم نے کہا کہ حضرت عکرمہ بن عمار نے اسے جھوٹ قرار دیا اور اسی پر محمول کیا۔

لیکن دوسرے حضرات نے اس (جھوٹ کی طرف نسبت) کو بہت بڑی بات قرار دیا اور کہا کہ صحیح مسلم میں موضوع (من گھڑت) حدیث کیسے ہوسکتی ہے؟ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی تجدید چاہی تاکہ انہیں مسلمانوں کے درمیان عزت و وقار حاصل ہو۔

لیکن یہ توجیہ ضعیف ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے وعدہ کیا اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا تھا اور یہ بات کسی نے نقل نہیں کی کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ سے تجدید نکاح فرمایا۔ اگر اس قسم کا واقعہ ہوتا تو منقول ہوتا اگرچہ ایک کے بعد ایک نقل کرتا تو جب اسے کسی نے نقل نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نہیں ہوا۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس اعتراض پر کچھ اضافہ نہیں کیا اور فرمایا: جو کچھ صحیح مسلم میں آیا ہے وہ اہل خبر کے نزدیک بہت عجیب ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان کا مدینہ طیبہ میں حضرت ام حبیبہ کے پاس اس وقت جانا جب وہ تجدید صلح کے لیے آئے تھے' مشہور بات ہے۔

ایک گروہ نے کہا کہ یہ حدیث باطل نہیں ہے بلکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی پیش کش کی تھی کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بہن جن کا نام عزہ تھا' رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں دے دیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بعید نہیں کہ یہ بات حضرت ابوسفیان پر مخفی ہو کیونکہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور آپ کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ پر یہ بات مخفی تھی حتیٰ کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ان کے ساتھ نکاح کرلیں۔ [1]

[1] چونکہ ایک شخص دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا اس لیے حضور علیہ السلام نے روک دیا اور مسئلہ حضرت ابوسفیان اور حضرت ام حبیبہ کو معلوم نہ تھا۔ ۱۲ ہزاروی

(۱۸۵) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "انها لا تحل لی" "وہ میرے لیے حلال نہیں۔

صحیح بخاری (۵۱۰۱) صحیح مسلم (۱۴۴۹) سنن ابو داؤد (۲۰۵۶) سنن نسائی (ج ۶ ص ۹۶) بروایت حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان۔

تو حضرت ابوسفیان کا ارادہ یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ ان کی دوسری صاحبزادی سے بھی نکاح کر لیں۔ پس راوی پر یہ بات مشتبہ ہو گئی اور اسے وہم ہوا کہ اس سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں اور یہ نام بعض راویوں کی غلطی کی وجہ سے ہوا' حضرت ابوسفیان کا قول نہ تھا۔

لیکن اس توجیہ کو نبی اکرم ﷺ کا "ہاں" فرمانا رد کر دیتا ہے کیونکہ آپ نے ان کے مطالبہ کو قبول کیا' اگر ان کی دوسری بہن سے نکاح کا سوال ہوتا تو آپ فرماتے: وہ میرے لیے حلال نہیں جس طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ نہایت اچھی تاویل تھی۔

ایک گروہ نے کہا کہ اہل نقل اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب وہ حبشہ میں تھیں بلکہ بعض نے یوں ذکر کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے حبشہ سے آنے کے بعد مدینہ طیبہ میں ان سے نکاح کیا۔ اسے ابو محمد منذری نے نقل کیا لیکن یہ تاویل کئی وجہ سے کمزور ترین ہے۔

۱- یہ قول کسی صحیح یا حسن حدیث میں نہیں ہے اور نہ ہی اسے کسی ایسے شخص نے نقل کیا جس کے نقل پر اعتماد ہو۔

۲- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ حبشہ کے حوالے سے تواتر کی طرح (مشہور) ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں نکاح کرنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں نکاح اور مدینہ طیبہ میں رخصتی' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ طیبہ میں نکاح کرنا' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فتح خیبر کے سال نکاح کرنا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ قضاء میں نکاح کرنا تواتر سے ثابت ہے۔

اہل علم کے ہاں اس قسم کے واقعات کی شہرت ان کی قطعیت کو واجب کرتی ہے اگر کوئی ایسی سند آئے جو ظاہر میں صحیح ہو لیکن ان واقعات کے خلاف ہو' تو ان حضرات

نے اس کو غلط قرار دیا اور اس کی طرف توجہ نہیں کی اور اس سلسلے میں ان سے جھگڑا ممکن نہیں۔

۳- اہل علم رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے احوال کے حوالے سے اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے بعد تک مؤخر نہیں ہوا اور ان میں سے کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آئی۔

۴- حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ آئے تو اپنی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے اسے لپیٹ دیا' انہوں نے کہا: اے بیٹی! مجھے معلوم نہیں اس بستر کی نسبت مجھ سے رغبت ہے یا میرے مقابلے میں اس بستر سے رغبت ہے؟

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اکرم ﷺ کا بستر مبارک ہے۔ انہوں نے کہا: اے بیٹی! اللہ کی قسم! تمہیں میرے بعد شر حاصل ہوئی۔

سیرت اور تذکرہ نگاروں کے نزدیک یہ واقعہ مشہور ہے۔

ابن اسحاق وغیرہ نے اسے ابوسفیان کے مدینہ طیبہ میں تجدید صلح کے لیے آنے کے واقعہ میں اس کا ذکر کیا۔

۵- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر آپ کا خاوند عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ اس کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ سے آئیں تو نبی اکرم ﷺ کے پاس ہی رہیں اپنے باپ کے پاس نہیں رہیں۔ یہ وہ واقعہ ہے جس میں اہل نقل میں سے کسی کو شبہ نہیں ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ان کے والد (ابوسفیان) فتح مکہ کے سال ہی مسلمان ہوئے تو وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرے پاس عرب کی خوبصورت ترین خاتون ہیں جنہیں میں آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں حالانکہ وہ اسلام لانے اور ہجرت کے بعد ان کے پاس کبھی نہیں رہیں۔

اور اگر انہوں نے یہ بات اسلام قبول کرنے سے پہلے کہی تھی تو یہ محال ہے کیونکہ وہ (حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) ان (ابوسفیان) کے پاس نہیں تھیں اور انہیں

ان کی ولایت بالکل حاصل نہ تھی اور اگر اسلام لانے کے بعد انہوں نے یہ بات کہی تھی تو یہ بھی محال ہے کیونکہ ان کا نکاح فتح مکہ کے بعد تک مؤخر نہیں ہوا۔

سوال: اگر کہا جائے کہ فتح مکہ کے بعد ان کا نکاح متعین ہے کیونکہ صحیح مسلم کی یہ روایت صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ حفاظ ہیں۔

اور حبشہ میں ان کے نکاح کی روایت محمد بن اسحاق سے مرسل ہے اور ابن اسحاق کی مسانید سے استدلال میں لوگوں کا اختلاف ہے تو ان کی مرسل روایات سے کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور جب کہ وہ ان مسانید کے خلاف ہوں جو ثابت ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث میں تصحیح میں بعض متاخرین کا یہی طریقہ ہے؟

جواب: اس بات کا جواب کئی طریقوں سے دیا گیا ہے:

۱- جو کچھ اس قائل نے ذکر کیا ہے یہ اس وقت ممکن ہے جب دونوں نقل مساوی ہوں۔ پس جو کچھ انہوں نے ذکر کیا اس کو ترجیح ہوگی لیکن جب دو نقلوں میں سے ایک کے باطل ہونے کا یقین ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں ہوگی کیونکہ غزوات وغیرہ اور رسول اکرم ﷺ کے احوال کا علم رکھنے والوں کے درمیان اس بات میں اختلاف نہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ تک مؤخر نہیں ہوا اور ان میں سے کسی نے یہ قول کبھی نہیں کیا اور اگر ان میں سے کسی نے یہ قول کیا ہوتا تو ان کو اس کے قول کا بطلان معلوم ہوتا اور وہ اس سلسلے میں شک نہ کرتے۔

۲- ان کا یہ قول کہ ابن اسحاق کی مرسل روایات صحیح مسند روایات کے مقابل نہیں اور نہ ان کے معارض ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں صرف ابن اسحاق کی روایت پر اعتماد نہیں نہ متصل روایات پر اور نہ مرسل روایات پر' اس روایت پر ہے جو سیرت و مغازی والوں کے نزدیک متواتر ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ہمراہ ہجرت کی اور ان کا خاوند حبشہ میں نصرانی ہو کر مر گیا اور نجاشی بادشاہ نے ان کا نکاح نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا اور اپنی طرف سے مہر ادا کیا اور ان کا یہ واقعہ مغازی اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے اور علم کے ائمہ نے اسے ذکر کیا اور اس سے نکاح میں ولایت کے جواز پر استدلال کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت ربیع کی روایت میں فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو ولی نکاح کر دیں تو پہلا زیادہ حق رکھتا ہے۔

انہوں نے فرمایا: اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ نکاح میں وکالت جائز ہے اور خود سرکار دو عالم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو وکیل بنایا تو انہوں نے آپ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان کا نکاح کیا اور (اس وقت) ابو سفیان زندہ تھے کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور ابن سعید بھی مسلمان تھے اور میرے علم میں کوئی دوسرا مسلمان نہیں جو ان کے مقابلے میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے زیادہ قریب ہو۔ اور ابو سفیان کو (اس وقت کسی وجہ سے) ولایت حاصل نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ولایت' وراثت اور دیت (کی ادائیگی) کو منقطع کر دیا اور یہ ابن سعید جن کا ذکر امام شافعی رحمہ اللہ نے کیا' وہ خالد بن سعید بن عاص ہیں۔ یہ بات ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ جب کہ حضرت عروہ اور حضرت زہری نے فرمایا کہ ان کے نکاح کے ولی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے اور یہ دونوں حضرات ان کے والد کے چچا زاد بھائی تھے کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' ابو العاص بن امیہ کے بیٹے تھے خالد' سعید بن عاص بن امیہ کے بیٹے ہیں اور ابو سفیان' حرب بن امیہ کے بیٹے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ائمہ فقہ و سیرت نے ذکر کیا کہ ان کا نکاح سرزمین حبشہ میں ہوا اور یہ بات اس شخص کے وہم کو باطل کرتی ہے جس کا وہم یہ ہے کہ یہ نکاح فتح مکہ کے بعد تک مؤخر رہا اور اسے حضرت عکرمہ بن عمار کی حدیث سے دھوکہ ہوا۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے راوی ہیں عکرمہ بن عمار کو بہت سے ائمہ حدیث نے کمزور قرار دیا۔ ان حضرات میں حضرت یحییٰ بن سعید انصاری بھی شامل ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کی احادیث صحیح نہیں ہیں۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کی احادیث کمزور ہیں۔

ابو حاتم نے کہا: یہ عکرمہ سچے ہیں لیکن کبھی کبھی ان کو وہم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات وہ تدلیس کرتے ہیں۔

تو جب عکرمہ کا یہ حال ہے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں کسی غیر حافظ یا غیر ثقہ سے تدلیس کی ہو۔

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسے عباس بن عبدالعظیم سے روایت کیا' وہ نضر بن محمد سے' وہ عکرمہ بن عمار سے' وہ ابوزمیل سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح معنعن (لفظ عن کے ساتھ) روایت کرتے ہیں۔

لیکن امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی معجم میں روایت کرتے ہوئے فرمایا: ہم سے محمد بن محمد الجذوعی نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عباس بن عبدالعظیم نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نضر بن محمد روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عکرمہ بن عمار نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوزمیل نے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا پھر انہوں نے حدیث ذکر کی۔

ابوالفرج بن جوزی نے اس حدیث کے سلسلے میں کہا کہ یہ بعض راویوں کی طرف سے وہم ہے' اس میں کوئی شک اور تردد نہیں اور انہوں نے اس حدیث کے راوی حضرت عکرمہ بن عمار پر تہمت لگا دی اور ہم نے کہا کہ یہ وہم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا' عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی اور دونوں نے ہجرت بھی کی اور حبشہ کی سرزمین تک دونوں مسلمان تھے' پھر عبید اللہ بن جحش نے عیسائیت اختیار کر لی اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے دین پر قائم رہیں۔ پس رسول اکرم ﷺ نے نجاشی کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کا نکاح آپ سے کر دے پس اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا اور رسول اکرم ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر ادا کیا اور یہ ہجرت کے ساتویں سال کی بات ہے۔

مصالحت کے زمانے میں حضرت ابوسفیان آئے اور ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا بستر لپیٹ دیا تاکہ وہ اس پر نہ بیٹھیں اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں ۸ھ میں فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے اور یہ بات معروف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کو

امیر مقرر کیا ہو۔

ابومحمد بن حزم نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے وضع میں کوئی شک نہیں اور اس میں خرابی' عکرمہ بن عمار کی طرف سے ہے اور اس بات میں اختلاف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فتح مکہ سے ایک عرصہ پہلے نکاح کیا اور اس وقت ان کے باپ غیر مسلم تھے۔

اگر کہا جائے کہ اس حدیث میں عکرمہ بن عمار مفرد (تنہا) نہیں ہیں بلکہ اس میں ان کی متابعت کی گئی۔ پس امام طبرانی نے اپنی معجم میں فرمایا:

ہم سے علی بن سعید رازی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن حلیف بن مرسال خثعمی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچا اسماعیل بن مرسال نے بیان کیا' وہ ابوزمیل حنفی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان حضرت ابوسفیان کی طرف نہ دیکھتے تھے اور نہ ان سے مخاطب ہوتے تھے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تین اعزاز عطا فرمائیں۔

تو اسماعیل بن مرسال نے اسے ابوزمیل سے روایت کیا جس طرح ان سے عکرمہ بن عمار نے روایت کیا۔ لہٰذا عکرمہ' تنہائی اور تفرد کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ متابعت قوت کا فائدہ نہیں دیتی کیونکہ یہ لوگ مجہول ہیں' علم کے نقل میں معروف نہیں اور نہ ہی یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے چہ جائیکہ کہ ان کی روایت اس نقل سے مقدم ہو جو خاص و عام اہل علم کے نزدیک معلوم اور مفید ہے تو اگر اس نقل نے کمزوری کو نہیں بڑھایا تو قوت میں بھی اضافہ نہیں کیا۔

اور ایک گروہ جن میں امام بیہقی اور منذری رحمہما اللہ بھی شامل ہیں' کہتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ابوسفیان کا حضور علیہ السلام سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا سوال مدینہ طیبہ کے کسی سفر میں ہوا ہو اور اس وقت وہ غیر مسلم تھے' جب انہوں نے سرزمین حبشہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کی وفات کی خبر سنی اور دوسرا اور تیسرا سوال اسلام کے بعد ہوا ہو۔ پس راوی نے ان کو اس کے ساتھ جمع کر دیا۔

لیکن یہ قول بھی بہت ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان فتح مکہ سے کچھ پہلے مصالحت

کے زمانے میں ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور اس وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات میں سے تھیں اور اس سے پہلے ابوسفیان غزوۂ خندق کے موقع پر لشکروں کے ساتھ آئے تھے اور اگر وہ مصالحت اور صلح نہ ہوتی جو ان لوگوں اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان ہوئی تو وہ مدینہ طیبہ نہ آتے تو وہ کب آئے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کیا؟ لہٰذا یہ واضح طور پر غلط بات ہے۔

نیز یہ بات بھی صحیح نہیں کہ ابوسفیان ان کا نکاح حضور علیہ السلام سے اس وقت کریں جب وہ خود (ابوسفیان) حالتِ کفر میں تھے کیونکہ اس وقت ان کو ان پر ولایت حاصل نہ تھی اور ان کے اسلام لانے کے بعد یہ نکاح مؤخر بھی نہ ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لہٰذا دونوں تقدیروں پر ان کا یہ قول صحیح نہیں کہ میں ام حبیبہ کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔

حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تینوں سوالات ان سے ایک ہی وقت میں واقع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ مجھے تینوں اعزازات عطا کریں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ان کا یہ سوال کہ مجھے امیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب بنا دیں' ان کے اسلام لانے کے بعد ہوا تو یہ بات کیسے کہی جائے کہ بعض سوال حالتِ کفر میں اور بعض حالتِ اسلام میں کیے اور حدیث کا سیاق و سباق اس بات کو رد کرتا ہے۔

ایک گروہ نے کہا کہ حدیث کو صحیح مفہوم پر محمول کر کے اس کو موضوع ہونے سے نکالنا ممکن ہے کیونکہ یہ قول آسان نہیں کہ صحیح مسلم میں موضوع احادیث ہیں۔

ان حضرات نے کہا کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کے قول کہ ''میں آپ سے ان کا نکاح کر دوں'' کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اس بات پر راضی ہوں کہ وہ آپ کی بیوی ہیں کیونکہ یہ کام میری مرضی اور اختیار کے خلاف ہوا تھا اگرچہ آپ کا نکاح صحیح ہوا تھا لیکن یہ بات زیادہ مناسب اور مکمل ہے کیونکہ اس میں تالیف قلوب (دلوں کو نرم کرنا) ہے۔

ان حضرات نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کا ''ہاں'' کے ساتھ جواب دینا ان کو مانوس کرنے کے لیے تھے پھر آپ نے ان کو بتایا کہ یہ عقد صحیح ہوا تھا کیونکہ اس میں آپ کی رضا شرط نہیں تھی اور آپ کو ان پر ولایت بھی حاصل نہ تھی کیونکہ عقد کے وقت تم دونوں کے دین میں اختلاف تھا۔

اس احتمال کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ مضبوط بھی نہیں اور اس تاویل کا لفظ سے بہت بعید ہونا مخفی نہیں اور لفظ سے اس تاویل کا سمجھ آنا بھی بعید ہے کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ میں عرب کی بہت خوبصورت عورت آپ کے نکاح میں دیتا ہوں' اس سے کسی کو بھی یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آپ کی وہ زوجہ جو آپ کے نکاح میں ہیں اس کے آپ سے نکاح پر راضی ہوں اور نبی اکرم ﷺ کا ان کو ہاں کے ساتھ جواب دینا بھی اس کے مطابق نہیں۔ انہوں نے آپ سے امارت (حکمرانی) کا سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا جواب ''ہاں'' میں دیا اور ان کا حضرت ام حبیبہ کے نکاح پر راضی ہونا ان کے دل کی بات بھی تھی تو اس پر وہ نبی اکرم ﷺ سے کیسے مطالبہ کرتے؟

اگر کہا جائے کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ اس نکاح کو برقرار رکھیں اور اس اقرار کو نکاح قرار دیا تو یہ بات فاسد ہونے کے باوجود لفظ کے زیادہ قریب ہے اور یہ تمام تاویلات ناپسندیدہ ہیں کیونکہ لفظ اور مقصود کلام سے دور ہیں۔

ایک گروہ نے کہا کہ حضرت ابوسفیان اکثر مدینہ طیبہ جاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ حالتِ کفر میں اسلام لانے کے بعد حضور علیہ السلام کے پاس اس وقت گئے ہوں جب آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لیے ایلاء کیا (ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی) اور ان سے الگ رہے تو ابوسفیان نے اس ایلاء کو طلاق خیال کیا جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کا وہم ہوا تھا۔

تو انہوں نے جدائی واقع ہونے کا گمان کیا پس حضور علیہ السلام سے یہ بات کہی آپ کی مہربانی طلب کرتے ہوئے تاکہ آپ ان سے رجوع کر لیں تو حضور علیہ السلام نے ''ہاں'' میں جواب دیا۔ یہ اس تقدیر پر ہے جب ایلاء طویل ہو جائے یا طلاق واقع ہو حالانکہ ان میں سے کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی۔

تو یہ تاویل بھی پہلی تاویلات کی طرح ضعیف ہے۔

اور یہ بات مخفی نہیں کہ حضرت ابوسفیان کے اس قول سے کہ ''میں عرب کی خوبصورت ترین عورت کا آپ سے نکاح کرتا ہوں'' اس سے ایلاء جس کا ذکر کیا گیا اور اس کے ذریعے تفریق کا مفہوم سامنے نہیں آتا اور نہ ہی اس کا جواب ''ہاں'' کے ساتھ دینا صحیح ہے اور نہ ہی

ایلاء کے وقت حضرت ابوسفیان وہاں موجود تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بالا خانہ میں قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینے تک اپنی ازواج مطہرات کے پاس نہیں جائیں گے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کئی بار آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ نے تیسری بار اجازت مرحمت فرمائی' انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا ''نہیں'' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ''اللہ اکبر'' کہا اور عام صحابہ کرام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ آپ نے طلاق دے دی ہے' اس وقت حضرت ابوسفیان کہاں تھے؟

اور میں (مصنف) نے شیخ محب الدین طبری کا اس حدیث پر کلام دیکھا تو انہوں نے اس سلسلے میں یہ بھی کہا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت ابوسفیان نے یہ تمام باتیں اسلام لانے سے ایک عرصہ پہلے کہی ہوں اور یہ تاریخ نکاح سے مقدم ہو گویا یہ اسلام لانے کی شرط کے طور پر ہو اور تقدیر عبارت یوں ہو گی:

''ثلاث ان اسلمت تعطینھن (آخر تک) اگر میں اسلام قبول کروں تو آپ مجھے یہ تین اعزازات عطا کریں گے''۔ حضرت ام حبیبہ آپ کے نکاح میں دوں گا' حضرت معاویہ اسلام قبول کر کے آپ کے کاتب ہو جائیں گے اور آپ مجھے اسلام قبول کرنے کے بعد کسی علاقے کا امیر بنائیں گے اور میں کفار سے لڑوں گا جس طرح مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا۔

یہ تاویل بھی کئی وجوہ سے باطل ہے:

۱- حدیث میں یہ ہے کہ مسلمان' حضرت ابوسفیان کی طرف نہ تو دیکھتے تھے اور نہ ان کے ساتھ بیٹھتے تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے یہ تین اعزازات عطا کریں۔

سبحان اللہ! کیا یہ باتیں آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں فرمائی تھیں یا ہجرت کے بعد کہی تھیں؟ حالانکہ وہ تو (غزوۂ احزاب میں) رسول اکرم ﷺ سے لڑنے کے لیے مختلف جماعتوں کے ساتھ تھے یا آپ نے اس وقت یہ مطالبہ کیا جب آپ مدینہ طیبہ میں تھے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس تھیں حضرت ابوسفیان کے پاس نہیں تھیں؟ تو اس ٹھنڈے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب وہ حالتِ کفر پر تھے تو انہوں نے کیسے کہا کہ میں مشرکین سے لڑوں جیسا

کہ میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اور جب وہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوشش میں تھے تو کیسے مسلمانوں پر سختی کا انکار کر سکتے ہیں اور حضرت ابوسفیان کا اسلام لانے سے متعلق واقعہ مشہور ہے جس میں کسی شرط اور کسی دوسری بات کا ذکر نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام وجوہ اور اس کی مثل دوسری وجوہ ان امور میں سے ہیں جن کا بطلان' ناپسندیدگی اور فساد معلوم ہے اور ان میں غور کرنے والے کو علم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان میں غور کر کے ان کو باطل قرار دینا علم کی علامات میں سے ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تو درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے بلکہ اس میں کچھ خلط ملط ہے۔

اور یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بستر کی عزت و احترام تک کیا اور اپنے باپ کو اس پر بیٹھنے نہ دیا' جب وہ مدینہ طیبہ آیا اور کہا کہ تم مشرک ہو اور اسے اس بستر پر بیٹھنے سے روک دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا اور آپ کا نام (مع شجرۂ نسب) یہ ہے۔ ھند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب۔

رسول اکرم ﷺ سے (نکاح سے) پہلے وہ ابوسلمہ ابن عبد الاسد (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں تھیں۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے سب سے آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔

آپ کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ آپ کے پاس تھیں اور انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا۔

(۱۸٦) صحیح مسلم میں حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

مجھے بتایا گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ سے گفتگو کی پھر کھڑے ہو گئے (چلے گئے) نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ حضرت دحیہ کلبی ہیں۔

ام المومنین فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے ان کو یہی سمجھا حتیٰ کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کا خطبہ سنا کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں خبر دی۔

صحیح مسلم (۲٤٥۱) بروایت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

حضرت سلیمان تیمی نے کہا کہ میں نے حضرت ابو عثمان سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا رسول اکرم ﷺ سے نکاح ان کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

ایک جماعت نے اس بات کا رد کیا اور کہا کہ اس وقت ان کے بیٹے کی عمر اتنی نہیں تھی کہ وہ نکاح کے معاملات کو سمجھتے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس قول کو رد کیا اور اس کے قائل پر اعتراض کیا۔

لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔

(۱۸۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عمر بن ابی سلمہ (رضی اللہ عنہما) نے نبی اکرم ﷺ سے روزے دار کے بوسہ لینے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ان سے یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو پس انہوں نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ اس طرح کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم تو رسول اکرم ﷺ کی طرح نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے لیے جو چاہتا ہے حلال کرتا ہے۔

اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

انی اتقاکم للہ واعلمکم بہ.

میں اللہ تعالیٰ سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سب کے مقابلے میں اس کی زیادہ معرفت رکھتا ہوں۔

صحیح مسلم (۱۰۰٦) سنن ابو داؤد (۲۳۸۲_۲۳۸۳) جامع ترمذی (۷۲۷) ابن حبان (۳۵۳۸) ابن جارود (۳۹۱) سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۱۸۰) سنن بیہقی (ج ٤ ص ۲۳۳_۲۳٤) مسند امام احمد (ج ٦ ص ۳۹_٤۰_۱۷٤) بروایت عمر بن ابی سلمہ۔

اور اس قسم کی بات کسی بہت چھوٹے بچے سے نہیں کہی جاتی۔

اور یہ حضرت عمر (بن ابی سلمہ) رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے حبشہ میں پیدا ہوئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ جو لوگ ان کے چھوٹا ہونے کا گمان کرتے ہیں تو یہ محض دعویٰ ہے جو صحیح سند سے ثابت نہیں۔

اور جس نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے بیٹا ہونے کی وجہ سے ان کا نکاح کر دیا تو یہ اس کے مقابلے میں ہے جس نے کہا کہ انہوں نے ان کا نکاح اس بنیاد پر کیا کہ وہ ان کے چچا زاد بھائیوں میں سے تھے اور ان کے مقابلے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی دوسرا ولی اقرب نہ تھا کیونکہ وہ عمر بن ابی سلمہ بن عبد اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ھند بنت ابو امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص نے ان کا نکاح کرایا وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بیٹے نہیں کیونکہ اکثر روایات میں آتا ہے:

قم یا عمر فزوج رسول اللہ ﷺ و عمر بن الخطاب هو كان الخاطب.

اے عمر! اٹھیں اور رسول اکرم ﷺ سے (ان کا) نکاح کریں اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو منگنی کا پیغام دیا تھا۔

لیکن اس بات کو یوں رد کیا گیا کہ "سنن نسائی" میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت عمر سے فرمایا: اٹھو اور رسول اکرم ﷺ سے نکاح کر دو۔

ہمارے (مصنف کے) شیخ ابو الحجاج المزی نے اس کا جواب یوں دیا کہ اس سلسلے میں صحیح قول یہ ہے:

قم یا عمر فزوج رسول اللہ ﷺ.

اے عمر اٹھو اور رسول اکرم ﷺ سے نکاح کر دو۔

جہاں تک لفظ ابن کا تعلق ہے تو یہ کسی راوی کی طرف سے شامل ہوا کیونکہ جب ان کے بیٹے کا نام عمر تھا اور حدیث میں قم یا عمر (آخر تک) ہے تو راوی نے گمان کیا کہ یہ ان

کے بیٹے ہیں اور اکثر روایات جو مسند (امام احمد) وغیرہ میں ہیں ان میں صرف "قـم یـا عـمـر" ہے "ابنها" کا لفظ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پر دلالت یہ ہے کہ ان کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر کے تھے کیونکہ ان سے صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

(۱۸۸) میں رسول اکرم ﷺ کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ پیالے میں گردش کرتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور سامنے سے کھاؤ۔ صحیح بخاری (۵۳۷۶) صحیح مسلم (۲۰۲۲) سنن ابوداود (۳۷۷۷) جامع ترمذی (۱۸۵۸) موطا امام مالک (ج ۲ ص ۹۳٤) بروایت حضرت عمر بن ابی سلمہ۔

یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ کی پرورش میں تھے تو کم سن تھے۔ واللہ اعلم

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا جن کا تعلق بنو خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے تھا اور یہ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں اور اس سے پہلے وہ آپ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پس انہوں نے ان کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح حضور علیہ السلام سے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا. (الاحزاب:۳۷)

پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔

تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور اجازت لیے بغیر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ صحیح مسلم (۱٤۲۸) سنن نسائی (ج ٦ ص ۷۹)

اس بات پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا اور یہ بات ان کے خصائص میں سے ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ طیبہ میں ۲۰ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ الھلالیہ رضی اللہ عنہا

رسول اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ ھلالیہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا اور پہلے وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے ۳ھ میں نکاح کیا اور ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مساکین کو بہت زیادہ کھانا کھلاتی تھیں اور رسول اکرم ﷺ کے ہاں وہ تھوڑا عرصہ یعنی دو یا تین مہینے رہیں پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا جو بنو مصطلق قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ غزوہ بنو مصطلق میں قیدی بنائی گئیں اور حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں اور انہوں نے ان کو مکاتبہ بنایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ٦ھ میں ان کا بدل کتابت [1] ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ کا انتقال ۵٦ھ میں ہوا' یہی وہ ام المؤمنین ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کے خاندان کے ایک سو غلاموں (قیدیوں) کو آزاد کیا اور کہا کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے سسرال ہیں اور یہ آپ کی قوم کے لیے آپ کی وجہ سے حاصل ہونے والی برکت تھی۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

رسول اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ بن حیی رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ یہ نکاح ۷ھ میں ہوا' وہ خیبر میں قیدی بن کر آئی تھیں اس سے پہلے وہ کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں اور اسے رسول اکرم ﷺ نے قتل فرمایا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۳٦ھ میں ہوا اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں ہوا۔

ان کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو آزاد کیا

[1] جب کسی غلام یا لونڈی کو اس کا مالک کہے کہ اتنی رقم ادا کر کے آزاد ہو جاؤ تو وہ مکاتب کہلاتا ہے اور رقم ادا کر کے آزاد ہو جاتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اور اس آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ صحیح بخاری (۴۲۰۰) صحیح مسلم (۱۳۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کا مہر ان کے نفس کو قرار دیا اور یہ بات قیامت تک امت کے لیے سنت قرار پائی۔ آدمی کے لیے جائز ہے کہ اپنی لونڈی کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے اور وہ اس کی بیوی بن جائے [۱] یہ بات حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے واضح الفاظ میں مروی ہے۔

(۱۸۹) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (کہ ہم سے اسحاق بن منصور اور عبد بن حمید نے بیان کیا' وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت معمر نے خبر دی' وہ حضرت ثابت سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تک یہ بات پہنچی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صفیہ' یہودی کی بیٹی ہیں' پس وہ رونے لگیں' نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں' آپ نے فرمایا: تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں' اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہو اور تمہارے چچا (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نبی ہیں اور نبی (نبی اکرم ﷺ) کی بیوی ہو تو وہ (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کس بنیاد پر تم پر فخر کرتی ہیں؟

پھر فرمایا: اے حفصہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے صحیح غریب ہے۔

جامع ترمذی (۳۸۹۴) سنن کبریٰ للنسائی (۸۹۱۹) ابن حبان (۷۲۱۱) مصنف عبدالرزاق (۲۰۹۲۱) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۱۳۵) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

تو یہ بات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے ہے۔

---

[۱] قرآن مجید میں مہر کے لیے مال ہونا ضروری قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: "بان تبتغوا باموالکم یہ کہ تم اپنے مالوں کے ذریعے طلب کرو"۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے خصوصیات ہیں جن میں دوسرے لوگ شریک نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

رسول اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث ھلالیہ رضی اللہ عنہا سے مقام سرف میں نکاح کیا' اسی جگہ رخصتی ہوئی اور وہیں آپ کا انتقال بھی ہوا' مقام سرف' مکہ مکرمہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جن خواتین سے نکاح کیا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان میں سے سب سے آخری خاتون ہیں۔ آپ کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا اور آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ حضرت ام الفضل بنت حارث ہیں اور یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بھی خالہ ہیں۔ ان ہی کے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح حالت احرام میں کیا یا آپ اس وقت احرام میں نہیں تھے [۱] اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔ جیسا کہ آپ کے نکاح کے سفیر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اور میں (مصنف) نے ان حضرات کی غلطی کی وجہ بیان کی ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح کیا اور دوسری جگہ دس وجہ سے ان حضرات کی حدیث کی تقدیم بھی بیان کی جو کہتے ہیں کہ آپ نے غیر محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا (دوسری جگہ سے مراد زاد المعاد ج ۱ ص ۴۳ ہے)۔

تو یہ نبی اکرم ﷺ کی وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ نے قرب اختیار کیا اور ان کی تعداد گیارہ ہے۔

حافظ ابومحمد مقدسی وغیرہ نے فرمایا کہ آپ نے سات خواتین سے نکاح کیا لیکن قرب نہ ہوا۔

تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات پر درود شریف بھیجنا بالتبع ہے اور اس کی وجہ ان کا احترام اور امت پر ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے نیز وہ دنیا اور آخرت میں رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ پس جن خواتین کو آپ نے دنیا میں جدا کر دیا اور کے قریب تشریف نہیں لے گئے' ان کے لیے آپ کی ان ازواج مطہرات کے احکام ثابت نہیں جن کا

---

[۱] احناف کے نزدیک حالت احرام میں نکاح ہو سکتا ہے البتہ عورت کا قرب اختیار کرنا منع ہے۔ صحیح روایت کے مطابق حضور علیہ السلام نے ان سے حالت احرام میں نکاح کیا۔ ۱۲ ہزاروی

قرب آپ نے اختیار کیا اور ان کو چھوڑ کر وصال فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحمت اور خوب سلام ہو۔

فصل نہم

رسول اکرم ﷺ کی ذریت (اولاد مبارک)

اس سلسلے میں دو مسئلوں میں گفتگو ہوگی:

ا۔ اس کے لفظ میں گفتگو اور اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ لفظ (ذریت) ''ذرا اللہ الخلق'' سے بنا ہے یعنی ان کو (مخلوق کو) پھیلایا اور ظاہر کیا۔ لیکن انہوں نے اس کے ہمزہ کو ثقیل ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا پس اس کی اصل ''ذراۃ'' بروزن فعلۃ ہے اور ''الذرء'' سے بنا ہے ''صحاح'' کے مصنف نے یہی بات اختیار کی ہے۔

دوسرا قول: اس کی اصل ''الذر'' ہے اور یہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں اس نسبت کا تقاضا یہ تھا کہ ذریت پڑھا جاتا یعنی ذال پر فتح اور آگے یاء ہوتی لیکن انہوں نے شروع میں ضمہ دیا اور آخر میں ہمزہ لگایا اور یہ نسب کی تبدیلی سے ہے۔

یہ قول کئی وجوہ سے ضعیف ہے:

۱۔ یہ باب نسب کی مخالفت ہے اور اس سے راء کو یاء سے بدلنا ہے اور یہ غیر قیاسی ہے۔

۲۔ ذریت اور الذر میں اشتراک صرف ذال اور راء میں ہے معنوی اعتبار سے ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے خلاف ہے۔

۳۔ ''الذر'' مضاعف سے ہے اور ذریت معتل یا مہموز سے ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کا غیر ہے۔

تیسرا قول: یہ ذرا یذرو سے ہے جب تفریق کی جائے یہ ''تذروہ الریاح'' (الکہف:۴۵) اسے ہواؤں نے بکھیر دیا (متفرق کر دیا) سے بنا ہے اور اس کی اصل ذریۃ ہے جو ''الذرو'' سے فعلیۃ کا وزن ہے پھر واؤ کو یاء سے بدل دیا کیونکہ ان میں سے پہلا ساکن ہے (اصل ذُرِّوۡیَۃ تھا)۔

اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ اشتقاق اور معنیٰ دونوں اس بات پر گواہی دیتے ہیں کیونکہ اس مادہ کی اصل ''الذرء'' ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ. (الشوریٰ:۱۱)

تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور نر اور مادہ چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے۔

(۱۹۰) حدیث شریف میں ہے:

اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما خلق وذرا وبرا.

میں اللہ تعالیٰ کے ان کامل و اکمل کلمات کے ساتھ جس سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کر سکتا ہے اس چیز کے شر سے پناہ لیتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

مسند امام احمد (ج ۳ ص ۴۱۹) بروایت حضرت عبدالرحمن بن خنبش، مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۲۷) اس کی شاہد روایت موطا امام مالک (ج ۲ ص ۹۵۰۔۹۵۱) میں بھی ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ. (الاعراف:۱۷۹)

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ. (النحل:۱۳)

اور اس نے تمہارے لیے زمین میں جو کچھ پیدا کیا اس کے رنگ مختلف ہیں۔

پس اس سے ''الذریۃ'' مفعولۃ یعنی ''مذروۃ'' کے معنی میں ہے پھر انہوں نے ہمزہ کو (یاء سے) بدل کر ذریۃ پڑھا۔

دوسرا مسئلہ: اس لفظ کا معنی

اہل لغت کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف نہیں کہ ذریت کا اطلاق چھوٹی اور بڑی (دونوں قسم کی) اولاد پر ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ (البقرہ: ۱۲۴)

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ آزمایا تو انہوں نے اسے پورا کیا' فرمایا میں تمہیں لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں' پوچھا اور میری اولاد سے بھی؟

اور ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ ○ ذُرِّيَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ

(آل عمران ۳۳۔۳۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو اپنے زمانے کے لوگوں پر منتخب کر لیا۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ‌ۚ وَاجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏. (الانعام:۸۷)

اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے اور ہم نے ان کو چن لیا اور ہم نے ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِىۡ وَكِيۡلًا ○ ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا‏. (الاسراء: ۲۔۳)

اور ہم نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے (باعث) ہدایت بنایا کہ وہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنائیں' وہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جن کو ہم نے حضرت نوح (علیہ السلام) کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا بے شک وہ شکر گزار بندے تھے۔

کیا ذریت کا اطلاق آباؤ اجداد پر ہو سکتا ہے؟

اس سلسلے میں دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ وہ (اہل عرب) اس لفظ کو آباؤ اجداد پر بھی بولتے ہیں۔ ان حضرات نے اس آیت سے استدلال کیا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِۙ‏. (یٰسین: ۴۱)

اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں انہیں بھری کشتی میں سوار کیا۔

اہل لغت کی ایک جماعت نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ لغت میں یہ جائز نہیں اور "الذریۃ" نسل اور عقب کی طرح ہے اور یہ صرف پیچھے والے ستون کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ‌ۚ. (الانعام ۸۷)

اور ان کے آباؤ اجداد ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے۔

تو یہاں نسب کی تین جہات بیان کی ہیں ایک اوپر والی (آباء) نیچے والی (ذریت) اور اطراف (اخوان یعنی بھائی)۔

وہ کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے جس آیت کو دلیل بنایا ہے اس میں تمہارے حق میں دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں لفظ ذریت ان کی طرف اس طرح مضاف نہیں جس طرح نسل اور ولادت کی اضافت ہوتی ہے بلکہ وہ کسی اور وجہ سے ہے اور اضافت میں ادنیٰ تعلق اور اختصاص بھی کافی ہوتا ہے۔

اور جب شاعر نے اپنے اس قول میں (مندرجہ ذیل) لفظ کوکب کو (الخرقاء کی طرف) مضاف کیا۔

اذا کوکب الخرقاء لاح بسحرۃ سهیل اذاعت غزلها فی القرائب

"جب خرقاء (خاتون) کا ستارہ سحری کے وقت چمکتا تو سہیل اس کے کاتے ہوئے کو قرب و جوار میں پھیلا دیتا"۔

تو الخرقاء کی طرف کوکب کی اضافت اس لیے ہے کہ جب وہ (کوکب) ظاہر اور

روشن ہوتا تو وہ کاتی تھی۔ اور اسم کبھی دو مختلف وجہ سے دو چیزوں کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک کی طرف اس کی اضافت کی جہت دوسرے کی طرف اضافت کی جہت سے مختلف ہوتی ہے۔

ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کہا:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعزی لقول الاباطل

''انہیں معلوم ہے کہ ہمارا بیٹا ہمارے ہاں جھٹلایا نہیں جا سکتا اور نہ ہی باطل قول کی نسبت ہو سکتی ہے''۔

تو انہوں نے آپ کے بیٹا ہونے کی اضافت اس جہت سے کی جو آپ کے والد حضرت عبداللہ کی طرف اضافت کی جہت کا غیر ہے۔ اسی طرح لفظ رسول اللہ ہے۔ اللہ تعالی کبھی اس کی اضافت اپنی طرف کرتا ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا. (المائدہ:۱۵) بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے۔

اور کبھی ان کی طرف اضافت فرماتا ہے جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ. کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا۔ (المؤمنون:۶۹)

تو اللہ تعالی کا حضور علیہ السلام کی اپنی طرف اضافت کرنا ''مرسل'' کی طرف اضافت ہے اور ان لوگوں کی طرف اضافت ''مرسل الیھم'' کی طرف اضافت ہے۔

اسی طرح ''کتاب'' کی اضافت کبھی اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے ''کتاب اللہ'' اور کبھی بندوں کی طرف ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے ''کتابنا القرآن ہماری کتاب قرآن''۔ اسی طرح ''کتابنا خیر الکتب ہماری کتاب سب کتابوں سے بہتر ہے''۔ اس قسم کی مثالیں بے شمار ہیں۔

تو اسی طرح لفظ ''ذریت'' کی ان کی طرف اضافت اور جہت سے ہے اور ان کے آباء واجداد کی طرف اضافت دوسری جہت سے ہے۔

ایک گروہ نے کہا کہ اس سے جنس بنی آدم مراد ہے اور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود حضرات کی طرف اضافت کا ارادہ نہیں کیا گیا بلکہ ذریت سے جنس مراد ہے۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ ذریت سے مراد خود اولاد ہے اور یہ اللہ تعالی کی قدرت اور نعمتوں کے شمار میں زیادہ بلیغ ہے کہ ان کی اولاد کو کشتی میں یوں سوار کیا اور وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔ معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو سوار کیا جو ان لوگوں کی اولاد تھی اور وہ اپنے آباء کی پشتوں میں نطفہ کی صورت میں تھے۔

ہم (مصنف) نے اس مسئلے میں کتاب ''الروح والنفس'' میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ذریت سے مراد اولاد اور ان کی اولاد ہے اور کیا ان میں سرکار دو عالم ﷺ کی صاحبزادیوں کی اولاد شامل ہے؟ تو اس سلسلے میں علماء کے دو قول ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ داخل ہیں اور یہی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ داخل نہیں ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

جو لوگ ان کو داخل مانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد نبی اکرم ﷺ کی اولاد میں داخل ہے جن کے لیے اللہ تعالی سے رحمت (صلوۃ) طلب کی جاتی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی کسی دوسری صاحبزادی کی نسل نہیں چلی۔ پس آپ کی صاحبزادی کی جانب سے جو اولاد آپ کی طرف منسوب ہے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جہت سے ہے۔

(۱۹۱) اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

الا ابنی ھذا سید. میرا یہ بیٹا سردار ہے۔

صحیح بخاری (۲۷۰۴۔۳۶۲۹۔۳۷۴۶) سنن ابوداود (۴۶۶۲) جامع ترمذی (۳۷۷۳) سنن نسائی (ج ۳ ص ۱۰۷) ابن حبان (۶۹۶۴) مسند امام احمد (ج ۵ ص ۴۴۔۴۹) بروایت حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ۔

تو آپ نے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا اور جب اللہ تعالی نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ. (آل عمران:۶۱)

پس جو شخص آپ کے پاس علم آنے کے بعد آپ سے جھگڑا کرے تو فرما دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور مباہلہ کے لیے تشریف لے گئے۔[1]

ان حضرات نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ.

(الانعام ۸۴۔۸۵)

اور ان کی اولاد سے حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہم السلام) ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں اور زکریا (علیہ السلام)' یحییٰ (علیہ السلام)' عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام)۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی طرف سے منسوب ہیں۔

اور جن حضرات نے کہا کہ آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی ذریت (اولاد) میں داخل نہیں ہے تو ان کی دلیل یہ ہے کہ بیٹیوں کی اولاد حقیقت میں اپنے آباء و اجداد کی طرف منسوب ہوتی ہے اسی لیے کسی ہذلی' تیمی اور عدوی کے ہاں ہاشمی پیدا ہو تو اس کی اولاد ہاشمی نہ ہوگی کیونکہ اولاد نسب میں اپنے باپ کے پیچھے جاتی ہے اور آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتی ہے اور دین میں اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

اسی لیے شاعر نے کہا:

بنونا بنو ابنائنا وبناتنا بنوھن ابناء الرجال الاباعد

''ہمارے بیٹے وہ ہیں جو ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کی اولاد ان مردوں کی اولاد ہے جو ہم سے دور ہیں''۔

اور اگر کوئی شخص اپنے قبیلے کے لیے وصیت یا وقف کرے تو اس میں اس کی بیٹیوں کی

[1] مباہلہ یہ ہوتا کہ دو مختلف عقائد کے لوگ کہتے ہیں کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت ہو چنانچہ حضور علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن عیسائی میدان میں نہ آئے۔۱۲ ہزاروی

اولاد داخل نہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ کی اولاد میں داخل ہونا اس اصل عظیم اور والد کریم کے شرف کی وجہ سے ہے اس میں دنیا کا کوئی دوسرا شخص آپ کے برابر نہیں' آپ کی قوت و جلالت اور قدر و منزلت کی عظمت کی وجہ سے یہ سلسلہ آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد کی طرف چلا۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ جن کو نبی اکرم ﷺ سے نسبت نہیں ہے مثلاً بادشاہ وغیرہ' ان کی اولاد وغیرہ کی عزت ان کی بیٹیوں کی اولاد کی طرف جاری ہوتی ہے اور ان کو بھی ان کے بیٹوں کی طرح دیکھا جاتا ہے اور قریب ہے کہ ان کے (بیٹیوں کی اولاد) باپوں کا ذکر مٹ ہی جائے تو ولادت کے حوالے سے اس ذات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کی شان بہت بلند و بالا ہے۔[1]

ان حضرات نے کہا کہ تم نے جو استدلال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں تو اس میں تمہارے لیے کوئی حجت نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا لہٰذا باپ کی جہت سے ان کی نسبت محال تھی اس وجہ سے ان کی والدہ ان کے باپ کے قائم مقام ہو گئیں' اسی طرح جس شخص کی باپ کی طرف سے نسبت منقطع ہو مثلاً لعان وغیرہ ہو تو نسب میں اس کی ماں ہی ماں باپ دونوں کی جگہ ہوگی اسی وجہ سے زیادہ صحیح قول کے مطابق وہ اس کی عصبہ قرار پاتی ہے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے مروی روایات میں سے ایک روایت اسی طرح ہے اور نصوص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور قیاس بھی اس قول کے صحیح ہونے کے شاہد ہیں کیونکہ اصل میں نسب باپ سے ہوتا ہے جب اس سے منقطع ہو جائے تو ماں کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ کسی حکمران کے نواسوں کو اس بادشاہ کی بیٹی کی نسبت سے عزت ملتی ہے اس کا اپنا خاندان نظر انداز ہو جاتا ہے اور بادشاہ کے داماد کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا کہ یہ بچے فلاں کی اولاد ہیں بلکہ ماں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں تو حضور علیہ السلام کی صاحبزادیوں کی نسبت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔۱۲ ہزاروی

اگر فرض کیا جائے کہ وہ باپ کی جہت سے لوٹ جاتا ہے تو ماں سے باپ کی طرف بھی لوٹے گا۔ اسی طرح لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ولاء باپ کے موالی کو حاصل ہوتی ہے اگر ان کی طرف نسبت مشکل ہو تو ماں کے موالی کی طرف لوٹے گی اور جب ان کی طرف ولاء کا لوٹنا ممکن ہو تو ماں کے موالی سے اپنے اصل اور قرار کی طرف لوٹے گی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ولاء نسب کی فرع ہے اور اس کے برابر کی جاتی ہے پس جب ماں کے عصبات[1] ولاء کے اعتبار سے اس موٹی کے عصبات بھی ہوں جس کے باپ کے موالی کی جہت سے اس کا عصبہ بننا منقطع ہو گیا پس نسبی ماں کے عصبات کا اس بچے کے لیے عصبات ہونا جس کے عصبہ ہونے کا سلسلہ باپ کی جہت سے ٹوٹ گیا زیادہ بہتر ہے پس یہ بات کیسے ہوگی کہ ولاء میں یہ حکم ثابت ہو اور نسب میں ثابت نہ ہو حالانکہ نسب ہی کی وجہ سے مشابہت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ فرع کہلاتا ہے۔ یہ گفتگو اس بات پر دلالت ہے کہ قیاس صحیح نص سے بالکل جدا نہیں ہوتا اور اس میں صحابہ کرام کی علمی گہرائی پر دلالت بھی پائی جاتی ہے اور یہ کہ وہ علمی اعتبار سے اس انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں جس کو پانے سے سبقت کرنے والے لوگ بھی قاصر ہیں۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

فصل دہم

اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

یہ نام پہلے طریقے پر ہے کیونکہ ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے ’’اب رحیم‘‘ (رحیم باپ) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کائناتِ انسانیت کے لیے تیسرا باپ بنایا۔

کیونکہ ہمارے پہلے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں دوسرے باپ حضرت نوح علیہ

[1] جس وارث کے لیے حصہ مقرر نہ ہو وہ عصبات کہلاتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

السلام ہیں اور تمام اہل زمین ان کی اولاد سے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝ (الصافات: ۷۷)

اور ہم نے ان کی اولاد کو ہی باقی رہنے والا بنایا۔

اس سے ان نجومیوں کا جھوٹ ظاہر ہو گیا جو کہتے ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کو نہیں جانتے اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں اور وہ اپنے بادشاہوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے نسب میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر نہیں کرتے۔ اس آیت (مندرجہ بالا) میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلایا۔

اور تیسرے باپ باپوں کے باپ اور تمام جہان کے ستون ہیں اور وہ باطل و مشرک سے جدا لوگوں (حنفاء) کے امام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھا وہ خلیل الرحمٰن ہیں اور تمام انبیاء کے شیخ ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کا یہ نام بیان کیا۔

(۱۹۲) نبی اکرم ﷺ جب کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مشرکین نے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مورتیاں بنا رکھی ہیں اور وہ تیروں سے فال نکال رہے ہیں (یعنی تصویر میں) تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے ان کو معلوم ہے کہ ہمارے شیخ تیروں سے فال نہیں نکالتے تھے۔ صحیح بخاری (۳۳۵۲_۱۶۰۱) سنن ابوداؤد (۲۰۲۷) ابن حبان (۵۸۶۱) سنن بیہقی (ج ۵ ص ۱۵۸) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۳۳۴) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (حضرت محمد ﷺ) کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی کے دین پر چلنے کا حکم نہیں دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی اتباع کریں جو ہر باطل سے جدا ہے اور آپ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اور آپ کی امت کو بھی یہی حکم دیا' ارشادِ خداوندی ہے:

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ. (الحج:۷۸)

وہ اللہ ہے جس نے تمہیں چن لیا اور دین میں تم پر کوئی حرج نہیں رکھا' یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے انہوں نے ہی اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

یہاں لفظ ملت منصوب ہے کیونکہ اس سے پہلے فعل چھپا ہوا ہے یعنی ''اتبعوا'' پیروی کرو اور ملت ابراہیمی کو لازم پکڑو۔ اور محذوف پر پہلا قول دلالت کرتا ہے یعنی:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (الحج ۷۸)

اور اس کے راستے میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔

اس بات کو اغراء کہا جاتا ہے (اغراء ابھارنے اور اکسانے کو کہتے ہیں)۔

کہا گیا ہے کہ یہ مصدر (مفعول مطلق) کی طرح منصوب ہے اور اس میں پہلے قول کا مضمون عمل کرتا ہے۔

(۱۹۳) نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو یوں وصیت کرتے تھے کہ صبح و شام یوں کہو:

اصبحنا على فطرة الاسلام وكلمة الاخلاص ودين نبينا محمد وملة ابينا ابراهيم حنيفا مسلما وما كان من المشركين.

ہم نے فطرت اسلام پر' کلمۂ اخلاص پر' اپنے نبی حضرت محمد (ﷺ) کے دین اور اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر صبح کی وہ حضرت ابراہیم جو ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

سنن نسائی (۹۸۲۹۔۹۸۳۱۔۱۰۱۷۵۔۹۸۳۰) ابن السنی فی الیوم واللیلۃ (۳٤) مسند امام احمد (ج ۳ ص ٤۰٦ ج ۵ ص ۱۲۳) بروایت حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی۔

تو ان الفاظ پر غور کیجئے! کس طرح فطرت کو اسلام کے لیے قرار دیا کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا اور کلمہ اخلاص کلمۂ شہادت ہے اور ملت ابراہیمی اس لیے کہ آپ ہی اس ملت والے ہیں اور وہ توحید ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرنا اور دین سے مراد نبی اکرم ﷺ کا دین ہے' وہی

دین کامل ہے اور جامع شریعت ہے جو سب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام' امت' قانت اور حنیف بھی قرار دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ. (البقرہ ۱۲٤)

اور جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو انہوں نے ان کو پورا کیا' فرمایا: میں تمہیں لوگوں کے لیے امام بناتا ہوں' عرض کیا اور میری اولاد سے بھی؟ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے ان کو لوگوں کے لیے امام بنایا اور آپ کی اولاد میں سے جو لوگ ظالم ہیں وہ امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہوں گے اور ظالم سے مراد مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اس کا عہد کسی مشرک کو نہیں پہنچے گا نیز ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (نحل ۱۲۰۔۱۲۲)

بے شک ابراہیم ایک امام تھے اللہ کے فرماں بردار اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھے اس کے احسانوں پر شکر کرنے والے اللہ نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں مقربین سے ہیں۔

تو ''امت'' سے مراد وہ رہنما جو خیر کی تعلیم دیتا ہے ''قانت'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور اس کی فرماں برداری کو لازم پکڑنے والا ''حنیف'' وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کے سوا سب سے اعراض کرے اور جس نے اس کا لازم معنی باطل کی طرف مائل نہ ہونے والا کیا ہے اس نے موضوع لفظ کا ذاتی معنی نہیں کیا بلکہ لازم معنی کے ساتھ تفسیر کی ہے کیونکہ لفظ ''الحنف'' کا معنی متوجہ ہونا ہے اور جو شخص کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ اس کے غیر سے توجہ ہٹا دیتا ہے اور اس کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

پاؤں میں "حنف" کا مطلب یہ ہے کہ ایک پاؤں دوسرے کی طرف مائل ہو (مڑا ہوا ہو) اور اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اپنی جہت سے پھرا ہوا ہے۔ ۱

ارشاد خداوندی ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم ۳۰)

تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اسی کے ہو کر' اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

تو لفظ حنیف "فاقم وجهک للدين" کا حال مفردہ ہے۔ اسی لیے اس کی تفسیر لفظ مخلص کے ساتھ کی گئی پس آیت صدق اور اخلاص کو متضمن ہے کیونکہ دین کے لیے اقامت وجہ کا مطلب صرف اسی کی طلب کے لیے خاص ہونا ہے اس طریقے پر کہ دل میں اس کے غیر کا ارادہ باقی نہ رہے اور حنیف اسے کہتے ہیں جو صرف اپنے معبود کا ہو جائے اس کے غیر کا ارادہ نہ کرے۔ تو صدق یہ ہے کہ تمہاری طلب تقسیم نہ ہو اور اخلاص یہ ہے کہ تمہارا مطلب تقسیم نہ ہو۔ پہلا طلب کی توحید اور دوسرا مطلوب کی توحید ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے تیسرے باپ ہیں اور آپ حنفاء (صدق واخلاص والے لوگوں) کے امام ہیں۔ اہل کتاب ان کو کائنات کا ستون کہتے ہیں اور تمام اہل ادیان ان کی تعظیم' ولایت (دوستی) اور محبت پر متفق ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بہترین بیٹے اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ ان کی تعظیم و احترام کرتے تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔

(۱۹۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا' یا خير البرية "اے وہ

۱ عبدالجبار سلفی نامی ایک شخص نے "اتباع رسول یا تقلید ابو حنیفہ" کے نام سے ایک چند ورقی پمفلٹ میں اس لفظ حنیف کا سہارا لے کر مذہب حق حنفی کے خلاف ہرزہ سرائی کی حالانکہ ملت ابراہیمی بھی حنیف ہے۔ اس شخص نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں دیانت کی چادر کو تار تار کیا۔ ۱۲ ہزاروی

ذات! جو مخلوق میں سب سے بہتر ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "ذات ابراہیم" وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ نے اپنے شیخ کا نام لیا جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

صحیح مسلم (۲۳۶۹) سنن ابوداؤد (۴۶۷۲) جامع ترمذی (۳۳۴۹) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اور صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۹۵) انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

تم ننگے پاؤں' ننگے جسم اور بغیر ختنہ کیے اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (الانبیاء ۱۰۴)

جس طرح ہم نے تمہیں شروع میں پیدا کیا اسی طرح تمہیں لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے بے شک ہم (ایسا) کرنے والے ہیں۔

اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔

صحیح بخاری (۳۳۴۹۔۶۵۲۶) صحیح مسلم (۲۸۶۰) جامع ترمذی (۳۳۲۹) سنن نسائی (ج ۴ ص ۱۱۴) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

اور نبی اکرم ﷺ سب لوگوں کی نسبت' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ ہم شکل تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱۹۶) میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا تو وہ تمہارے ساتھی (اپنی ذات ستودہ صفات مراد لی) سے زیادہ مشابہ تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنے ساتھی کو دیکھو۔

صحیح مسلم (۱۶۷) جامع ترمذی (۳۶۴۹) ابن حبان (۶۲۳۲) مسند احمد (ج ۳ ص ۳۳۴) بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ نیز صحیح بخاری کی حدیث (۳۳۵۵)' صحیح مسلم کی حدیث (۱۶۶) اور ابن حبان کی حدیث (۲۷۰) جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کی شاہد ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات کے ساتھ تعویذ ڈالتے تھے جن کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو تعویذ ڈالتے (اور دم کرتے تھے)۔

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو تعویذ ڈالتے اور فرماتے: تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کو تعویذ ڈالتے (اور دم) کرتے تھے' وہ کلمات یہ ہیں:

(۱۹۷) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ	اللہ تعالیٰ کے کامل و اکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ہر بُری نظر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

صحیح بخاری (۳۳۷۱) سنن نسائی (۷۷۲۶ ـ ۱۰۸٤٤) سنن ابن ماجہ (۳۵۲۵) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی' سب سے پہلے ختنہ آپ کا ہوا اور آپ نے سب سے پہلے بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا:

اے رب! یہ کیا ہے؟ فرمایا: ''وقار ہے'' عرض کیا: اے میرے رب! میرے وقار کو بڑھا دے۔

غور کیجئے! جب انہوں نے اپنے مہمان فرشتوں کی مہمان نوازی کی تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی تعریف فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ O اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ O فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ O فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ O	اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ ان کے پاس آ کر کہنے لگے سلام' کہا سلام' ناآشنا لوگ ہیں پھر اپنے گھر گئے تو ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے' پھر اس کو ان کے قریب کیا (اور) کہا: کیا تم کھاتے نہیں؟
(الذاریات: ۲٤ ـ ۲۷)	

اس میں متعدد وجوہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مہمانوں کا وصف یوں بیان فرمایا کہ وہ عزت اور اکرام والے ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا اکرام کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و اکرام والے ہیں اور یہ دونوں قول

ایک دوسرے کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں دونوں باتوں پر دلالت پائی جاتی ہے۔

۲۔ ''اذ دخلوا'' کے الفاظ سے آپ کی تعریف ثابت ہوتی ہے کیونکہ اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں پس اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کی عزت و احترام کرنے میں مصروف تھے' مہمان نوازی آپ کی عادت تھی اور آپ کا گھر مہمان خانہ تھا جو بھی آتا وہاں اترتا تھا' اسے اجازت لینے کی حاجت نہیں تھی بلکہ داخل ہونے والے کا داخل ہونا ہی طلب اجازت تھی یہ انتہائی درجہ کا کرم ہے۔

۳۔ ارشاد خداوندی ''سَلٰمٌ'' رفع کے ساتھ ہے حالانکہ انہوں نے آپ کو سلام کیا نصب کے ساتھ (سلاما) اور رفع کے ساتھ سلام زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کی دلالت ثبوت اور تجدید (بار بار) پر ہوتی ہے جب کہ منصوب کی دلالت فضیلت پر ہے اور اس کی دلالت حدوث اور تجدد پر ہوتی ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب بہتر طریقے سے دیا کیونکہ ان کا قول ''سلما'' کی دلالت ''سلمنا سلاما'' پر ہے اور ''سَلٰمٌ'' کی دلالت ''سلام علیکم'' پر ہے۔

٤۔ ''قوم منکرون'' سے مبتدا کو حذف کیا گیا کیونکہ جب آپ نے ان کو نہ پہچانا اور اجنبی قرار دیا تو ان کے سامنے ایسا لفظ استعمال نہ کیا جس سے مہمان کو نفرت پیدا ہو جائے۔ اگر آپ فرماتے یعنی ''انتم قوم منکرون'' نہ فرمایا پس یہاں مبتدا کو حذف کرنا نہایت لطیف کلام کی صورت ہے۔

۵۔ اسم مفعول لایا گیا اور فاعل حذف کیا گیا چنانچہ فرمایا ''منکرون'' یہ نہیں فرمایا' انی انکرکم'' (میں تمہیں پہچانتا نہیں) یہ بات اس مقام پر زیادہ اچھی اور نفرت دلانے نیز ترش روئی سے زیادہ دور ہے۔

٦۔ آپ اپنے گھر والوں کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ان (مہمانوں) کے لیے مہمان نوازی کا بندوبست کریں (لفظ راغ فرمایا) اور روغان اس طرح پوشیدگی کے ساتھ جانے کو کہتے ہیں کہ مہمان کو اس کا پتہ نہ چلے اور یہ میزبان (صاحب خانہ) کا کرم ہوتا ہے کہ وہ مہمان سے چھپ کر جائے اور مہمان نوازی کا اہتمام کرے کیونکہ یہ صورت نہ ہو تو مہمان پر یہ بات بھاری ہوتی ہے اور وہ حیا محسوس کرتا ہے پس اس کو پتہ بھی نہ

چلے اور وہ اس کے پاس کھانا لے آئے بخلاف اس کے جو اپنے مہمان کو سناتا ہے اور اس سے یا جو اس کے پاس موجود ہوتے ہیں ان سے کہتا ہے تم ٹھہرو میں کھانا لے کر آتا ہوں یا اس طرح کی اور باتیں جن سے مہمان کو شرم آئے۔

۷- ”اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کا کھانا لانے کے لیے اپنے گھر تشریف لے گئے“ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہمانوں کی ضیافت کے لیے کھانا ان کے اپنے گھر میں تیار ہوا اور گھر سے ہی مہیا کیا گیا اور اس کے لیے آپ کو دوسروں مثلاً ہمسایوں کی طرف جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور نہ ہی کسی سے خریدنے یا قرض مانگ کر کھانا تیار کرنے کی ضرورت پڑی۔

۸- ارشاد خداوندی ہے ”فجاء بعجل سمین“ (آپ ایک موٹا تازہ بچھڑا لائے) یہ اس بات پر دلالت ہے کہ آپ نے اپنے مہمان کی خدمت خود کی۔ قرآن مجید میں یہ نہیں آیا کہ آپ نے ان (کی مہمان نوازی) کے لیے حکم دیا بلکہ خود تشریف لے گئے اور خود ہی لے کر آئے اور کھانا خادم کے ہاتھ نہیں بھیجا۔ یہ عمل مہمان کی عزت افزائی میں زیادہ بلیغ ہے۔

۹- آپ پورا بچھڑا لے کر آئے اور اس کا کوئی حصہ نہیں لائے یہ بھی آپ کے کرم کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔

۱۰- وہ موٹا تازہ تھا' کمزور نہیں تھا اور یہ بات معلوم ہے کہ اس قسم کا جانور ان کے مالوں میں سے زیادہ باعث فخر تھا اور اس قسم کا جانور پالا جاتا ہے' گھر میں رکھا جاتا ہے پس آپ نے اس کے ذریعے اپنے مہمان کو ترجیح دی۔

۱۱- آپ نے خود ان کے سامنے رکھا اور اپنے خادم کو اس بات کا حکم نہیں دیا۔

۱۲- کھانا ان کے قریب کیا اور ان کو کھانے کے قریب نہیں کیا اور یہ بات اعزاز و اکرام میں نہایت بلیغ ہے کہ مہمان بیٹھا ہو پھر کھانا اس کے قریب کیا جائے اور اسے اس کے سامنے لایا جائے' کھانا کسی کونے میں رکھ کر مہمان کو اس کے قریب بلانا اکرام نہیں ہے۔

۱۳- (ارشاد خداوندی ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا ”الا تاکلون“ کیا تم کھاتے نہیں؟ تو یہ عرض کرنا اور نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا ہے اور یہ کلام اس سے بہتر ہے کہ ان سے کہا جائے کھاؤ یا اپنے ہاتھوں کو بڑھاؤ وغیرہ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کو لوگ

اپنی عقلوں کے ذریعے معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ اچھا اور لطیف کلام ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں:

”بسم اللہ“ کیجئے یا کیا تم صدقہ نہیں کرتے یا کیا تم تکلف کر رہے ہو وغیرہ وغیرہ۔

۱٤- ان سے کھانے کے بارے سوال اس لیے کیا کہ ان کو دیکھا کہ وہ کھا نہیں رہے حالانکہ آپ کے مہمان آپ کے ساتھ کھانے کے لیے اجازت کے محتاج نہیں ہوتے تھے بلکہ جب آپ ان کے سامنے کھانا رکھتے تو وہ کھا لیتے۔ اور یہ مہمان جب کھانے سے رک گئے تو ان سے پوچھا کیا تم کھاتے نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان سے دل میں خوف محسوس کیا اور اسے دل میں چھپائے رکھا اور ان کے سامنے ظاہر نہ کیا۔

۱۵- جب وہ کھانے سے گریز کرنے لگے تو ان سے خوف محسوس کیا اور یہ بات ان پر ظاہر نہ کی جب فرشتوں نے آپ کی یہ حالت محسوس کی تو کہا: آپ نہ ڈریں اور انہوں نے آپ کو بیٹے کی خوشخبری دی۔

اس آیت میں وہ آداب ضیافت جمع ہیں جو سب سے اچھے آداب ہیں' اس کے لیے جو تکلفات ہیں وہ لوگوں کے من گھڑت ہیں یہی آداب شرف اور فخر کے لیے کافی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے نبی ﷺ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان دونوں کی آل اور تمام انبیاء کرام پر ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں گواہی دی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کی اور ان کو پورا کیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ○ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی. (النجم: ۳۶-۳۷)

کیا اسے خبر نہ آئی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کے (صحیفوں میں) جو پورے احکام بجا لائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انہوں نے اسلام کے تمام احکام کو پورا کیا اور آپ کو تبلیغ رسالت کا جو حکم دیا گیا اسے پورا کیا اور ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ

اور (یاد کرو) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ

إِمَامًا. (البقرة: ۱۲٤)

آزمایا تو انہوں نے اسے پورا کیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تجھے تمام لوگوں کے لیے امام بناتا ہوں۔

اور جیسا کہ کہا گیا:

قلبه للرحمن وولده للقربان وبدنه للنيران وماله للضيفان.

ان کا دل رحمن کے لیے' بیٹا قربانی کے لیے' بدن نمرودی آگ میں جانے کے لیے اور مال مہمانوں کے لیے تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور خلت' کمال محبت کو کہتے ہیں اور یہ ایسا مرتبہ ہے جو شراکت اور مزاحمت کو قبول نہیں کرتا اور آپ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ آپ کو نیک بیٹا عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے۔ پس اس بچے نے آپ کے دل کے ایک گوشے میں جگہ لے لی تو خلیل کو اپنے خلیل کے دل پر غیرت آئی کہ اس میں اس کے غیر کے لیے جگہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذبح کرنے کے ساتھ آپ کی آزمائش کی تاکہ خلت کا راز ظاہر کرے یعنی آپ کے دل میں خلیل کی محبت' بیٹے کی محبت سے مقدم ہے۔

پس جب آپ نے اپنے رب کے حکم کے سامنے گردن جھکا دی اور اس عمل کا پکا ارادہ کر لیا اور خلت کا غلبہ یوں ظاہر ہوا کہ آپ نے بیٹے کی محبت پر خلیل کی محبت کو ترجیح دیتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے قدم اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ حکم فسخ کر دیا اور ذبح عظیم کا فدیہ دیا کیونکہ ذبح کی مصلحت ارادے اور نفس کو حکم خداوندی پر جا گزیں رکھنا تھا پس جب یہ مصلحت حاصل ہوگئی تو ذبح کا فساد لوٹ آیا لہٰذا ان کے حق میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اسے قیامت تک آپ کی اتباع کرنے والوں میں ہدی اور اضحیہ یعنی حاجیوں کی قربانی (ہدی) اور عام مسلمانوں کی قربانی (اضحیہ) کی صورت میں کر دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت وہ ہے جنہوں نے مشرکین اور اہل باطل کے ساتھ مناظرہ کا دروازہ کھولا اور ان کے دلائل کو توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل باطل کے امام (نمرود) اور آپ کے مشرک قوم کے ساتھ مناظرہ کرنے اور عمدہ مناظرے کے ساتھ دونوں گروہوں کے دلائل کو توڑنے کا ذکر کیا ہے نیز یہ کہ آپ کے دلائل فہم اور

حصول علم کے زیادہ قریب تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ (الانعام: ۸۳)

اور یہ ہمارے دلائل ہیں جو ہم نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے خلاف عطا کیے ہم جس کے درجات چاہیں بلند کرتے ہیں۔

حضرت زید بن اسلم وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب حجت اور علم کے ساتھ بلند کرنا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے دشمن دلائل اور حجت میں آپ سے مغلوب ہو گئے اور آپ کی دلیل ان پر غالب آ گئی اور آپ نے ان کے بتوں کو توڑ دیا تو ان کے دلائل اور معبود کو بھی توڑ دیا تو انہوں نے آپ کو سزا دینے اور آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔

اور اہل باطل کا طریقہ یہی ہے کہ جب وہ مغلوب ہوتے ہیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہوتی ہے تو سزا دینے کا ارادہ کرتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خلاف دلیل قائم کی تو اس نے کہا:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ. (الشعراء: ۲۹)

اگر تم نے میرے علاوہ کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں قیدیوں میں کر دوں گا۔

چنانچہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ جلائی اور آپ کو منجنیق میں ڈال دیا تو آپ کا یہ سفر آپ کے تمام سفروں سے زیادہ عظمت اور برکت والا تھا کیونکہ آپ نے اس سے زیادہ برکت' زیادہ عظمت اور زیادہ بلند شان والا اور آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچانے والا سفر نہیں کیا۔

اس سفر میں حضرت جبریل علیہ السلام زمین و آسمان کے درمیان آپ کے سامنے آئے اور کہا: اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ کو کوئی کام ہو؟ فرمایا: (ہے لیکن) آپ سے نہیں ہے۔[1]

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو بنیاد بنا کر بعض لوگ وسیلہ پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ نبی براہ راست اپنے رب سے مدد مانگتا ہے اس کے لیے کون وسیلہ ہوگا پھر یہ مقام توکل ہے اگر کوئی شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہمت اور توکل ثابت کرے پھر بے شک وسیلہ اختیار نہ کرے۔ ۱۲ ہزاروی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ارشادِ خداوندی کے بارے میں مروی ہے۔

ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.
(آل عمران:۱۷۳)

وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ بے شک لوگ تمہارے خلاف جمع ہوئے پس تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات تمہارے نبی ﷺ نے فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت فرمائی جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا۔صحیح بخاری (۴۵۶۳)

(۱۹۸) اور صحیح بخاری میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے سانڈے کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ میں پھونکیں مارتا تھا۔صحیح بخاری (۳۳۵۹) صحیح مسلم (۲۲۳۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا اور لوگوں میں حج کا اعلان کیا' پس جو شخص بھی حج یا عمرہ کرتا ہے اس سے حج اور عمرہ کرنے والوں کی تعداد کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مزید ثواب اور اعزاز حاصل ہوتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرہ:۱۲۵)

اور (یاد کریں) جب ہم نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت کو حکم دیا کہ وہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنائیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء اور ان کے آثار کو زندہ رکھنا ثابت ہو جائے۔

اس بہت بڑے امام اور نہایت محترم و مکرم نبی کے مناقب کسی کتاب کے احاطے میں آنے سے بہت زیادہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے عمر عطا کی تو ہم (مصنف) اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھیں گے تاکہ وہ آپ کے فضائل کے سمندر میں ایک قطرہ یا اس سے بھی کم ہو

جائے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان لوگوں میں کر دے جو آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور ان لوگوں میں سے نہ کرے جنہوں نے ان کی ملت سے اعراض کیا۔

(۱۹۹) نبی اکرم ﷺ سے ایک متصل روایت مروی ہے جسے امام ترمذی وغیرہ رحمہم اللہ نے حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن کی حدیث سے نقل کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیں اور ان کو بتائیں کہ جنت کی مٹی پاک اور پانی میٹھا ہے' وہ پست نرم میدان ہے اور اس کے پودے "سبحان اللہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" ہیں۔امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔جامع ترمذی (۳۴۶۲)

فصل یازدہم

مشہور مسئلہ اور اس سے متعلق امور

ایک مسئلہ جو لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو کس طرح آپ کے لیے نماز میں وہ چیز طلب کی جاتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے؟[1]

حالانکہ اصل یہ ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ پر فوقیت ہوتی ہے تو ان دو باتوں کو جو ایک دوسرے کی ضد ہیں کیسے جمع کیا جا سکتا ہے؟ تو ہم اس مسئلے میں عوام الناس کا قول اور اس میں درست اور فاسد باتوں کا ذکر کریں گے۔

پس ایک گروہ نے کہا کہ یہ صلوٰۃ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس وقت سکھائی جب آپ کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تھی کہ آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں' لیکن یہ بات کہنے

[1] یعنی درود ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو رحمت اور برکت اس طرح عطا فرما جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی۔۱۲ ہزاروی

والا خاموش رہتا تو اس کے حق میں بہتر تھا کیونکہ یہ صلوٰۃ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس وقت سکھائی جب انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر پوچھی:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. (الاحزاب:۵٦)	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو اسی درود شریف کی تعلیم دی اور قیامت تک امت کی نمازوں میں اسے مشروع فرمایا اور رسول اکرم ﷺ آدم سے ہمیشہ سے افضل ہیں اس بات کا علم ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی' اور جب اس بات کا علم ہوا تو اس درود کی عبارت تبدیل نہیں ہوئی جو آپ نے اپنی امت کو سکھایا تھا اور کسی سے اس کے خلاف بھی مروی نہیں لہٰذا یہ اس (مذکورہ بالا) جواب کی خرابی ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ سوال اور طلب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلیل بنائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا جس طرح صحیح حدیث میں ہے کہ:

(۲۰۰) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الا وان صاحبکم خلیل الرحمن.	سنو! بے شک تمہارے صاحب رحمن کے خلیل ہیں۔

صحیح مسلم (۲۳۸۳) جامع ترمذی (۳٦۵۵) سنن ابن ماجہ (۹۳) ابن حبان (٦۸۵۵) ابن ابی عاصم فی السنۃ (۱۲۲٦) عبدالرزاق (۲۰۳۹۸) مسند احمد (ج ۱ ص ۳۸۹_۴۰۹_۴۱۲_۴۵۵) بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اس سے نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات گرامی مراد لی۔

یہ جواب پہلے جواب کی جنس سے ہے کیونکہ اس کا مضمون بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو خلیل بنالیا تو اس کے بعد آپ پر درود شریف جائز نہیں ہونا چاہیے اور یہ نہایت ہی باطل بات ہے۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ یہ تشبیہ درود شریف پڑھنے والے کی طرف راجع ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے اسے ثواب حاصل ہوتا ہے پس وہ اپنے رب سے ثواب طلب کرتا ہے وہ یوں

کہ نبی اکرم ﷺ پر اس طرح درود شریف بھیجا جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر بھیجا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے یہ مشابہت نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے لیے جو صلوٰۃ مطلوب ہے وہ اس صلوٰۃ سے زیادہ بڑی اور باعظمت ہے جو دوسروں کے لیے حاصل ہے۔

یہ جواب بھی پہلے جوابوں کی جنس سے ہے یا زیادہ فاسد ہے کیونکہ تشبیہ ان باتوں میں سے نہیں جو درود شریف پڑھنے والے کو حاصل ہو رہی ہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جن پر درود شریف پڑھا جا رہا ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل ہے۔ پس جس نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے: یا اللہ! مجھے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا ثواب اسی طرح عطا فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل فرمائی تو اس نے کلمات میں تحریف (تبدیلی) کی اور کلام کو باطل کیا۔

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس قسم کی وجوہ بعض شرح لکھنے والوں نے ذکر کیں اور ان کے ذریعے کاغذ سیاہ کیے اور لوگوں کو اس وہم میں ڈالا کہ یہ تحقیق ہے تو اس کا ذکر نہ کرنا زیادہ مناسب تھا کیونکہ لوگ اس قسم کی بات کرنے اور اس کے رد میں مشغول ہونے سے حیا کرتے ہیں۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ تشبیہ صرف آل کی طرف لوٹتی ہے اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پر کلام مکمل ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ کہتا ہے وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ تو جو صلوٰۃ آل محمد (ﷺ) کے لیے مطلوب ہے وہ یہی صلوٰۃ ہے جس کی تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو حاصل ہونے والی صلاۃ سے دی گئی ہے۔

یہ بات عمرانی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کی اور یہ قطعی طور پر باطل ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی ذات والا صفات اس قسم کی باتیں کہنے سے بہت بلند و بالا ہے۔ اور یہ بات آپ کے علم اور فصاحت کے لائق نہیں ہے کیونکہ یہ بات نہایت ضعیف ہے اور کمزور ہے۔

اور اس باب کی اکثر احادیث میں یہ الفاظ ذکر ہو چکے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ'' ان الفاظ کے

ساتھ احادیث گزر چکی ہیں۔

نیز جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ عربیت کے اعتبار سے بھی درست نہیں ہے کیونکہ جب کسی عامل کا معمول ذکر کیا جائے اور اس پر اس کے غیر کا عطف کیا جائے پھر ظرف یا جار مجرور یا مصدر یا صفتِ مصدر کے ساتھ اس کو مقید کیا جائے تو یہ (قید) معمول اور اس کے معطوف دونوں کی طرف راجع ہوتی ہے عربیت اس کے غیر کا احتمال نہیں رکھتی۔

جب تم کہو کہ ''جاء نی زید و عمرو یوم الجمعة زید اور عمرو جمعہ کے دن آئے''۔ تو ظرف (یوم جمعہ) دونوں کے آنے کے لیے قید ہے صرف عمرو کے لیے نہیں۔ اسی طرح جب تم کہتے ہو: ضربت زیدا و عمرا ضربا مولما او امام الامیر' یا سلم علی زید و عمرو یوم الجمعة وغیرہ۔

اعتراض: یہ بات (جو آپ نے کہی ہے) اس وقت ہے جب عامل کو دوبارہ نہ لایا جائے لیکن جب عامل کو دوبارہ لایا جائے تو یہ ٹھیک ہے (یعنی معطوف علیہ اور معطوف کا حکم الگ ہو) مثلاً تم کہو:

سلم علی زید و علی عمرو اذا لقیته. زید نے مجھے سلام کیا اور عمرو نے مجھے سلام کیا جب میں اس سے ملا۔

تو یہ بات ممنوع نہیں کہ یہاں ملاقات کا تعلق صرف عمرو سے ہو۔ اور یہاں (درود شریف میں) عامل کا اعادہ یہ فرمایا ''وعلی آل محمد'' (یہاں ''علی'' دوبارہ لایا گیا جو حرف جار عامل ہے)۔

جواب: یہ مثال مسئلہ درود شریف کے مطابق نہیں۔ اس کے مطابق یوں ہے کہ ''سلم علی زید و علی عمرو کما تسلم علی المومنین'' کہو پھر یہ دعویٰ کرو کہ تشبیہ صرف عمرو پر سلام کرنے میں ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ باطل ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ بہ مشبہ سے اعلیٰ ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ دونوں متماثل ہوں یا مشبہ ہی مشبہ بہ سے اعلیٰ ہو۔ ان کا یہ قول بھی ہے کہ گو نبی اکرم ﷺ درود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برابر ہیں مگر نبی اکرم ﷺ کی افضلیت دیگر وجوہ سے ثابت ہے۔

مشبہ بہ سے مشبہ کے افضل ہونے کی دلیل یہ شعر ہے:

بنونا بنو ابناء نا وبناتنا بنوهن ابناء الرجال الاباعد

''ہمارے بیٹے ہمارے پوتے اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے ان لوگوں کے بیٹے ہیں جو دور ہیں''۔

یہ قول بھی کئی وجوہ سے ضعیف ہے:

۱- یہ بات خلاف معلوم ہے (مجہول ہے)۔
کیونکہ اہل عرب اس کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جو (مشبہ پر) فوقیت رکھتا ہو۔

۲- اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ اعلیٰ اور اعظم مراتب میں سے ہے اور حضرت محمد ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ کے لیے صلاۃ' ہر اس صلوۃ سے افضل ہو جو باقی تمام مخلوق کو حاصل ہوتی ہے پس آپ کے علاوہ کوئی بھی اس سلسلے میں آپ کے مساوی نہیں ہوگا۔

۳- اللہ تعالیٰ نے درود شریف پڑھنے کا حکم اس بات کی خبر دینے کے بعد دیا کہ وہ اور اس کے فرشتے حضور علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں پس اس نے آپ پر صلوۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا اور لفظ تسلیم کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی۔
اور یہ خبر اور حکم مخلوق میں سے آپ کے علاوہ کسی کے لیے ثابت نہیں فرمایا۔

٤- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۰۱) ان اللہ وملائکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر. جامع ترمذی (۲٦۸٦) بروایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' طبرانی کبیر (۷۹۱۲) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۲٤)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں (اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا اور فرشتے دعا مانگتے ہیں)۔

اس حدیث کی شاہد حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جو مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۲٤) اور دارمی میں حدیث (٦٤۹۳) ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور یہ بات اس لیے ہے کہ وہ ان کو بھلائی کی تعلیم دے کر دنیا اور آخرت کے شر سے بچاتے ہیں اور اس طرح وہ ان کی کامیابی اور سعادت کا سبب بنتے ہیں اور یہ ان کے ان تمام مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے جن پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف

سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

تو جب نیکی کی تعلیم دینے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ان لوگوں پر رحمت کا سبب ہیں جن کو وہ سکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان (معلمین) پر رحمت بھیجتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ بھلائی کی تعلیم دینے والوں میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ سے افضل اور زیادہ تعلیم دینے والا اور امت کی زیادہ خیر خواہی کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اس تعلیم پر آپ سے بڑھ کر صبر کرنے والا ہے۔

اسی لیے آپ کی امت کو آپ کی تعلیم سے وہ کچھ حاصل ہوا جو دیگر امتوں کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی تعلیم سے آپ کی امت کو ایسے علوم نافعہ اور اعمال صالحہ حاصل ہوئے جن کی وجہ سے یہ امت سب سے بہترین امت بن گئی جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی۔

تو کس طرح نبی اکرم ﷺ جو بھلائی کی تعلیم دینے والے ہیں' آپ پر درود اس شخص کے درود کے برابر ہو سکتا ہے جو اس تعلیم میں آپ کی مثل نہیں ہے؟

اور جہاں تک شاعر کے قول کو اس بات کی دلیل بنانے کا تعلق ہے کہ مشبہ بہٗ مشبہ سے افضل ہوتا ہے تو (شاعر کا قول) اس بات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس کے قول "بنونا بنو ابناءنا" میں مبتدا مؤخر اور خبر مقدم ہو سکتی ہے اور بعض اوقات تو پوتوں کو بیٹوں کے مشابہ قرار دیا جاتا ہے اور یہاں خبر کو مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ معنیٰ ظاہر ہے اور التباس کا کوئی خوف نہیں۔ اس وجہ سے یہ تشبیہ کی اصل پر جاری ہے اور یا یہ عکس تشبیہ کے باب سے ہوگا جس طرح چاند کو اس چہرے سے تشبیہ دی جاتی ہے جو اپنے حسن میں کامل ہے اور شیر کو اس شخص سے تشبیہ دی جاتی ہے جو شجاعت میں کامل ہو۔ اور سخاوت میں کامل شخص کے ساتھ سمندر کو تشبیہ دی جاتی ہے اس شخص کو فرع مشبہ کے مقام پر اتارا جاتا ہے۔

اور یہ اس وقت جائز ہے جب عکس تشبیہ اس قسم کے معنیٰ کو متضمن ہو۔ اس بنیاد پر اس شاعر نے اپنے پوتوں کو بیٹوں کے قائم مقام قرار دیا پھر بیٹوں کو ان سے تشبیہ دی۔

اہل معانی میں سے ایک جماعت کا یہ قول ہے۔

[1] اصل تشبیہ یہ ہے کہ انسان کو چاند اور شیر سے تشبیہ دی جائے لہٰذا چاند اور شیر کو انسان سے تشبیہ دینا تشبیہ کا عکس (عکس تشبیہ) ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اور میرے (یعنی مصنف) کے نزدیک بات یہ ہے کہ شاعر کی یہ مراد نہیں بلکہ اس نے اپنے بیٹوں اور نواسوں کے درمیان فرق کیا۔ پس خبر دی کہ اس کے نواسے اپنے آباؤ اجداد کے تابع ہیں' ہمارے بیٹے ہیں اور ہمارے بیٹے وہ ہیں جو ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں۔ پس اس نے پوتوں کو بیٹوں سے تشبیہ دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس معنیٰ کا ارادہ کیا جو ہم نے ذکر کیا ہے' اور یہ ظاہر ہے۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے صلوٰۃ وہ ہے جو آپ کے ساتھ خاص ہے اور یہ صلوٰۃ وہ ہے جس کے مساوی کوئی صلوٰۃ نہیں اور اس میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور آپ کے لیے جس صلوٰۃ کا سوال کیا گیا وہ اس سے زائد ہے جو آپ کو عطا کی گئی اور وہ آپ کی طرف مضاف ہے اور اسی زائد صلوٰۃ کی تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف کے ساتھ دی گئی ہے اور یہ بات ناپسندیدہ نہیں کہ فضیلت والے کے لیے ایسی فضیلت کا سوال کیا جائے جو مفضول (جس پر فضیلت ہے) کو دی گئی اور یہ اس فضیلت کے ساتھ مل جائے جو اس (افضل شخصیت) کے ساتھ خاص ہے اور اس کے غیر کو حاصل نہیں ہے۔

ان حضرات نے کہا کہ اس کی مثال اس طرح ہے کہ بادشاہ کسی شخص کو بہت زیادہ مال دے اور اس کے غیر کو اس سے کم مال دے پھر وہ بادشاہ سے سوال کرے کہ وہ اس شخص کو جسے زیادہ مال دیا ہے اس کی مثل دے جو اس سے کم درجے والے کو دیا ہے تاکہ یہ اس پہلے عطیہ کے ساتھ مل جائے' پس اس کو ان دونوں کے مجموعے سے اس کثیر مال سے زیادہ حاصل ہو جائے۔

لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں پھر آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جس بات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ اس صلوٰۃ کی مثل ہے جس کی خبر دی گئی ہے اس سے کم کا مطالبہ نہیں اور وہ زیادہ کامل اور زیادہ ترجیح والی صلوٰۃ ہے' وہ صلوٰۃ نہیں جس پر دوسری صلوٰۃ کو ترجیح اور فضیلت حاصل ہو۔

ان لوگوں کے قول کے مطابق تو مرجوح صلوٰۃ کا مطالبہ ہوگا' راجح صلوٰۃ کا نہیں اور

ترجیح تب حاصل ہوگی جب وہ اس درود شریف کے ساتھ مل جائے جس کا مطالبہ نہیں کیا گیا اور اس بات کے فساد میں کوئی شک نہیں کیونکہ امت اپنے رب سے جس صلوۃ کا مطالبہ کر رہی ہے یہ سب سے بڑی اور افضل صلوۃ ہے۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ یہ مذکورہ تشبیہ اصل صلوۃ میں (تشبیہ) ہے اس کی مقدار میں اور کیفیت میں (تشبیہ) نہیں پس سوال ہیئت (شکل) کی طرف راجع ہوگا' جو چیز عطا کی گئی اس کی مقدار کا سوال نہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے تم کسی شخص سے کہو' احسن الی ابنک کما احسنت الی فلان '' اپنے بیٹے سے اس طرح نیکی کرو جس طرح تم نے فلاں سے حسن سلوک کیا اور تم یہاں احسان کی مقدار کا ارادہ نہیں کر رہے بلکہ تم اصل احسان کا ارادہ کرتے ہو۔ اس بات پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ. (القصص:۷۷)

اور احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا۔

اور اس میں شک نہیں کہ کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احسان کی مقدار کے مطابق احسان کرے بلکہ اس سے اصل احسان مراد ہے اس کی مقدار مراد نہیں۔

اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ. (النساء:۱۶۳)

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی بھیجی۔

تو یہ اصل وحی میں تشبیہ ہے اس کی مقدار اور وحی کیے گئے حضرات کی فضیلت میں نہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ. (الانبیاء:۵)

پس چاہیے کہ وہ نشانی لائیں جس طرح پہلے رسولوں کو بھیجا گیا۔

تو اس میں نشانی کی جنس مراد ہے اس کی مثل مراد نہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ. (النور:۵۵)

اللہ تعالیٰ نے تم میں ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بضرور نیابت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ (نائب) بنایا اور ضرور ان کے لیے ٹھہرا (جما) دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند کیا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ خلیفہ (نائب) بنانے کی کیفیت مختلف ہے اور اس امت کے لیے نیابت کاملہ ہے دوسروں کے لیے نہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ. (البقرہ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے۔

(یہاں) تشبیہ اصل روزے میں ہے اس کی تعیین' مقدار اور کیفیت میں نہیں اور ارشاد خداوندی ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ. (الاعراف:۲۹)

جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا تم لوٹو گے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ پہلے پیدا کرنے میں جو مبداء ہے اور دوسری مرتبہ میں جو معاد ہے' فرق ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا. (المزمل:۱۵)

بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول (ﷺ) بھیجے جو تم پر گواہ ہیں جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول (علیہ السلام) بھیجے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ تشبیہ اصل ارسال (بھیجنے) میں ہے دونوں رسولوں کے باہم مثل ہونے کا تقاضا نہیں کرتی۔

(۲۰۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدوا خماصا وتروح بطانا.

اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس آتے ہیں۔

جامع ترمذی (۲۳۴۴) سنن ابن ماجہ (۴۱۶۴) ابن حبان (۷۳۰) مستدرک حاکم (ج ۴ ص ۳۱۸) الحلیہ (لابی نعیم) (ج ۱۰ ص ۶۹) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۳۰) بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

تو یہاں اصل رزق میں تشبیہ ہے اس کی مقدار اور کیفیت میں نہیں۔ اس کی کئی مثالیں ہیں۔

یہ جواب بھی کئی وجوہ سے ضعیف ہے:

۱- یہ بات جو ان حضرات نے ذکر کی ہے اس کا استعمال اعلیٰ، ادنیٰ اور مساوی میں جائز ہے۔

پس اگر تم کہو "احسن الی ابیک واھلک کما احسنت الی مرکوبک وخادمک" "اپنے باپ اور اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کرو جس طرح تم اپنی سواری اور خادم سے اچھا سلوک کرتے ہو تو یہ جائز ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر تشبیہ اصل صلوٰۃ میں ہو تو یوں کہنا بہتر ہوگا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔

یا:

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آحاد المومنین.

جس طرح تو نے مسلمانوں پر فرداً فرداً رحمت نازل فرمائی۔

یا:

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آدَمَ وَنُوْحٍ وَّہُوْدٍ وَّلُوْطٍ.

جس طرح تو نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ھود اور حضرت لوط (علیہم السلام) پر رحمت نازل فرمائی۔

یہاں تشبیہ اصل صلوٰۃ میں ہے اس کی مقدار اور صفت میں نہیں اور اس سلسلے میں ان تمام میں کوئی تفریق نہیں جن پر درود پڑھا جائے (رحمت کی دعا کی جائے) اور اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کا کون سا امتیاز اور فضیلت ہوگی۔

اور اس وقت ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور ان کی آل کے ذکر کا کیا فائدہ ہوگا؟ اس صورت میں صرف اتنی بات کافی تھی "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ"۔

۲- ان حضرات نے جو مثالیں ذکر کی ہیں وہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کی مثل نہیں کیونکہ یہ مثالیں دو قسم کی ہیں ایک خبر اور دوسری طلب۔ تو ان میں سے جو خبر ہیں ان میں تشبیہ سے مقصود استدلال ہے اور اس خبر کو ذہن کے قریب کرنا اور پکا کرنا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی عقل مند کے لیے اس کا انکار مناسب نہیں جس طرح مشبہ بہ کی مثال ہے کہ تم کس طرح دوبارہ زندہ کرنے کا انکار کرو گے جب کہ ابتداء کا اعتراف کر چکے ہو اور یہ اس کی نظیر ہے اور جو کسی کی نظیر ہو اس کا وہی حکم ہوتا ہے جو اس کی نظیر کا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کرنے پر پہلے پیدا کرنے کو دلیل بنایا۔ ارشاد خداوندی ہے:

کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ. (الاعراف: ۲۹)

جس طرح تمہیں پیدا کیا تم لوٹو گے۔

اور ارشاد فرمایا:

کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ. (الانبیاء: ۱۰۴)

جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کریں گے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَہِیَ رَمِیْمٌ O قُلْ یُحْیِیْہَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَہَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّہُوَ

اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں تم فرما دو

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ. (یٰسین:۷۸۔۷۹) انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

قرآن مجید میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں اور اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا. (المزمل:۱۵) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔

مطلب یہ کہ تم کس طرح انکار کرو گے جب کہ تم سے پہلے میری طرف سے رسول آئے جو خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے ہیں اور تمہیں ان لوگوں کا حال معلوم ہو جنہوں نے میرے رسولوں کی مخالفت کی کہ میں نے ان کو سخت پکڑ کے ساتھ پکڑا۔

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ. (النساء:۱۶۳) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جس طرح ہم نے حضرت نوح (علیہ السلام) اور دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی۔

یعنی آپ دنیا میں آنے والے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول آئے ہیں جن کی طرف میں نے وحی بھیجی ہے جس طرح آپ کی طرف وحی کی۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ. (الاحقاف ۹) آپ فرما دیجئے میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔

یہ ان لوگوں کا رد ہے جو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں حالانکہ آپ اسی قسم کی آیات لائے جو پہلے رسول لائے تھے بلکہ ان سے بھی بڑی آیات لائے تو آپ کی رسالت کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے اور یہ ان امور میں سے نہیں جن سے یہ دنیا خالی ہو بلکہ زمین رسولوں اور ان کے آثار سے خالی نہیں ہے پس تمہارے رسول ﷺ رسالت میں ان رسولوں کے طریقے پر آئے ہیں جو پہلے رسولوں کا تھا' یہ نیا طریقہ نہیں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. (النور:۵۵) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو نائب (خلیفہ) بنایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے سلسلے میں اس کی عادت اور حکمت کی خبر ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی کہ جو شخص ایمان لائے اور اچھے کام کرے اللہ تعالیٰ اسے زمین کی اقتدار دے گا اور اس میں اسے خلیفہ بنائے گا' اسے ہلاک نہیں کرے گا اور اس کو ختم نہیں کرے گا جس طرح ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ ہی کاٹ دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حکمت اور رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ اپنے معاملے کی خبر دی اور بتایا کہ وہ ان سے اس طرح کا معاملہ کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کی اتباع کرنے والوں کے ساتھ کیا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا قول ہے کہ آپ نے فرمایا:

اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح اس پر توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے۔

(نوٹ) اس حدیث کا حوالہ حدیث نمبر (۲۰۴) کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

تو یہ اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جس جگہ کے بارے میں ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ ان کو رزق سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ جس طرح تم پرندوں کا معاملہ دیکھتے ہو کہ وہ صبح کے وقت اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کے رزق کے ساتھ پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں پرندوں اور دیگر حیوانات سے زیادہ معزز ہو۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو تو وہ تمہیں اس جگہ سے رزق دے گا جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی اور اس کے رزق کے حوالے سے تمہارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

یہ تمام مثالیں خبروں سے تعلق رکھتی ہیں جہاں تک طلب وامر (کے سلسلے میں تشبیہ) کا تعلق ہے تو اس سے مقصود علت پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے اور یہ کہ جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

مثلاً جب تم کہتے ہو:

علم کما علمک الله. سکھاؤ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ. (القصص:۷۷) اور احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا۔

نیز:

وَاعْفُ كَمَا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ. اور معاف کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کیا۔

وغیرہ وغیرہ۔

تو ان مثالوں میں مامور کو اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو انعام کیا اس کا شکر ادا کرے اور یہ اس لائق ہے کہ اس نعمت کی مثل لائے اور اسے بطور شکر ادا کرے اور یہ کہ اس نعمت کا بدلہ اسی کی جنس سے ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ ان باتوں میں سے کسی بات کے ساتھ رب کو خطاب کرنا ممنوع ہے اور یہ بات اس کے حق میں درست نہیں۔ پس تشبیہ کا ذکر لغو ہو جائے گا جس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور یہ بات جائز نہیں۔

۳۔ ''كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ'' مصدر محذوف کی صفت ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ''صلاة مثل صلاتک علی آل ابراهيم'' اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ صلاۃ اس مشبہ بہ صلاۃ کی مثل ہو پس حقیقت کلام سے رجوع نہیں کیا جائے گا۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ درود شریف پڑھنے والوں کے تمام صلوات کی نسبت سے یہ تشبیہ حاصل ہوتی ہے پس جو درود شریف پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ پر یہ درود شریف پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ پر اس

صلاۃ کی مثل صلاۃ بھیجے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو حاصل ہوئی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب اس سے کئی گنا صلوٰۃ حاصل ہوگی جس کا شمار نہ ہو سکے تو اس سلسلے میں کوئی آپ کے قریب بھی نہ ہو سکے گا مساوی یا افضل ہونا تو دور کی بات ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ کسی شخص کو ایک ہزار درہم دے پس اس کی رعایا میں سے ہر شخص یہ مطالبہ کرے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے لیے جو اس سے افضل ہو اسے بھی اس کی مثل ہزار درہم دے اور ہر ایک نے ایک ایک ہزار کا سوال کیا تو اسے تمام مانگنے والوں کی تعداد کے مطابق ہزاروں درہم حاصل ہوں گے۔

اس قول والوں نے خود اپنے اوپر سوال کیا' وہ یہ کہ تشبیہ اس مطلوبہ صلوٰۃ کی اصل کی نسبت سے ہے اور اس کے ہر فرد کا مطالبہ ہے تو یہ اعتراض ہے جس کی وضاحت یوں ہے:

وہ عطیہ جو فاضل کو دیا گیا' ضروری ہے کہ اس عطیہ سے افضل ہو جو مفضول کو دیا گیا پس جب اس کے لیے اس عطیہ کا سوال کیا جائے جو اس کے استحقاق سے کم درجہ کا ہے تو یہ بات اس کے منصب کے لائق نہیں۔

تو ان حضرات نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے جب امر تکرار کے لیے نہ ہو[1] جب امر تکرار کے لیے ہو تو امت سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ کے بعد صلوٰۃ کا سوال کریں اور ان میں سے ہر صلوٰۃ اس کی نظیر ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی پس آپ ﷺ کو اس قدر صلوٰۃ حاصل ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ کے مقابلے میں اس کی مقدار شمار سے باہر ہے۔ لیکن یہ بات بھی ضعیف ہے کیونکہ یہاں تشبیہ اس صلوٰۃ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' صلوٰۃ بھیجنے والے مسلمان کی صلاۃ میں نہیں اور اس دعا کا معنی یہ ہے:

یا اللہ! آپ کو اس کی مثل عطا فرما جو تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیا۔ پس آپ کے لیے اس صلوٰۃ کا سوال ہے جو ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ کے مساوی ہے اور جب اس سوال کا تکرار ہوگا تو اس کا یہی معنی ہوگا۔ پس ہر درود پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا

[1] احناف کے نزدیک امر تکرار کے لیے نہیں ہوتا بلکہ عبادات میں تکرار اسباب کے تکرار کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ہے کہ آپ پر وہ درود بھیجے جو آپ کے استحقاق سے کم ہے۔

تو یہ سوال اور اس کا حکم بار بار ہوتا ہے تو یہ بھی اسی اعتراض کی تقویت ہے۔

پھر بے شک تشبیہ محض درود شریف میں ہے اور تمہارا یہ جواب کہ اس میں تکرار ہے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ تکرار کی وجہ سے مشبہ بہ کی جانب مشبہ کی جانب سے زیادہ قوی نہیں ہو سکتی جس طرح تشبیہ کا تقاضا ہے۔ اگر تکرار یہ صورت پیدا کرتا تو عذر نفع بخش ہو سکتا تھا لیکن تکرار تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مشبہ کو فضیلت اور قوت حاصل ہوتی ہے تو کس طرح اس سے کم کے ساتھ اسے تشبیہ دی جائے گی۔ پس اس جواب کی کمزوری ظاہر ہو گی۔

ایک اور گروہ نے کہا کہ آل ابراہیم (علیہ السلام) میں انبیاء کرام بھی داخل ہیں کہ آل محمد (ﷺ) میں ان کی مثل لوگ نہیں ہیں۔

پس جب نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے لیے اس صلوٰۃ کی مثل صلوٰۃ کا سوال کیا جائے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کے لیے ہے اور اس آل میں انبیاء کرام بھی ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی آل کو ان کے لائق درود شریف ملے گا۔ کیونکہ وہ انبیاء کرام کے درجات کو پہنچ نہیں سکتے اور وہ زائد درود جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہے اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں' حضرت محمد ﷺ کے لیے ہوگا پس آپ کو اس طرح وہ فضیلت حاصل ہو گی جو آپ کے غیر کو حاصل نہیں۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ وہ صلوٰۃ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کو حاصل ہے اور اس آل میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں' حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر تقسیم ہو جائے گی۔

اور اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آل کو اس کی مثل صلوٰۃ کا حصول نہیں ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو حاصل ہوا اور ان میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں بلکہ ان کو ان کے لائق درود شریف حاصل ہوگا۔ پس حضور علیہ السلام کے لیے آپ کا حصہ اور اس سے زیادہ ہوگا جس کا استحقاق آپ کی آل کو نہیں بلکہ وہ آپ کے ساتھ خاص ہے پس اس کے مجموعہ سے آپ کو اس درود سے زیادہ عظیم اور افضل حاصل ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے۔

یہ قول گذشتہ اقوال سے زیادہ بہتر ہے۔

اس سے بھی بہتر بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل سے ہیں بلکہ ان کی آل میں سے سب سے بہتر ہیں جس طرح حضرت علی بن ابی طلحہ اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے اس ارشاد خداوندی کی تفسیر میں مروی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح (علیہما السلام) کو چن لیا اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل اور آل عمران کو (بھی) تمام جہان والوں پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل سے ہیں یہ تو اس بات پر واضح عبارت (نص) ہے۔

کیونکہ جب آپ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں وہ ان کی آل میں سے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بدرجہ اولیٰ ان میں داخل ہیں۔ پس ہمارا قول "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ" رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کو بھی شامل ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں شامل دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رسول اکرم ﷺ پر اور آپ کی آل پر خاص طور پر اس قدر درود شریف بھیجیں جو ہم نے آپ پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی (باقی) تمام آل پر بھیجا اور آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں اور آپ کی آل کو اس سے اس قدر حاصل ہوگا جو ان کے لائق ہیں اور باقی تمام آپ ﷺ کے لیے ہوگا۔

اور اس بات کی تقریر یہ ہے کہ درود پڑھنے والے نے آپ پر خصوصی طور پر درود شریف بھیجا اور آپ کے لیے وہ درود بھی طلب کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کے لیے ہے اور آپ اس آل میں داخل ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جو درود شریف ابراہیم علیہ السلام کی آل کو حاصل ہوگا اور حضور علیہ السلام بھی ان میں شامل ہیں وہ اس درود شریف سے زیادہ

کامل ہے جو صرف آپ کو ان کے علاوہ حاصل ہے۔ پس آپ کے لیے درود شریف سے جس عظیم امر کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اس سے افضل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے اس وقت تشبیہ کا فائدہ حاصل ہوگا اور یہ کہ یہ اصل درود شریف پر جاری (تشبیہ) ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کے لیے ان الفاظ کے ساتھ جس درود شریف کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ دیگر الفاظ کے ساتھ درود شریف سے افضل ہے۔ کیونکہ جب دعا سے مطلوب مشبہ بہ کی مثل ہو اور اس کے لیے اس سے زیادہ حصہ ہو تو آپ کے لیے مشبہ مطلوب میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے غیر کے لیے درود شریف سے بھی زیادہ ہوگا اور اس کے ساتھ وہ بھی ملے گا جو مشبہ بہ میں سے آپ کا حصہ ہے اور وہ دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

اس سے نبی اکرم ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی تمام آل پر شرف اور فضل ظاہر ہو گیا جو آپ کے لائق ہے اور ان میں انبیاء کرام بھی ہیں اور یہ درود اس فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور یہ اس فضیلت کے تابع ہے اور اسی فضل کا یہ تقاضا اور موجب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ پر اور آپ کی آل پر اور بہت زیادہ سلام ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ جزاء عطا فرمائے جو جزاء اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

فصل دوازدہم

اس حدیث شریف میں ایک عمدہ نکتہ

اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اکثر صحیح اور حسن احادیث بلکہ تمام احادیث میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کی آل کا ذکر واضح طور پر ہے لیکن مشبہ بہ اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل ہے اس میں صرف آل ابراہیم کا ذکر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے' یا صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے آپ کی آل کا ذکر نہیں ہے اور کوئی

صحیح حدیث ایسی نہیں جس میں لفظ ابراہیم اور آل ابراہیم دونوں کا ذکر ہو جس طرح لفظ محمد و آل محمد (ﷺ' رضی اللہ عنہم) تمام احادیث میں ہے۔

ہم اس سلسلے میں وارد احادیث کا ذکر کرتے ہیں پھر اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے راز کا ذکر کریں گے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث چار طریقوں سے آتی ہے۔

سب سے زیادہ مشہور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۰۳) مجھ سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں تحفہ نہ دوں؟ (پھر فرمایا:) رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: ہمیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں تو بتائیے کہ آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا یوں کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ اور ایک روایت میں "وَبَارِکْ" ہے عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث نمبر (۲)

اس حدیث کو امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے (اپنی مسند میں) نقل کیا۔ یہ مذکورہ بالا الفاظ ان تمام نے نقل کیے البتہ امام ترمذی نے یوں ذکر کیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ (صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا) اسی طرح برکت کے ذکر میں بھی ان کی آل کا ذکر نہیں کیا۔ ابوداؤد کی روایت بھی اسی طرح ہے۔

ایک روایت میں "کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ" ہے یعنی لفظ آل کا ذکر ہے۔ اور برکت کے ذکر میں "کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ" ہے یعنی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔

(۲۰۴) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ پر درود شریف کس طرح

بھیجیں تو آپ نے فرمایا یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو برکت عطا کی بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (٤)

یہ الفاظ مشہور ہیں۔

اس حدیث میں "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" دونوں جگہ لفظ آل کے بغیر ہے۔

(۲۰۵) اور صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو آپ پر سلام پڑھنا ہے آپ پر درود شریف کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ" (ترجمہ واضح ہے)۔ حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (٦)

(۲۰٦) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ پس ہم آپ پر درود شریف کس طرح بھیجیں؟ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم

نے تمنا کی کہ آپ سے سوال نہ کرتے۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (ترجمہ واضح ہے) اور فرمایا سلام اس طرح ہے جس طرح تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ حوالہ کے لیے حدیث (۱) ملاحظہ کیجئے

یہ حدیث دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے یعنی "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" ان دونوں میں بھی آل کا ذکر نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے۔

"كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ" پہلے حصے میں صرف حضرت ابراہیم کا اور دوسرے حصے میں صرف آپ کی آل کا ذکر ہے۔

احادیث مشہورہ میں یہی مشہور الفاظ ہیں۔ ان میں سے اکثر میں آل ابراہیم ہے جو دونوں جگہ یعنی صلوٰۃ اور برکت دونوں میں ہے اور بعض میں دونوں جگہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے جب کہ بعض میں لفظ ابراہیم پہلے حصے میں لفظ آل دوسرے حصے میں ہے اور بعض میں اس کے برعکس ہے (یعنی پہلے حصے میں آل کا اور دوسرے حصے میں صرف ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل دونوں کو امام بیہقی کی سنن میں مروی روایت میں جمع کیا گیا ہے جو یحییٰ بن سباق سے مروی ہے وہ بنو حارث کے ایک آدمی سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۰۷) انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں تشہد پڑھے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّآلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ترجمہ واضح ہے)۔ حوالہ کے لیے دیکھئے

حدیث (۳۰) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۲۰۸) اور امام دارقطنی نے اسے ابن اسحاق کی روایت سے نقل کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا' وہ حضرت محمد بن عبداللہ بن یزید بن عبد ربہ سے اور وہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یوں آیا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. سنن دارقطنی (ج۱ص۲۵۵) (امی کا معنی کسی سے نہ پڑھے ہوئے' باقی ترجمہ واضح ہے)۔

یہ سند حسن متصل ہے۔

(۲۰۹) سنن نسائی میں حضرت موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امام نسائی نے اس طرح نقل کیا اور مختصر بھی نقل کیا جس میں دونوں جگہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (۷)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک اور حدیث روایت کی جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اس میں ''اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ'' ہے۔ انہوں نے سنن (سنن ابن ماجہ) میں فرمایا کہ ہم سے حسین بن بیان نے بیان کیا' (وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مسعودی نے عون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا' وہ ابو فاختہ سے' وہ اسود بن یزید سے) اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۱۰) جب تم رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھو تو اچھی طرح پڑھو کیونکہ تم نہیں جانتے شاید کہ یہ آپ پر پیش کیا جائے' وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا: آپ ہمیں اس کی تعلیم دیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یا اللہ! اپنی صلوات' اپنی رحمت اور برکت تمام رسولوں کے سردار' متقی لوگوں کے امام' آخری نبی حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں' بھلائی کے امام اور بھلائی کے قائد ہیں اور رحمت والے رسول ہیں۔ یا اللہ! آپ کو وہ مقام محمود عطا فرما جس کی وجہ سے آپ پر پہلے اور پچھلے رشک کریں (آگے ترجمہ واضح ہے بارہا گزر چکا ہے)۔

یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضور علیہ السلام کا نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (۳۴)

صحاح اور سنن (کتب حدیث) میں عام احادیث میں لفظ آل یا لفظ ابراہیم پر اکتفاء کیا گیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ یا دونوں جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔

یا ایک حصے میں آل کا اور دوسرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کتاب کے شروع میں (حدیث نمبر ۱۳) گزر چکی ہے اور اسی طرح دیگر احادیث جن کا ذکر ہو چکا ہے' ان میں بھی اسی طرح ہے۔

تو جس حدیث میں دونوں جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے

کہ جس صلوٰۃ کی خبر دی گئی ہے اس میں اصل تو وہی ہیں اور اس سلسلے میں ان کی آل ان کے تابع ہے تو متبوع کا ذکر تابع پر دلالت کرتا ہے اور وہ اس میں شامل ہے لہٰذا اس (تابع یعنی آل) کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں اور جہاں صرف آل کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بھی اس آل میں داخل ہیں جس طرح اس بات کی تقریر گزر چکی ہے۔

پس آل ابراہیم کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے بے نیاز کر دے گا اور دونوں جگہ آل کا ذکر ہوگا۔

اور جہاں ایک (صلوٰۃ میں یا برکت) میں صرف ابراہیم علیہ السلام کا اور دوسرے میں آپ کی آل کا ذکر ہے تو یہ دونوں باتوں کو جمع کرتا ہے تو کبھی متبوع (حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر) ہوتا ہے کہ وہی اصل ہیں اور کبھی آپ کے تابعین کا ذکر کیا جس میں آپ خود بھی شامل ہیں۔

سوال: ایک سوال باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف میں آپ کی آل کا بھی ذکر ہے اور وہاں دونوں کو ملایا گیا ایک پر اکتفاء نہیں کیا اور عام احادیث میں اسی طرح ہے جب کہ عام احادیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل میں سے ایک پر اکتفاء ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف طلب اور دعا کے مقام پر ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف خبر اور واقعہ کے ذکر کے طور پر ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول مبارک ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ'' جملہ طلبیہ ہے اور آپ کا قول ''کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ'' جملہ خبریہ ہے اور جملہ طلبیہ جب دعا اور سوال کے مقام پر واقع ہو تو اس میں اختصار کی بجائے تفصیل اور طوالت زیادہ مناسب ہوتی ہیں اسی لیے اس کا تکرار اور نئے سرے سے شروع کرنا اور دوبارہ لانا جائز ہے کیونکہ یہ دعا ہے اور اللہ تعالیٰ دعا میں تکرار کو پسند فرماتا ہے۔

دعا میں طوالت

یہی وجہ ہے کہ تم نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں میں الفاظ کی فراوانی اور ہر معنیٰ کو صریح الفاظ کے ساتھ پاؤ گے۔ ایک لفظ کی دوسرے پر دلالت پر اکتفاء نہیں پاؤ گے جس کی

دلیل اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

(۲۱۱) وہ دعا اس طرح ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ.

یا اللہ! میرے پہلے اور پچھلے پوشیدہ اور ظاہر اور ان گناہوں کو بخش دے جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے لے جانے والا اور تو ہی پیچھے رکھنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

صحیح مسلم (۷۷۱) جامع ترمذی (۳۴۲۱_۳۴۲۳) ابن حبان (۱۹۶۶) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۳۲) بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر کہا جاتا ''میں نے جو عمل کیا اسے بخش دے'' تو اس میں اختصار ہوتا لیکن دعا 'گڑگڑانے' بندگی اور محتاجی کے اظہار اور جن گناہوں سے بندہ توبہ کرتا ہے ان کی مختلف انواع سے متعلق الفاظ کو تفصیل کے ساتھ لانا زیادہ اچھا ہے اور اختصار کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

(۲۱۲) اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے دوسری حدیث میں یوں دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ.

یا اللہ! میرے تمام گناہ بخش دے ان میں چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر پہلے اور آخر۔

صحیح مسلم (۴۸۳) سنن ابوداؤد (۸۷۸) ابن حبان (۱۹۳۱) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

(۲۱۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ.

یا اللہ! میری خطا 'لاعلمی' اور بُرے کاموں میں حد سے تجاوز کو بخش دے اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' یا اللہ! میری سنجیدہ اور غیر سنجیدہ خطاء اور جان بوجھ کر کیے گئے تمام (گناہ) بخش دے اور وہ تمام کام جو میری طرف سے

سرزد ہوئے۔

صحیح بخاری (۶۳۹۹) صحیح مسلم (۲۷۱۹) ابن حبان (۹۵۴_۹۵۷) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۴۱۷) بروایت حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ۔

احادیث میں مروی دعاؤں میں یہ طریقہ کثرت سے پایا جاتا ہے کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کے ہاں محتاجی کا اظہار ہے نیز اس کے سامنے عاجزی کرنا ہے تو بندہ جب بھی اس میں کثرت اختیار کرے اسے لمبا کرے اور بار بار کرے اس کے لیے مختلف جملے استعمال کرے تو یہ اس کی بندگی اور فقر' عاجزی اور حاجت کا زیادہ اظہار ہوگا' اسے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب کرے گا اور اس کے ثواب کو بڑھائے گا اور یہ بات مخلوق کے لیے نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ جب تم سوال کثرت سے کرو گے اور اس کے سامنے بار بار حاجت بیان کرو گے تو یہ بات اس پر گراں ہوگی اور بوجھ بنے گی اور اس کے نزدیک تمہاری عزت نہیں ہوگی اور جب تم اس سے مانگنا چھوڑ دو گے تو اس کے نزدیک تم عظیم ترین اور بہت زیادہ محبوب ہو گے لیکن اللہ تعالیٰ سے جب بھی سوال کرو گے اس سے زیادہ قریب' اس کے ہاں محبوب ترین ہو گے اور جب بھی تم اس کے سامنے دعا میں زاری کرو گے وہ تم سے محبت کرے گا اور جو اس سے سوال نہیں کرتا وہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

فاللہ یغضب ان ترکت سوالہ وبنی ادم حین یسال یغضب

''اگر تم اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرو تو وہ ناراض ہوتا ہے اور انسانوں سے جب سوال کیا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں''۔

پس زیادہ طلب سے مطلوب میں اضافہ ہوتا ہے اور سوال میں کمی سے مطلوب کم ملتا ہے۔

جہاں تک خبر کا تعلق ہے تو وہ کسی واقع ہونے والے معاملے کی خبر ہوتی ہے' اس میں زیادتی اور کمی کا احتمال نہیں ہوتا پس اس میں الفاظ کی زیادتی کا کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوتا۔

خصوصاً جب کہ یہ (خبر) مخاطب کو سمجھانے یا وضاحت کے لیے نہیں کہ زیادہ تفصیل اچھی ہو۔ پس (خبر میں) اختصار زیادہ کمال اور حسن کا باعث ہے۔ اسی لیے یہاں کبھی لفظ ''ابراہیم'' آیا اور کبھی لفظ ''آل'' آیا کیونکہ دونوں لفظ ایک دوسرے پر دلالت کرتے ہیں جس طرح ہم نے ذکر کیا گویا دونوں لفظوں سے ایک ہی مراد ہے اور پھر اختصار بھی ہے۔

لیکن طلب میں یوں کہا جائے ''صل علی محمد'' تو اس میں آل پر صلوٰۃ کی دلالت نہیں ہے کیونکہ یہ طلب اور دعا ہے جو اس لفظ سے پیدا ہو رہی ہے یہ کسی واقع ہونے والے معاملے کی خبر نہیں ہے۔

اور اگر کہا جاتا ''صل علی آل محمد'' تو نبی اکرم ﷺ پر عمومی درود شریف ہوتا پس ''علی محمد وعلی آل محمد'' کہا گیا تو درود شریف آپ کے لیے خاص طور پر اور آل میں داخل ہونے کی وجہ سے دونوں طرح ہوا۔

اور یہاں اس قسم کی صورت میں دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ کہا جائے کہ آپ آل میں داخل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا ذکر الگ بھی ہے پس آپ کا ذکر دو مرتبہ ہوا' ایک مرتبہ خصوصیت کے ساتھ اور دوسری مرتبہ عام لفظ کے ساتھ' اس اعتبار سے آپ پر دو مرتبہ درود شریف پڑھا جائے گا' ایک مرتبہ خاص طور پر اور دوسری بار عمومیت کے ساتھ۔

یہ صورت ان لوگوں کے ضابطے کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ جب خاص کے بعد عام لفظ ذکر کیا جائے تو وہ اس خاص کو بھی شامل ہوتا ہے اور اس خاص کا ذکر دو مرتبہ ہوتا ہے ایک مرتبہ خاص طور پر اور دوسری مرتبہ لفظ عام میں داخل ہونے کے ذریعے۔ اسی طرح جب عام کے بعد خاص کا ذکر کیا جائے تو یہی صورت ہوتی ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ. (البقرہ:۹۸)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل (علیہم السلام) کا دشمن ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ. (الاحزاب:۷)

اور (یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے ان کا پکا وعدہ لیا اور آپ سے اور حضرت نوح (علیہ السلام) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے (وعدہ لیا)۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ خاص کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لفظ عام میں

داخل نہیں ہے۔ پس اس کا خصوصی طور پر ذکر کرنا اسے عام میں داخل ہونے سے بے نیاز کر دیتا ہے تو اس طریقے میں کئی فوائد ہیں۔

۱- جب رسول اکرم ﷺ عام نوع سے زیادہ شرف والے ہیں تو آپ کے لیے الگ لفظ ذکر کیا جو آپ کی خصوصیت پر دلالت کرتا ہے گویا آپ (اس سلسلے میں) اپنی نوع سے الگ ہیں اور ان سے ممتاز ہیں اور آپ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جو اس امتیاز کو واجب کرتا ہے۔ پس یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ کو خصوصیت حاصل ہے اور آپ اس نوع سے ممتاز ہیں جو لفظ عام میں داخل ہے۔

۲- اس میں اس بات پر تنبیہ ہوگی کہ آپ پر درود شریف اصل ہے اور آپ کی آل پر درود شریف آپ کے تابع ہے اور ان کو یہ اعزاز آپ کے تابع ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

۳- آپ کا الگ ذکر کرنا آپ کو تخصیص کے وہم سے دور کرتا ہے (یعنی یہ محض واہم نہیں) اور یہ بات جائز نہیں کہ آپ لفظ عام سے مخصوص ہیں بلکہ قطعی طور پر آپ ہی مراد ہیں۔

فصل سیزدہم

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

برکت کا ذکر کیا گیا اور اس کی حقیقت لزوم اور استقرار ہے۔ اسی سے ہے "بَـرَکَ البعیر" جب اونٹ زمین پر قرار پکڑے تو یہ جملہ کہا جاتا ہے اور قرار پکڑنے کی جگہ کو "المبرک" کہا جاتا ہے۔

صاحب الصحاح نے کہا کہ جو چیز ثابت اور قائم ہو جائے اس کے لیے "برک" کا لفظ استعمال ہوتا ہے "البَرْک" زیادہ اونٹوں کو کہتے ہیں "البِرْکة" باء کے نیچے کسرہ کے ساتھ حوض کی طرح ہے۔ اس کی جمع "البِـرَک" آتی ہے یہ بات جوہری نے ذکر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے حوض کو "البِـرکـة" اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے اور

"البرکاء" لڑائی میں ثابت قدمی اور کوشش کو کہتے ہیں۔ شاعر نے کہا:

ولا ینجی من الغمرات الا براکاء القتال او الفرار

"سختیوں سے نجات یا تو لڑائی میں ثابت قدمی (اور کوشش) سے حاصل ہوتی ہے یا بھاگنے کی وجہ سے"۔

البرکة: بڑھنا اور اضافہ۔ التبریک: برکت کی دعا، اور کہا جاتا ہے:

بارکه الله وبارک فیه.
اللہ تعالیٰ اسے اس میں برکت دے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَھَا. (النمل:۸)
کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے (یعنی موسیٰ) اور جو اس کے آس پاس ہیں (یعنی فرشتے)۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَبٰرَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ. (الصافات:۱۱۳)
اور ہم نے ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو اور حضرت اسحاق (علیہ السلام) کو برکت عطا کی۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وبرکنا فیها. (الانبیاء:۷۱)
اور ہم نے اس میں برکت رکھی۔

اور حدیث شریف میں ہے۔

(۲۱٤) وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ.
(یا اللہ!) تو مجھے جو کچھ عطا فرمائے اس میں برکت ڈال دے۔

سنن ابوداود (۱٤۲۵) جامع ترمذی (٤٦٤) سنن نسائی (ج ۳ ص ۲٤۸) سنن ابن ماجہ (۱۱۷۸) ابن حبان (۹٤۵) مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۷۲) ابن جارود (۲۷۲) مسند احمد (ج ۱ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰) بروایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

(۲۱۵) بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ.
اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے گھر والوں اور مال میں برکت عطا فرمائے۔

صحیح بخاری (۵۰۷۲) مسند احمد (ج ۳ ص ۱۹۰۔۲۷۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت۔

اور مبارک وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ. (مریم: ۳۱)

اور اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے برکت والا بنایا میں جہاں بھی ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ. (الانبیاء: ۵۰)

یہ مبارک ذکر ہے جو ہم نے نازل کیا (یعنی برکت والا ہے)۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ. (ص: ۲۹)

یہ کتاب جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا' برکت والی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کو زیادہ حق حاصل ہے کہ آپ کا نام مبارک رکھا جائے کیونکہ آپ کی طرف سے ملنے والی بھلائی اور منافع بہت زیادہ ہیں۔ اسی طرح آپ میں برکت کی صورتیں بھی زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں "تبارک" (برکت والا ہے) کہا جاتا ہے لیکن اس کے لیے مبارک کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔

پھر ایک گروہ جن میں جوہری بھی شامل ہے' نے کہا کہ "تبارک" "بارک" کے معنی میں ہے جیسے "قاتل" اور "تقاتل" ہے۔ انہوں نے کہا: فرق یہ ہے کہ فاعل (باب مفاعلہ) متعدی ہے اور تفاعل (باب تفاعل) متعدی نہیں ہے اور یہ بات محققین کے نزدیک غلط ہے کیونکہ تبارک (تفاعل) برکت سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ثناء ہے اور یہ ایسا وصف ہے جو اسی کی طرف لوٹتا ہے جس طرح "تعالیٰ" کا لفظ ہے کیونکہ یہ (تعالیٰ) علو (بلندی) سے بنا ہے۔ اسی لیے ان دونوں لفظوں کو ملا کر "تبارک وتعالیٰ" کہتے ہیں اور دعائے قنوت میں ہے "تبارکت وتعالیت" اور اللہ تعالیٰ اس کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے اور سب سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ تمام بھلائی اس کے قبضے میں اور ہر بھلائی اسی کی طرف سے ہے۔ اس کی تمام صفات' صفات کمال ہیں' اس کے تمام افعال حکمت' رحمت' مصلحت اور خیر ہیں جن میں کوئی شر نہیں۔

(۲۱۶) جس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

والشر لیس الیک.

شر تیری طرف منسوب نہیں ہے۔

صحیح مسلم (۷۷۱) سنن ابو داؤد (۷۶۰) جامع ترمذی (۲۶۶۔۳۴۲۲) سنن نسائی (ج ۲ ص ۱۲۹۔۱۳۰) ابن حبان (۱۷۷۳) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۳۲) مسند احمد (ج ۱ ص ۹۴۔۱۰۳) بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

شر اس کی مخلوق میں ہے اس کے فعل میں نہیں جب بندہ وغیرہ اپنی خیر' نفع اور اسباب خیر کے مل جانے کی وجہ سے یا اس سے نفع بخش کام صادر ہونے کی وجہ سے مبارک ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا برکت والا ہونا اس سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ یہ ایسی تعریف ہے جو عظمت' رفعت اور وسعت کی خبر دیتی ہے جس طرح کہا جاتا ہے تعاظم وتعالیٰ وغیرہ۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت' اور اس کی طرف سے خیر کی کثرت اور دوام کی دلیل ہے نیز یہ کہ اس میں صفات کمال جمع ہیں اور یہ کہ دنیا میں جو نفع ہوا یا ہو گا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نفع عطا کرنے اور احسان کرنے سے ہے۔

اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حق میں عظمت' جلال اور شان کی بلندی پر دلالت کرتا ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ کے جلال' عظمت اور کبریائی کا ذکر کرتے ہوئے ان صفات کے شروع میں لایا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ. (الاعراف: ۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے' پھر عرش پر استواء فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)' رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا' سب اس کے حکم کے تحت ہیں سن لو! اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا تمام جہانوں کا رب بڑی برکت والا ہے۔

نیز فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا.

وہ ذات برکت والی ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا تاکہ وہ

تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔ (الفرقان:۱)

اور ارشادِ خداوندی ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ جَعَلَ فِیۡہَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیۡرًا۔ (الفرقان:٦١)

وہ ذات برکت والی ہے جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے اور اس میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتَبٰرَکَ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَعِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ۔ (الزخرف:۸۵)

اور وہ ذات برکت والی ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بادشاہ ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (الملک:۱)

وہ ذات برکت والی ہے جس کے قبضے میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو سات مراحل میں پیدا کرنے کے بعد فرمایا:

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ۔ (المؤمنون:١٤)

پس اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جن مقامات پر اپنے جلال وعظمت اور ان افعال کا ذکر کیا جو اس کے رب اور معبود ہونے پر اس کی حکمت اور اس کی تمام صفاتِ کمال پر دلالت کرتے ہیں جس طرح قرآن مجید اتارنا، تمام جہانوں کو پیدا کرنا، آسمانوں میں بُرج، سورج اور چاند پیدا کرنا، بادشاہی میں منفرد ہونا اور کمال قدرت وغیرہ (کا ذکر کیا) تو اپنی برکت کا ذکر بھی فرمایا۔

اسی لیے حضرت ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ "تبارک" "تعالیٰ" کے معنی میں ہے۔

اور ابوالعباس نے کہا: تبارک، ارتفع (بلند ہوا) کے معنی میں ہے اور مبارک وہ ہے جو بلند ہے۔

ابن الانباری نے کہا "تبارک" "تقدس" کے معنی میں ہے (پاک ہونا)۔ حضرت حسن فرماتے ہیں: تبارک کا معنی یہ ہے کہ برکت اس کی طرف سے آتی ہے۔

ضحاک نے کہا: تبارک بمعنی تعاظم (عظمت والا ہونا) ہے۔ خلیل بن احمد نے کہا "تمجد" (بزرگی والا ہوا) کے معنی میں ہے۔ حسین بن فضل نے کہا کہ وہ اپنی ذات میں بابرکت ہے اور اپنی مخلوق سے جسے چاہے برکت عطا کرتا ہے۔

یہ سب سے اچھا قول ہے پس "تبارک" اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور اس کے فعل کی صفت ہے جیسا کہ حسین بن فضل نے کہا ہے۔

اس معنی پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ تبارک کی اسناد اپنے نام کی طرف کی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ۔ (الرحمٰن:۷۸)

تیرے رب کا نام برکت والا ہے، وہ جلال اور عزت والا ہے۔

(۲۱۷) آغاز نماز کے سلسلے میں حدیث میں ہے:

تبارک اسمک و تعالیٰ جدک۔

تیرا نام برکت والا اور تیری شان بلند ہے۔

سنن ابوداؤد (۷۷٦) جامع ترمذی (۲۴۳) سنن ابن ماجہ (۸۰٦) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ لفظ تبارک "بارک" کے معنی میں نہیں جس طرح جوہری نے کہا اور اللہ تعالیٰ کا برکت والا ہونا اس لفظ کے معنی کا جزء ہے اس کا پورا معنی نہیں ہے۔

ابن عطیہ نے کہا: اس (تبارک) کا معنی "عظم" (عظمت والا ہوا) ہے اور "کثرت برکاتہ" (اس کی برکتیں زیادہ ہوگئیں) ہے۔ اور اس لفظ سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف ہوتی ہے اور لغت عرب میں اس لفظ کی گردان نہیں ہوتی یعنی اس سے مضارع اور امر نہیں آتا۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ جب لفظ تبارک غیر اللہ کی صفت کے طور پر لایا جائے تو مستقبل کا تقاضا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل میں تبارک کی صفت سے موصوف تھا۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ابوعلی القالی نے غلطی کی جب ان سے کہا گیا کہ "تبارک" کا مستقبل (مضارع) کیا ہوگا تو انہوں نے "یتبارک" بتایا پس ان کو بتایا گیا کہ اہل عرب نے

اس کا مضارع استعمال نہیں کیا۔

ابن قتیبہ نے کہا "تبارک اسمک" البرکۃ سے باب تفاعل ہے جیسے کہا جاتا ہے "تعالی اسمک" اور یہ علو سے بنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے نام میں ہی برکت ہے اور اس میں جس کو اس لفظ سے موسوم کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض اہل لغت نے ایک شعر کہا ہے جس کا آخری حصہ مجھے یاد ہے:

الی الجذع جذع النخلة المتبارک

"کھجور کے تنے کی طرف جو برکت والا ہے"۔

تو ان کا یہ قول کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے نام میں برکت ہے اور اس میں جس کا یہ نام رکھا جائے' یہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ اس کی صفت۔ ہے جو برکت والا ہے کیونکہ اسم کی برکت مسمّٰی کی برکت کے تابع ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا قول: فسبح باسم ربک العظیم. (الحاقہ: ۵۲) اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے حکم پر بدرجہ اولیٰ دلالت کرتی ہے کیونکہ اسم کا (نقائص سے) پاک ہونا مسمّٰی کی پاکیزگی کے توابع سے ہے۔

زمخشری نے کہا کہ اس میں دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی بھلائی زیادہ اور کثیر ہے یا ہر چیز سے زیادہ ہے اور وہ اپنی صفات اور افعال میں ہر چیز سے بلند ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ یہ دونوں معانی ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے جس طرح حسین بن فضل وغیرہ نے کہا ہے۔

اور نضر بن شمیل نے کہا کہ میں نے خلیل بن احمد سے لفظ "تبارک" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کا معنی "تمجد" (بزرگی والا) ہے اور اس کی ذات میں بزرگی اور مخلوق پر برکت کا افاضہ دونوں معنی جمع ہیں کیونکہ مجد (بزرگی) کی حقیقت یہی ہے اور وہ وسعت ہے۔ اسی سے ہے "مجد الشیء" یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز میں وسعت پیدا ہو اور عرش کو مجید بھی اس کی وسعت کی وجہ سے کہتے ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: ممکن ہے کہ اسے "البروک" سے مشتق کیا جائے پس تبارک کا معنی ازلی اور ابدی طور پر ثابت اور دائمی ہوگا اور اس سے اس کا واجب الوجود ہونا لازم ہوگا کیونکہ جس کا وجود غیر کی وجہ سے ہو وہ ازلی نہیں ہوگا۔

اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ معنی کی جزء ہے پس اس ذات سبحانہ کے لیے صفت تبارک ان تمام باتوں کو جمع کرتی ہے یعنی اس کے وجود کا دوام اس کی خیر کی کثرت اس کی بزرگی اور بلندی' اس کی عظمت و تقدس اور تمام بھلائیوں کا اس کی طرف سے ملنا مخلوق میں سے جس کو چاہے اس کو برکت عطا کرنا۔

قرآن مجید کے الفاظ سے ان تمام معانی پر دلالت معروف ہے اور یہ لفظ کبھی ایک معنی کی تعبیر کرتا ہے اور کبھی دوسرے کی۔ اور اس لفظ میں یہ تمام معانی شامل ہیں اور ہم نے یہ بات دوسرے مقامات پر ذکر کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے قول "وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ" پر کلام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دعا اس بات کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ تمام خیر عطا فرمائے جو آل ابراہیم کو عطا کی اور اسے دوام و ثبوت بھی عطا فرمائے اور اس میں اضافہ بھی فرمائے یہ برکت کی حقیقت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ وَبٰرَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰی اِسْحٰقَ. (الصافات: ۱۱۲۔۱۱۳)

اور ہم نے ان کو (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) حضرت اسحاق (علیہ السلام) کی خوشخبری دی اور ہم نے ان کو اور حضرت اسحاق (علیہ السلام) کو برکت عطا کی۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کے بارے میں فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (ھود: ۷۳)

اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہو بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف والا بزرگی والا ہے۔

تو غور کیجئے! قرآن مجید میں کس طرح حضرت اسحاق علیہ السلام پر برکت کا ذکر آیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر نہیں فرمایا۔

اور تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر برکت کا ذکر آیا ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا جس طرح یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

منقول ہے "سمعتک هانا بارکته" پس تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے برکت کا ذکر آیا اور یہ اس خیر و برکت کی خبر ہے جو آپ کے بیٹوں کو حاصل ہوئی خصوصا سب سے آخری' سب سے عظیم اور سب سے بڑی برکت نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے۔ پس ان کو اس بات سے آگاہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں میں یہ عظیم برکت نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے پوری ہوگی۔

اور ہمارے لیے قرآن مجید میں حضرت اسحاق علیہ السلام پر برکت کا ذکر فرمایا۔ یہ اس برکت سے خبردار کرتا ہے جو ان (اسحاق علیہ السلام) کی اولاد کو حاصل ہوئی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت۔ اور ان کو جو کتاب اور علم دیا گیا جس کے ذریعے وہ ایمان اور تصدیق کی دعوت دیتے ہیں نیز یہ کہ وہ اس مبارک گھر اور ان میں سے اہل نبوت کے حقوق (کی ادائیگی) میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

سوال: یہ تو بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں' ہمارا ان سے کیا تعلق ہے؟

جواب: ان کا احترام' تعظیم' ان پر ایمان لانا' ان سے محبت کرنا اور ان کی تعریف کرنا ہم پر لازم و واجب ہے' ان سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور رحمتیں ہوں۔

فصل چہاردہم

خاندانِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خصائص

اور جب یہ مبارک اور پاکیزہ گھر تمام دنیا والوں کے گھروں سے مطلقاً زیادہ شرف والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ خصوصیات و خصائص سے نوازا ہے۔

خصوصیات

۱- اس خاندان میں نبوت اور کتاب رکھی پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں وہ سب آپ کے اہل بیت سے تھے۔

۲- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو ائمہ بنایا' وہ قیامت تک اس کے حکم سے ہدایت دیتے رہیں گے۔ پس ان کے بعد اللہ تعالیٰ کا جو دوست بھی جنت میں جائے گا وہ ان کے طریقے

اور ان کی دعوت سے جائے گا۔

۳- اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں سے دو خلیل بنائے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے رسول اکرم ﷺ۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (النساء: ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا۔

(۲۱۸) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الله اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا.

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا۔

صحیح مسلم (۵۳۲) ابن حبان (۶۴۲۵) دلائل النبوۃ للبیہقی (ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۷) بروایت حضرت جندب رضی اللہ عنہ۔

اور یہ اس گھر کے خواص میں سے ہے۔

۴- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس گھر والے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو تمام جہانوں کے لیے امام بنایا۔ جس طرح ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (البقرہ: ۱۲۴)

اور (یاد کرو) جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو وہ ان میں پورے اترے' فرمایا: بے شک میں تمہیں لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔

۵- اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے اپنے اس گھر کی تعمیر کروائی جسے لوگوں کے قیام کا باعث' ان کا قبلہ' اور حج کا مرکز بنایا پس اس مکان کا ظہور اس گھر والے معززین کے ذریعے ہوا۔

۶- اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس گھر والوں پر اس طرح درود شریف بھیجیں جس طرح ان کے اسلاف یعنی حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل کی اور یہ ان لوگوں کی خصوصیت ہے۔

۷- اس گھرانے سے ان دو عظیم امتوں کو پیدا کیا جو دوسرے خاندانوں سے پیدا نہیں

ہوئے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت اور حضرت محمد ﷺ کی امت ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کی امت (امت محمدیہ) ستر امتوں کی تکمیل ہے اور یہ امت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب سے بہتر اور معزز و محترم ہیں۔[1]

۸- اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سچی زبان اور اچھی تعریف کائنات میں باقی رکھی پس ان لوگوں کا ذکر اچھی تعریف اور ان پر رحمت اور سلام کے ذریعے ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ O سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ O كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ O (الصافات:۱۰۸-۱۱۰)	اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی 'سلام ہو ابراہیم پر' ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

۹- اس گھرانے والوں کو لوگوں کے درمیان فرق کا ذریعہ بنایا۔ پس خوش بخت لوگ وہ ہیں جو ان کی اتباع کرنے والے اور ان کے محبوب ہیں نیز جو ان سے دوستی رکھتے ہوں اور وہ لوگ بد بخت ہیں جو ان سے بغض رکھتے ہیں' ان سے اعراض کرتے اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ پس جنت ان کے لیے اور ان کی اتباع کرنے والوں کے لیے اور جہنم ان کے دشمنوں اور مخالفین کے لیے ہے۔

۱۰- اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اپنے ذکر سے ملا کر کیا پس کہا جاتا ہے "ابراهیم خلیل الله ورسوله ونبیه"۔ "محمد رسول الله وخلیله ونبیه"۔ "موسی کلیم الله ورسوله" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان پر اپنی نعمت یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ. (الم نشرح:٤)	اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

[1] اس میں جامع ترمذی کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے حضرت بہز بن حکیم نے اپنے والد کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے "کنتم خیر امة اخرجت للناس" کی تفسیر میں فرمایا "انکم تتمون سبعین امة انتم خیرها واکرمها علی الله" "بے شک تم ستر امتوں کو پورا کرنے والے ہو تم ان میں سے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مکرم ہو۔ جامع ترمذی (۳۰۰٤) مسند احمد (ج ۵ ص ۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اذا ذکرت ذکرت معی.	جب میرا ذکر ہوگا تو آپ کا ذکر بھی ہوگا۔

پس لا اله الا الله محمد رسول الله کہا جاتا ہے تو کلمۂ اسلام میں' اذان میں' خطبوں میں اور تشہدات وغیرہ میں (اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ہے)۔

۱۱- اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دنیا اور آخرت کی بدبختی سے اس گھر والوں کے ذریعے نجات دی۔ پس ان کے لیے لوگوں پر اس قدر احسانات ہیں جن کا شمار اور بدلہ ممکن نہیں اور پہلوں اور پچھلوں میں سے اہل سعادت کی گردنوں پر ان کے بڑے بڑے احسانات ہیں جن کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا فرمائے گا۔

۱۲- ہر ضرر' نفع' عمل صالح اور اللہ تعالیٰ کی عبادت جو دنیا میں ہو رہی ہے' ان عمل کرنے والوں کے اجروں کے برابر ان کے لیے بھی اجر ہے' پس وہ ذات پاک ہے جو اپنے فضل کے ساتھ جسے چاہے خاص کر دے۔

۱۳- اللہ تعالیٰ نے اپنے اور تمام جہان والوں کے درمیان راستوں کو بند کر دیا اور یہ راستے کسی کے لیے ان کے راستے اور دروازے کے ذریعے ہی کھلتے ہیں۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا:

وعزتی وجلالی لو اتونی من کل طریق او استفتحوا من کل باب لما فتحت لهم حتی یدخلوا خلفک.	مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے اگر یہ لوگ تمام راستوں سے میرے پاس آئیں اور ہر دروازہ کھلوانا چاہیں تو میں ان کے لیے نہیں کھولوں گا حتی کہ وہ آپ کے پیچھے داخل ہوں۔

۱٤- اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس علم کے ساتھ خاص کیا جس کے ساتھ ان کے علاوہ عالمین میں سے کسی کو خاص نہیں کیا۔ پس دنیا میں کوئی ایسا گھرانہ نہیں جو اللہ تعالیٰ' اس کے اسماء' اس کی صفات' اس کے احکام' اس کے افعال' اس کے ثواب' اس کے عذاب' اس کی شریعت' اس کی رضا' غضب' ملائکہ اور مخلوقات کے بارے میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ پس وہ ذات پاک ہے جس نے ان کے لیے پہلوں اور پچھلوں کا علم جمع

فرمایا۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید' اپنی محبت اور قرب کے لیے ان کو اس طرح خاص کیا جس طرح کسی دوسرے کو خاص نہیں کیا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کو ٹھکانہ دیا اور ان کو اس میں خلیفہ بنایا اور ان کے لیے زمین کو اس طرح مطیع کیا جو اعزاز دوسروں کو حاصل نہیں۔

۱۷۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید فرمائی اور ان (نبی ﷺ) کے اور اہل بیت کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی ایسی مدد کی جو کسی اور کی نہیں کی۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے گمراہی اور شرک کے آثار کو مٹا دیا اور ایسے آثار جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہوں۔ دوسروں کے ذریعے اس طرح نہیں مٹا دیا۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عالمین کے دلوں میں ان کی محبت' بزرگی اور عظمت کا پودا لگایا وہ کسی دوسرے کے لیے نہیں لگایا۔

۲۰۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کے آثار کو عالم کے باقی رہنے اور اس کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ پس جب تک ان کے آثار باقی رہیں گے یہ جہاں باقی رہے گا اور جب ان کے آثار مٹ جائیں گے وہ اس جہاں کی بربادی کا وقت ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ. (المائدہ:۹۷)	اللہ نے عزت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اگر تمام لوگ حج کرنا چھوڑ دیں تو آسمان' زمین پر گر جائے۔

اور فرماتے ہیں: اگر تمام لوگ حج کرنا ترک کر دیں تو ان کی طرف نظر رحمت نہیں کی جائے گی۔

اور رسول اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں بیت اللہ شریف کو زمین سے اٹھالے گا' اپنے کلام کو مصاحف (جلدوں) سے اور لوگوں کے سینوں سے نکال لے گا اور اس وقت زمین میں کوئی گھر نہیں ہوگا جس کا حج کیا جائے اور کوئی کلام نہیں ہوگا

جس کی تلاوت کی جائے' اس وقت یہ جہاں تباہ ہو جائے گا۔

اور یہی بات ہے کہ آج لوگوں کا قیام ان کے نبی کے آثار اور آپ کی شریعت کی وجہ سے' اسی طرح ان کے امور کا قیام اور حاجات کا حصول بھی اسی وجہ سے ہے۔ مختلف بلاؤں اور شرک کا زور ہونا بھی ان آثار کے ان کے درمیان ظاہر ہونے اور قائم ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور ان کی ہلاکت' تکلیف' مصیبت اور شر کے نزول کا باعث ان آثار کے تعطل اور ان سے اعراض اور ان کے غیر کو اپنانا ہے اور جو شخص اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں اور بندوں پر دشمنوں کو مسلط کیا تو کس کی وجہ سے' اسے یوں معلوم ہوگی کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کے دین' سنتوں اور احکام شریعت کو معطل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان لوگوں کو مسلط کیا جنہوں نے ان کو ہلاک کیا اور ان سے بدلہ دیا حتیٰ کہ وہ شہر جن میں رسول اکرم ﷺ کے آثار اور سنتوں اور شریعت کی پاسداری تھی اور ظہور تھا تو اس وجہ سے ان سے دشمن کے شر کو دور کر دیا۔

تو یہ خصائص اور ان سے کئی گنا زیادہ خصائص ان اہل بیت پر اللہ کی رحمت اور برکات کے آثار ہیں۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے اور آپ کی آل کے لیے برکت کی دعا کریں جس طرح اس نے اس عظیم گھرانے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہل بیت) کو رحمت و برکت عطا فرمائی۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو۔

۲۱۔ اس گھرانے کی برکات میں سے یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو ان کے غیر کو عطا نہیں کیں۔ ان ہی میں وہ شخصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا' ان میں ذبیح (حضرت اسماعیل علیہ السلام) ہیں اور ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور اس کلام کے لیے ان کو قرب عطا کیا' اسی خاندان میں وہ شخصیت (حضرت یوسف علیہ السلام) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حسن کا نصف عطا فرمایا اور ان کو زیادہ عزت والے لوگوں میں کر دیا' ان میں وہ شخصیت بھی ہیں جن کو ایسی بادشاہی عطا کی جو کسی دوسرے کو عطا نہیں کی (حضرت سلیمان علیہ

السلام مراد ہیں) اور ان میں وہ بھی ہیں جن کو بلند مقام پر رفعت عطا کی (حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں) اور جب اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے اور ان کی اولاد کا ذکر کیا تو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی (اپنے اپنے زمانے کے لوگوں پر)۔

۲۲- ان کے خصائص اور اہل زمین پر ان کی برکات میں سے یہ بات بھی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے وجود اور ان کی نبوت کی وجہ سے زمین والوں سے عذاب کو دور کیا اور ان سے پہلے انبیاء کرام کی امتوں میں اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب انہوں نے اپنے انبیاء و رسل کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عمومی عذاب کے ساتھ ہلاک کیا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ھود علیہ السلام کی قوم اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے کیا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل اور قرآن نازل کیا تو ان کتب کے ذریعے اہل زمین سے عام عذاب کو اٹھا دیا اور جھٹلانے اور مخالفت کرنے والوں سے جہاد کا حکم دیا۔ پس اس سے ان کے لیے ظاہر میں مدد حاصل ہوئی، سینوں کو شفاء ملی ان میں سے بعض کو شہادت کا درجہ عطا ہوا اور ان کے ہاتھوں سے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا تا کہ ان کو اپنے ہاتھوں (کے عمل) کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو۔

ان بعض فضائل و خصائل کی وجہ سے اس عظیم گھرانے کو یہ حق حاصل ہوا کہ زبانیں ان پر درود بھیجے اور ان کی ثناء و تعظیم میں ہمیشہ تر رہیں اور (لوگوں کے دل) ان کی تعظیم، محبت اور اظہار بزرگی کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں اور ان پر درود بھیجنے والا یہ بات جان لے کہ اگر وہ ان پر درود شریف بھیجنے میں اپنے تمام سانس بھی خرچ کر دے تو ان کا تھوڑا سا حق بھی ادا نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مخلوق کی طرف سے نہایت اچھی جزاء عطا کرے اور بلند و بالا فرشتوں میں ان کی تعظیم، شرف اور کرامت میں اضافہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ان پر دائمی رحمت بھیجے جس کے لیے انقطاع نہ ہو اور ان پر خوب سلام بھیجے۔

فصل پانزدہم

درود شریف کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ "الحمید المجید"

"الحمید" حمد سے فعیل کے وزن پر ہے اور اس کا معنی محمود (تعریف کیا گیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے اکثر اسمائے مبارکہ جو فعیل کے وزن پر آتے ہیں وہ فاعل کے معنی میں ہوتے ہیں جس طرح سمیع، بصیر، علیم، قدیر، علی، حکیم، حلیم وغیرہ۔ اسی طرح فعول کا وزن بھی فاعل کا معنی دیتا ہے جس طرح غفور، شکور، صبور۔

الودود (بروزن فعول) میں دو قول ہیں:

۱- یہ فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ اللہ جو اپنے انبیاء کرام، رسل عظام، اولیاء معظمین اور مومن بندوں سے محبت کرتا ہے۔

۲- یہ مودود کے معنی میں ہے یعنی وہ محبوب جو اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے پوری پوری محبت کی جائے۔ اور وہ بندے کے نزدیک اس کے کانوں اور آنکھوں حتیٰ کہ تمام محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔ جہاں تک صفت "الحمید" کا تعلق ہے تو وہ صرف محمود کے معنی میں ہے لیکن اس میں محمود کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ جب مفعول سے فعیل کی طرف عدول کیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ یہ صفت ایک خصلت، عادت اور خلق لازم بن گئی ہے۔

جس طرح تم کہو فلان ظریف، یا فلان شریف یا فلان کریم (یہ بھی عادت پر دلالت ہے) اسی لیے عام طور پر یہ اس فعل سے آتا ہے جو شَرُفَ کے وزن پر ہو اور یہ اوزان فطری اور لازمی عادات کے لیے استعمال ہوتے ہیں جس طرح کَبُرَ، صَغُرَ، حَسُنَ، لَطُفَ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ لفظ حبیب، محبوب کے مقابلے میں زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حبیب وہ

ہوتا ہے جس میں وہ صفات وافعال ہوں جن کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے اور وہ ذاتی طور پر حبیب ہوتا ہے۔ اگر چہ فرض کر لیا جائے کہ اس کا غیر اس سے عدم شعور کی وجہ سے محبت نہیں کرتا یا اس سے محبت کرنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور محبوب وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ محب کی محبت کا تعلق ہوتا ہے۔ پس وہ کسی کے محبت کرنے سے محبوب بنے گا لیکن حبیب ذات وصفات کے اعتبار سے محبوب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ غیر کی محبت متعلق ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح حمید اور محمود کے درمیان فرق ہے۔

پس حمید وہ ہے جس کے لیے ایسی صفات اور اسباب حمد ہوں جو اس کے محمود ہونے کا تقاضا کریں اگر چہ کوئی دوسرا اس کی تعریف نہ کرے پس وہ ذاتی طور پر حمید ہے اور محمود وہ ہے جس کے ساتھ تعریف کرنے والوں کی تعریف متعلق ہو۔ اسی طرح مجید اور مجد، کبیر اور مکبر، عظیم اور معظم کا حکم ہے۔

حمد اور مجد کی طرف تمام کمال کا رجوع ہوتا ہے کیونکہ حمد محمود کی تعریف اور محبت کو لازم ہے کیونکہ تم کسی سے محبت کرو اور اس کی تعریف نہ کرو تو اس کے حامد نہیں ہوگے، اسی طرح کسی کی تعریف کسی غرض کی بنیاد پر کرو اور اس سے محبت نہ کرو تو بھی اس کے (حامد تعریف کرنے والے) نہیں کہلاؤ گے حتیٰ کہ اس کی تعریف اس صورت میں کرو کہ اس سے محبت بھی کرو۔

اور یہ تعریف اور محبت ان اسباب کے تحت ہے جو اس کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ اسباب محمود میں پائی جانے والی صفات کمال، صفت جلال اور دوسروں پر احسان کرنا ہے۔ یہ اسباب محبت ہیں اور جب یہ صفات کامل واکمل طور پر ہوں تو حمد اور محبت نہایت کامل اور عظیم ہوگی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے مطلق کمال ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں اور تمام احسان اسی کے لیے اور اسی کی طرف سے ہے پس وہ حمد کا زیادہ لائق ہے اور ہر جہت سے کامل محبت بھی اسی کا حق ہے پس وہ اس بات کا اہل ہے کہ ذات، صفات، افعال، اسماء اور احسان اور جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے، کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے۔

جہاں تک مجد کا تعلق ہے تو یہ عظمت، وسعت اور جلال پر مشتمل ہے اور حمد صفات

اکرام پر دلالت کرتی ہے اور اللہ سبحانہ جلال واکرام والی ذات ہے اور بندہ جب ''لا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' کہتا ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے پس ''لا الہ الا اللہ'' اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت پر دلالت ہے اور الوہیہ سے محبت تامہ لازم آتی ہے اور ''اللہ اکبر'' اس کی بزرگی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ اس بزرگی، عظمت اور بڑائی کو مستلزم ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسموں کو عام طور پر ملا کر بیان فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. (ھود:۷۳)

اے اہل بیت اتم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو، بے شک وہ تعریف والا بزرگی والا ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا. (بنی اسرائیل:۱۱۱)

اور یوں کہو کہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے اولاد کو اختیار نہ کیا نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی حمایتی ہے اور اس کی بڑائی خوب بیان کرو۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. (الرحمٰن:۷۸)

تیرے رب کا نام برکت والا ہے (وہ رب) جلال اور عزت والا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. (الرحمٰن:۲۷)

اور تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور عزت والا ہے۔

مسند اور صحیح ابی حاتم وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(۲۱۹) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

یا ذا الجلال والاکرام کا وظیفہ لازمی طور پر اختیار کرو۔

حوالے کے لیے حدیث (۱۵۶) دیکھیے

پس جلال واکرام حمد اور مجد (بزرگی) ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید کے یہ الفاظ مبارک ہیں:

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ. (النمل: ٤٠)

پس بے شک میرا رب بے نیاز کرم والا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا. (النساء: ١٤٩)

بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ قَدِيرٌ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. (الممتحنۃ: ٧)

اور اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ. (البروج: ١٤-١٥)

اور وہ بہت بخشنے والا، محبت کرنے والا، عرش کا مالک، بزرگی والا ہے۔

قرآن مجید میں اس قسم کی مثالیں بے شمار ہیں۔ اور صحیح حدیث میں کرب و پریشانی کی دعا کے بارے میں حدیث ہے (دعا کے الفاظ یہ ہیں)۔

(٢٢٠) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظمت والا حلیم (بردبار) ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے آسمانوں کا رب ہے زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔

صحیح بخاری (٦٣٤٥) صحیح مسلم (٢٧٣٠) جامع ترمذی (٣٤٣١) سنن نسائی (٧٦٧٤) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف کے بعد ان دو اسموں یعنی الحمید المجید کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. (ھود: ٧٣)

اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو، بے شک وہ تعریف (اور) بزرگی والا ہے۔

اور جب نبی اکرم ﷺ پر درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعریف اور تکریم ہے نیز آپ کے ذکر کی بلندی، محبت میں اضافہ اور آپ کو قریب کرنا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تو یہ حمد اور مجد پر مشتمل ہے گویا درود شریف پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ وہ آپ کی تعریف اور بزرگی میں اضافہ فرمائے کیونکہ صلاۃ آپ کی تعریف اور بزرگی کی ایک قسم ہے اور یہ اس کی حقیقت ہے تو اس مطلوب میں ان دو اسموں کا ذکر کیا جو اس کے مناسب ہیں اور وہ حمید و مجید ہیں۔

دعا اور اسمائے خداوندی

اور یہ جس طرح پہلے گزر چکا ہے کہ دعا کرنے والے کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ اپنی دعا کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی ایسے نام کے ساتھ ختم کرے جو اس دعا کے مناسب ہو یا (اس قسم کے اسم سے) دعا کا آغاز کرے اور پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ بات اس آیت کریمہ سے ثابت ہے:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا. (الاعراف: ١٨٠)

اور اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے نام ہیں پس ان کے ساتھ اسے پکارو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ. (ص: ٣٥)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو، بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی دعا میں یوں کہا:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. (البقرہ: ١٢٨)

اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے لیے جھکنے والا بنا دے اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ جو تیرے سامنے جھکنے والا ہو، اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا دے اور ہماری

توبہ قبول فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول
کرنے والا مہربان ہے۔

(۲۲۱) نبی اکرم ﷺ ایک مجلس میں ایک سو مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا ہے۔

سنن ابوداود (۱۵۱) جامع ترمذی (۳۴۳۱) الادب المفرد للبخاری (۶۱۸) سنن کبریٰ نسائی (۱۰۲۹۲) سنن ابن ماجہ (۳۸۱۴) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی (۴۴۸) بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

(۲۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دعا مانگوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.

اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کر دے۔

جامع ترمذی (۳۵۸۰) سنن کبریٰ نسائی (۱۰۷۰۸-۱۱۶۸۸) سنن ابن ماجہ (۳۸۵۰) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵۳۰) ابن السنی (۷۶۷) مسند امام احمد (ج ۶ ص ۱۷۱-۱۸۲-۲۵۸) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(۲۲۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں ایسی دعا سکھائیں جو دعا وہ نماز میں مانگیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

یا اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے پس تو مجھے اپنی طرف سے بخشش ومغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

صحیح بخاری (۸۳۴-۶۳۲۶) صحیح مسلم (۲۷۰۵) جامع ترمذی (۳۵۳۱) سنن ابن ماجہ (۳۸۳۵) ابن حبان (۱۹۷۶) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۵۴) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۴-۷) بروایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جو ہم (مصنف) نے اپنی کتاب ''الروح والنفس'' میں ذکر کی

ہیں۔

اسی طرح جو کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (المائدہ:۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

یہاں ''الغفور الرحیم'' کی بجائے ''العزیز الحکیم'' فرمایا۔

نیز حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول ہے:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (ابراہیم:۳۶)

پس جو میری پیروی کرے اس کا مجھ سے تعلق ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ سے مطلوب رسول ﷺ کی تعریف اور بزرگی کا اظہار ہے تو اس سوال (یعنی اللہم صل علی محمد آخر تک) کو صفت حمید مجید پر ختم کیا نیز جب رسول ﷺ کے لیے حمد اور مجد مطلوب ہے اور یہ ان کا حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ان دو صفات کے بدرجۂ اولیٰ ثابت ہونے کی خبر دی۔ کیونکہ بندے میں جو بھی کمال پایا جاتا ہے اگر اس سے نقص لازم نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

نیز جب رسول ﷺ کے لیے درود شریف کے ذریعے حمد اور بزرگی کا مطالبہ کیا تو اس مطلوب کو درود بھیجنے والے کی حمد اور مجد (بزرگی) کے ذکر پر ختم کیا۔ پس یہ درود شریف رسول ﷺ کے لیے حمد اور مجد کی طلب اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان اوصاف کے ثبوت کی خبر پر مشتمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] پہلی آیت میں چونکہ مغفرت اور عذاب کا ذکر ہے لہٰذا صفت عزیز وحکیم مناسب ہے اور دوسری آیت میں نافرمانی کا ذکر ہے جو معافی کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا ''غفور رحیم'' فرمایا۔ ۱۲ ہزاروی

فصل شانزدہم

مختلف الفاظ کے ساتھ مروی دعاؤں اور اذکار کے سلسلے میں قاعدہ نیز رکوع و سجود کے بعد حالتِ اعتدال میں مختلف قسم کے اذکار

اس سلسلے میں وہ الفاظ بھی ہیں جو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے بارے میں مروی ہیں تو اس سلسلے میں بعض متاخرین اس طریقے پر چلے ہیں کہ دعا کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ مختلف الفاظ کو جمع کرے اس سلسلے میں اس طریقے کو افضل قرار دیا نیز مستحب ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا مانگے اور یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا كَبِيْرًا۔

یا اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ بہت بڑا ظلم کیا۔

اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے والا یوں درود شریف اس طرح بھیجے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّآلَ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل ' ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحم فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر رحم فرمایا۔

برکت اور رحمت کے سلسلے میں بھی اسی طرح کے الفاظ کہے۔

اور استخارہ کی دعا میں یوں کہے:

(۲۲٤) اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ۔

یا اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین' میری زندگی اور میرے کام کے انجام' اس کام کے فوری اور مستقبل کے اعتبار سے بہتر نتیجہ کا حامل ہے۔

تو اس طرح راویوں کے شک کی بجائے نبی اکرم ﷺ سے یقینی طور پر ثابت الفاظ تک پہنچ جائے گا اور مختلف الفاظ سے مروی دعاؤں کے الفاظ جمع ہو جائیں گے۔

لیکن دوسرے حضرات نے اس سلسلے میں مخالفت کی اور کہا کہ یہ کئی وجوہ سے ضعیف ہے۔

ضعیف وجوہ

۱- یہ نیا طریقہ ہے' معروف ائمہ میں سے کوئی بھی اس طرف نہیں گیا۔

۲- اگر اس قول کا قائل اس کو قیاس کے مطابق قرار دے تو نمازی کو چاہیے کہ وہ بھی مختلف قسم کے کلمات استفتاح سے نماز کا آغاز کرے اور تمام قسم کے تشہد پڑھے اور رکوع اور سجدے میں وہ تمام اذکار اپنائے جو اس سلسلے میں آئے ہیں اور یہ بات قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ یہ لوگوں کے عمل کے خلاف ہے اور اہل علم میں سے کسی نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا۔ پس یہ بدعت ہے اور یہ قیاسی نہیں تو دونوں مثالوں میں تناقض اور تفریق ہوگی۔

۳- اس قول والے کے لیے مناسب ہے کہ وہ نمازی اور تلاوت کرنے والے کے لیے مستحب قرار دے کہ وہ نماز میں اور نماز سے باہر مختلف قراءتوں کو جمع کرے۔

وہ کہتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قاری کے لیے یہ بات نماز کے اندر اور باہر دونوں صورتوں میں جائز نہیں' جب وہ عبادت اور تدبر کے طور پر قراءت کرے۔

بعض اوقات قراء یہ طریقہ اسی لیے اختیار کرتے ہیں کہ قاری کا امتحان لیا جائے کہ اسے یہ مختلف قراءتیں یاد ہیں یا نہیں نیز ان کا احاطہ کرنا' یاد کرنا اور مطالبہ کے وقت اس کو سامنے لانے پر قادر ہونا مقصود ہوتا ہے اور یہ محض مشق ہے' عبادت کے طور پر ایسا نہیں ہوگا جو ہر قاری اور تلاوت کرنے والے کے لیے مستحب ہو۔

اس کے باوجود اس میں لوگوں کا کلام ہے' یہ اس کے ذکر کا مقام نہیں ہے' بلکہ

تلاوت کرنے والے کے حق میں جائز بات یہ ہے کہ جس قراءت میں چاہے پڑھے اور یہ بھی جائز ہے کہ کبھی ایک قراءت اور کبھی دوسری قراءت سے پڑھے' اسی طرح دعا کرنے والا کبھی ظلمت نفسی ظلما کثیرا کہے اور کبھی ''کبیرا'' کا لفظ کہے تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح دعا کرنے والا جب حضور علیہ السلام پر درود بھیجے تو کبھی اس حدیث کے الفاظ سے اور کبھی دوسرے الفاظ سے بھیجے۔

اسی طرح تشہد پڑھنے والا اگر چاہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول تشہد پڑھے اور چاہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تشہد پڑھے۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی تشہد بھی پڑھ سکتا ہے اور چاہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول تشہد پڑھے۔

یوں ہی نماز شروع کرتے وقت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے چاہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرے اور اگر چاہے تو کبھی اسے اور کبھی دوسری حدیث کو اختیار کرے اور کبھی اس کے علاوہ تیسری حدیث کے مطابق کلمات استفتاح پڑھے۔

اسی طرح رکوع سے سر اٹھاتے وقت ''اللہم ربنا لک الحمد'' کہے اور چاہے ''ربنا لک الحمد'' کہے اور چاہے تو ''ربنا ولک الحمد'' کہے اور ان سب کو جمع کرنا مستحب نہیں۔

حضرت امام شافعی اور دیگر کئی ائمہ رحمہم اللہ نے تشہد وغیرہ میں مختلف قسم کے مروی الفاظ پڑھنے کو جائز قرار دینے کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا جو صحیح اور سنن کے مؤلفین محدثین نے نقل کی ہے۔

(۲۲۵) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انزل القران علی سبعة احرف. قرآن مجید سات قراءتوں پر نازل ہوا۔

صحیح بخاری (۲۴۱۹_۴۹۹۲) صحیح مسلم (۸۱۸) سنن ابو داؤد (۱۴۷۵) جامع ترمذی (۲۹۴۳) سنن نسائی (ج ۲ ص ۱۵۶) ابن حبان (۷۴۱) موطا امام مالک (ج ۱ ص ۲۰۱) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۴۰_ ۴۳) بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ان قراءتوں میں سے ہر قراءت کو جائز قرار دیا اور بتایا کہ یہ

شافی کافی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اس سلسلے میں جائز بات یہ ہے کہ ان قراءتوں کو بدل بدل کر پڑھے جمع کرنے کے طریقے پر نہیں جس طرح صحابہ کرام کرتے تھے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک وقت میں ان مختلف الفاظ کو جمع نہیں کیا بلکہ یا تو اس طرح کیا کہ کبھی یہ الفاظ پڑھے اور کبھی وہ الفاظ' جس طرح استفتاح اور تشہد کے الفاظ میں اور رکوع و سجود وغیرہ کے اذکار میں کہا۔ پس نبی اکرم ﷺ کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو جمع نہ کیا جائے بلکہ کبھی ایک قسم کے اور کبھی دوسرے کلمات پڑھے جائیں۔

۵۔ یہ کہ راوی کو شک ہے کہ یہ کن الفاظ میں ہے۔ اگر دعا کرنے والے کے نزدیک بعض الفاظ کو ترجیح حاصل ہو جائے تو ان کی طرف رجوع کرے اور بعض الفاظ کی ترجیح ثابت نہ ہو تو ان کے درمیان اسے اختیار ہے اور اس کے لیے جمع کرنے جائز نہیں کیونکہ یہ تیسری نوع ہے جو نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے تو ایک آن میں ان الفاظ کو جمع کرنا دعا کرنے والے کے مقصود کو باطل کر دے گا کیونکہ اس کا مقصد رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرنا تھا اور اس نے وہ کام کیا جو حضور علیہ السلام نے کبھی نہیں کیا۔

اس کی مثال جس میں کسی لفظ کو ترجیح حاصل ہے' حدیث استخارہ ہے کیونکہ راوی کو شک ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے یوں فرمایا ''اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری'' یا فرمایا ''وعاجل امری واجلہ'' یعنی ''عاقبة امری'' کی جگہ یہ الفاظ فرمائے۔

اور صحیح پہلا لفظ ہے یعنی ''وعاقبة امری'' کیونکہ عاجل اور آجل میں جو کچھ بیان ہوا وہ ''دینی و معاشی و عاقبة امری'' میں بیان ہوا لہٰذا ''المعاش اور عاجل الامر و آجلہ'' کو جمع کرنا تکرار ہوگا جب کہ معاش اور عاقبت کے ذکر میں تکرار نہیں کیونکہ المعاش سے مراد عاجل الامر (فوری کام) اور عاقبة سے آخرت مراد ہے۔

(۲۲۶) اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ:

آپ نے فرمایا: جس نے سورہ کہف کے شروع میں دس آیات کی تلاوت کی وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ صحیح مسلم (۸۰۹) سنن ابوداود (۴۳۲۳) جامع ترمذی (۲۸۸٦) سنن النسائی (۸۰۲۵_۱۰۷۸۵) ابن حبان (۷۸۵) مسند احمد (ج۵ ص۱۹٦، ج٦ ص۴۴۹) بروایت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا اور اس میں اختلاف کیا گیا بعض راویوں نے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کا ذکر کیا اور بعض نے آخری آیات کا۔ دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن ترجیح اس کے قول کو ہے جس نے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کا ذکر کیا ہے کیونکہ صحیح مسلم میں دجال کے واقع میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ:

(۲۲۷) (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) جب تم دجال کو دیکھو تو سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھو۔

صحیح مسلم (۲۹۳۷) سنن ابن ماجہ (۴۰۷۵) بروایت حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جس نے سورت کے اول سے پڑھنے کے بارے میں روایت کیا اس نے حدیث کو یاد رکھا اور جس نے آخر کے بارے میں روایت کیا اس نے یاد نہیں رکھا۔

۵- مقصود معنیٰ ہے اور عبارت اس معنیٰ کو ادا کرتی ہے پس جب دو میں سے ایک عبارت سے تعبیر کریں تو مقصود حاصل ہو گیا پس متعدد عبارات کو جمع نہ کیا جائے۔

٦- دو لفظوں میں سے ایک دوسرے لفظ کا بدل ہے اور بدل اور مبدل کو اکٹھا کرنا اچھا نہیں جس طرح ان مبدلات میں جن کے بدل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسرا باب:

وہ مواقع جہاں درود شریف پڑھنے کی بطور وجوب یا استحباب زیادہ تاکید ہے

پہلا مقام (تشہد کے آخر میں)

اس میں درود شریف پڑھنے کی اہمیت اور تاکید زیادہ ہے اور یہ تشہد کے آخر میں ہے اور اس کے جواز پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے البتہ اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ اس میں واجب نہیں اور جس نے واجب قرار دیا اس کے قول کو شاذ اور اجماع کے خلاف قرار دیا۔

ان لوگوں میں امام طحاوی، قاضی عیاض اور خطابی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نہیں اور میرے علم کے مطابق اس سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی اقتداء نہیں ہوئی۔ ابن المنذر نے اسی طرح ذکر کیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں منفرد ہیں اور انہوں نے (ابن منذر نے) عدم وجوب کو اختیار کیا۔

اس قول والوں نے یوں استدلال کیا اور الفاظ حضرت عیاض رحمہ اللہ کے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا نماز کے فرائض میں سے نہیں۔ اس کی دلیل ان سلف صالحین کا عمل اور اجماع ہے جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے گزرے ہیں اور لوگوں نے اس مسئلہ میں ان کی سخت مخالفت کی ہے اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو سکھایا۔ اس (تشہد) میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کا ذکر نہیں۔ اسی طرح جن جن صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے تشہد روایت کیا انہوں نے بھی اس میں درود شریف کا ذکر نہیں کیا مثلاً حضرت ابوہریرہ، ابن عباس، جابر، ابن عمر، ابوسعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے (تشہد میں) نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے جس طرح درسگاہ میں بچوں کو سکھایا جاتا ہے اور حضرت عمر بن خطاب بھی منبر پر تشریف فرما ہو کر سکھاتے تھے۔

مطلب یہ کہ ان روایات میں کہیں بھی نہیں کہ تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کا حکم دیا ہو۔ ابن عبد البر نے "التمہید" میں فرمایا کہ جن لوگوں کے نزدیک نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا فرض نہیں ان کی ایک دلیل حضرت حسن بن حر کی وہ حدیث ہے جو انہوں نے قاسم بن مخیمرہ سے روایت کی' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا' جس طرح میں نے تمہارا ہاتھ پکڑا ہے اور مجھے تشہد سکھائی۔ پس انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور جب "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله" پر پہنچے تو فرمایا: جب تم یہ کہہ دو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی' پس اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔

تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے مؤقف کی شہادت ہے جو نماز میں درود شریف کو واجب یا سنت مسنونہ (مؤکدہ) قرار نہیں دیتے اور جو تشہد پڑھ لے اس کی نماز مکمل ہوگئی اب اگر چاہے تو کھڑا ہو جائے اور چاہے تو بیٹھ جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے ہے کہ اگر تشہد میں درود شریف واجب یا سنت ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے بیان فرماتے اور ذکر کرتے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام طحاوی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۲۸) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا رفع راسه من اخر السجود — جب (نمازی) آخری سجدہ سے سر اٹھائے

فقد مضت صلاته اذا هو احدث. — (اور تشہد کی مقدار بیٹھے) تو اگر (قصداً) بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگی۔

سنن ابوداؤد (۶۱۷) جامع ترمذی (۴۰۸) بیہقی (۱۳۹ ـ ۱۷۶) سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۱۴۵) شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ۲۷۴) بروایت حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔

الفاظ امام طحاوی کی حدیث کے ہیں۔

اور تمہارے نزدیک نماز مکمل نہیں ہوتی جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عاصم بن ابی ضمرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب تشہد کی مقدار بیٹھے' پھر بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگی۔

(۲۲۹) ان حضرات کی ایک دلیل حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے سنا' اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور نہ ہی بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ پیش کیا تو آپ نے فرمایا "اس نے جلدی کی" پھر اسے بلایا اور اس سے یا کسی دوسرے شخص سے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثناء سے آغاز کرے پھر حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر درود شریف بھیجے' اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے۔ حوالہ کے لیے حدیث (۳۶) دیکھیے

تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس نمازی کو جس نے درود شریف چھوڑ دیا تھا' دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ اگر فرض ہوتا تو آپ اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے جس طرح اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جس نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا تھا۔

ان حضرات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں غلطی کرنے والے اس شخص کو درود شریف نہیں سکھایا۔ اگر یہ نماز کے فرائض سے ہوتا کہ اس کے بغیر نماز صحیح نہ ہوتی تو آپ اسے سکھاتے جس طرح اسے قرأت' رکوع' سجود اور نماز میں اطمینان کی تعلیم دی۔

ان حضرات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ فرائض ایسی صحیح دلیل کے ساتھ ثابت ہوتے

ہیں جس کی مثل کوئی معارض حدیث نہ ہو یا ان لوگوں کا اجماع اس کے مقابلے میں نہ ہو جن کا اجماع حجت ہے۔

ان نفی کرنے والے حضرات کی یہ سب سے بڑی اور عمدہ دلیل ہے۔

دوسرے گروہ کے دلائل

دوسرے حضرات نے نقلی دلائل سے استدلال کرتے ہوئے ان کی مخالفت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

تمہارا یہ کہنا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ اس مسئلہ میں دوسرے قائلین نے شاذ قول اختیار کیا اور اجماع کی مخالفت کی تو یہ صحیح نہیں بلکہ یہ قول صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کے بعد والوں کا بھی ہے۔

ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ نماز میں درود شریف پڑھنا واجب قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "اس شخص کی نماز نہیں جو اس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے"۔ اس حدیث کو ابن عبدالبر نے "التمہید" میں ذکر کیا اور ان کے علاوہ لوگوں نے بھی ان سے نقل کیا۔

ان حضرات میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ بھی ہیں' عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ نے شریک سے' انہوں نے جابر جعفی سے' انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی سے اور انہوں نے ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی نماز کو مکمل نہیں سمجھتا جب تک حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر درود شریف نہ پڑھوں۔

ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ حسن بن شعیب معمری ذکر کرتے ہیں کہ ہم سے علی بن میمون نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد بن حسان نے بیان کیا' وہ جعفر بن برقان سے اور وہ عقبہ بن نافع سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: قرأت' تشہد اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی پس جب تم ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤ تو سلام کے بعد دو سجدے کرو اور وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شریک نے بیان کیا' وہ ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: میرے خیال میں میری نماز نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

اور تابعین میں سے ابوجعفر محمد بن علی' شعبی اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ ہیں اور جن مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے ان مذاہب سے متعلق لوگوں میں اسحاق بن راھویہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر جان بوجھ کر درود چھوڑے تو اس کی نماز صحیح نہیں اور اگر بھول کر چھوڑے تو مجھے امید ہے کہ اس کے لیے جائز ہوگی۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں اسحاق (بن راھویہ) سے دو روایتیں ہیں۔ حرب نے ان سے اپنی کتاب (مسائل) میں ان کو نقل کیا' انہوں نے فرمایا:

"باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد التشهد" فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق سے پوچھا کہ جو شخص تشہد کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) انہوں نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ اس کی نماز جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں حسن بن حر کی حدیث کو اختیار کرتا ہوں' وہ قاسم بن مخیمرہ سے روایت کرتے ہیں پس انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی (مذکورہ بالا) حدیث ذکر کی۔

حرب کہتے ہیں کہ میں نے ابویعقوب یعنی اسحاق سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ جب تشہد سے فارغ ہو امام ہو یا مقتدی تو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے' اس کے علاوہ (نماز) جائز نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ پر سلام کیسے پڑھیں یعنی تشہد میں سلام کیسے پڑھیں تو درود شریف کیسے پڑھیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ. (الاحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود شریف پڑھتے ہیں۔

پس نبی اکرم ﷺ نے اس کی کیفیت کی وضاحت فرمائی تو کم از کم جو کچھ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے درود شریف کے بارے میں ذکر کیا گیا وہ اس کے لیے کافی ہے پس اسے تشہد کے بعد پڑھے اور آخری قعدہ میں تشہد اور درود شریف دونوں برابر عمل ہیں

کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو جان بوجھ کر چھوڑے اور اگر بھول کر ہو تو ہمیں امید ہے کہ یہ کفایت کرتا ہے۔ اس کے باوجود بعض علمائے حجاز نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کا ترک جائز نہیں اور اگر چھوڑے تو دوبارہ نماز پڑھے (حرب کا قول مکمل ہوا)۔ جہاں تک امام احمد رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں آپ سے مختلف روایات آئی ہیں۔ مسائل مروزی میں ابوعبداللہ سے کہا گیا کہ ابن راھویہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تشہد میں درود شریف نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا: میں یہ بات کہنے کی جرأت نہیں کرتا اور ایک مرتبہ فرمایا: یہ بات شاذ ہے (خلاف قیاس ہے)۔

اور مسائل ابی زرعہ دمشقی میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

میں اس سلسلے میں خوفزدہ تھا' پھر مجھ پر مسئلہ واضح ہوا پس نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عدم وجوب والے قول سے رجوع کر لیا۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے کے اسلاف کا عمل اور اجماع عدم وجوب پر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا استدلال یا تو نماز میں لوگوں کے عمل سے ہے یا اہل اجماع کے قول سے کہ یہ واجب نہیں۔

اگر تمہارا استدلال (لوگوں کے) عمل سے ہے تو یہ تمہارے خلاف ہماری مضبوط ترین دلیل ہے کیونکہ لوگ ہمیشہ اور ہر زمانے میں تشہد کے آخر میں درود شریف پڑھتے چلے آئے ہیں۔ امام' مقتدی' تنہا نماز پڑھنے والے' فرض پڑھنے والے اور نفل پڑھنے والے سب اس پر عمل پیرا رہے حتیٰ کہ جس نمازی سے پوچھا جاتا کہ تم نے نماز میں درود شریف پڑھا ہے تو وہ کہتا ہے: ہاں! میں نے پڑھا ہے اور یہاں تک کہ اگر وہ درود شریف پڑھے بغیر سلام پھیر لیتا اور مقتدیوں کو اس بات کا علم ہو جاتا تو وہ اس پر اعتراض کرتے اور اس بات کا انکار ممکن نہیں اور یہ عمل تمہارے خلاف مضبوط ترین حجت ہے تو تمہارے لیے یہ بات کہنے کی گنجائش کس طرح ہوگی کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے کے بزرگوں کا عمل وجوب کی نفی تھا؟ کیا تم نے پہلے کے تمام بزرگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی نماز میں درود شریف نہیں پڑھتا تھا؟ یہ تو

نہایت ہی باطل بات ہے۔

اور اگر تم اہل اجماع کے قول سے استدلال کرتے ہو کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ فرض نہیں تو یہ بات عمل بھی نہیں اور اہل اجماع کو اس کا علم بھی نہیں۔ یہ تو امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے دو شاگردوں (امام ابویوسف اور امام محمد) رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ اکثر اہل علم کا قول ہے اور اس سلسلے میں دیگر حضرات کا اختلاف ہے جن میں صحابہ کرام بھی ہیں' تابعین بھی اور ارباب مذاہب بھی۔

حضرت ابن مسعود' ابن عمر' ابومسعود' شعبی' مقاتل بن حیان' جعفر بن محمد' اسحاق بن راھویہ اور امام احمد رحمہ اللہ (کا آخری قول) یہ حضرات تشہد میں درود شریف پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں تو ان حضرات کی مخالفت کی صورت میں اجماع کہاں؟ اور سلف صالح کا عمل کہاں؟ حالانکہ وہ ان سے زیادہ فضیلت والے لوگ ہیں رضی اللہ عنہم' لیکن یہ بات وہی کہتا ہے جو مذاہب کی چھان بین نہ کرے اور نہ ہی اسے اجماع اور اختلاف کے مقامات کا علم ہو۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ لوگوں نے اس مسئلہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی خرابی ذکر کی ہے تو سبحان اللہ اس مسئلہ میں آپ نے کون سی برائی کی ہے؟ بلکہ یہ تو آپ کے مذہب کی خوبیوں میں سے ہے۔ پھر یہ برائی کا ذکر کرنے والا حیا نہیں کرتا اس کو ان مسائل کی مثل قرار دیا جن میں خرابی بہت واضح ہوتی ہے اور ان کی پہچان رکھنے والا اس بات کو جانتا ہے کہ وہ مسائل جو نصوص یا اجماع سابق کے خلاف یا قیاس یا مصلحت راجحہ کے خلاف ہیں اگر ان مسائل کی چھان بین کی جائے تو وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور جن مسائل میں خرابی کا ذکر کیا جاتا ہے اہل علم کی یہ عادت نہیں کہ وہ ان کی چھان بین کریں اور پھر ان کو ذکر کریں اور شمار کریں۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں کس کتاب کی مخالفت کی ہے یا کس سنت یا کس اجماع کی مخالفت کی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے ایسا قول کیا جس کا تقاضا دلائل کر رہے ہیں اور اس کی صحت پر دلائل قائم ہیں اور یہ بلا اختلاف نماز کی تکمیل سے ہے یا تو یہ نماز کے واجبات کی تکمیل سے ہے یا اس کے مستحبات کی تکمیل سے متعلق ہے اور انہوں نے (حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے) ان دلائل کی بنیاد پر جو عنقریب ہم ذکر کریں

گے اسے نماز کے واجبات کی تکمیل سے قرار دیا۔ لہٰذا انہوں نے کسی اجماع کو نہیں توڑا اور نہ ہی کسی نص کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا کس وجہ سے ان پر طعن کیا جاتا ہے؟ بلکہ جس نے ان پر طعن کیا وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس پر طعن کیا جائے۔

اور جہاں تک ان کی اس بات کا تعلق ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس کی تعلیم دی۔

تو میں نے اس نسخہ میں جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اسی طرح دیکھا ہے حالانکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کو اختیار کیا۔ جب کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ نے اختیار فرمایا اور امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کا جواب متعدد وجوہ سے ہے:

۱- ہم اس دلیل سے لازم آنے والی بات (موجب) کا قول کرتے ہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ تشہد واجب ہے اور وہ اس کے علاوہ کے وجوب کی نفی نہیں کرتا کیونکہ کسی نے یہ بات نہیں کی کہ اس قعدہ میں صرف یہ تشہد ہی واجب ہے پس کسی اور دلیل سے درود شریف کا واجب ہونا اس بات کے خلاف نہیں کہ تشہد کی احادیث میں اسے ترک کیا گیا۔

۲- تم نماز سے سلام پھیرنے کو واجب قرار دیتے ہو حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے تشہد کی احادیث میں اس بات کی تعلیم نہیں دی۔

سوال: سلام کا وجوب نبی اکرم ﷺ کے اس قول مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ:

(۲۳۰) آپ ﷺ نے فرمایا:

تحریمها التكبير وتحليلها التسليم

نماز کی تحریم تکبیر اور تحلیل (نماز سے باہر آنا) سلام ہے۔

سنن ابو داؤد (۶۱۔۶۱۸) جامع ترمذی (۳) سنن ابن ماجہ (۲۷۵) ابو یعلی (۶۱۶) کتاب الام للشافعی (ج۱ص۱۰۰) سنن بیہقی (ج۲ص۱۵) مسند احمد (ج۱ص۱۲۳۔۱۲۹) بروایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔

جواب: ہم نے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کو ان دلائل سے ثابت کیا جو اس کا تقاضا کرتے ہیں اگر صرف تشہد کی تعلیم نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے وجوب سے مانع ہو

تو سلام کے وجوب سے بھی مانع ہوگی اور اگر سلام کے وجوب سے مانع نہیں تو درود شریف کے وجوب سے بھی مانع نہیں۔

۳- نبی اکرم ﷺ نے ان کو تشہد اس طرح سکھائی جس طرح درود شریف کی تعلیم دی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تشہد کی تعلیم اس کے وجوب پر دلالت کرے اور درود شریف کی تعلیم اس کے وجوب پر دلالت نہ کرے۔

سوال: نبی اکرم ﷺ نے ان کو جو تشہد سکھایا وہ نماز کا تشہد ہے اسی لیے اس کے بارے میں فرمایا:

(۲۳۱) پس جب تم میں سے کوئی ایک بیٹھے (قعدہ کرے) تو کہے التحیات للہ (آخر تک)۔

صحیح بخاری (۶۳۲۸) صحیح مسلم (۴۰۳) سنن ابو داؤد (۹۶۸) جامع ترمذی (۲۸۹) سنن نسائی (ج۲ ص۲۴۱) ابن حبان (۱۹۵۰) دارقطنی (ج۱ص۳۵۱) مسند امام احمد (ج۱ص۴۵۹۔۴۴۰) بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

لیکن درود شریف کی تعلیم مطلق ہے۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے ان کو جو درود شریف سکھایا ہے وہ بھی نماز سے متعلق ہے جس کی دو وجہ ہیں:

پہلی وجہ: محمد بن ابراہیم تیمی کی حدیث ہے جس میں پوچھا گیا کہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں جب نماز میں قعدہ کریں؟ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

دوسری وجہ: صحابہ کرام نے جس درود شریف کے بارے میں پوچھا تھا کہ ان کو تعلیم دیں وہ اس سلام کی نظیر ہے جو انہوں نے جان لیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا: یہ آپ پر سلام ہے جس کے بارے میں ہم جان چکے ہیں تو آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ اور یہ بات معلوم ہے کہ جس سلام کا ان کو علم ہوا تھا وہ ان کا یہ قول ہے "السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبركاته" پس واجب ہے کہ جس صلوٰۃ (درود شریف) کو اس کے ساتھ ملایا گیا ہے وہ نماز کے اندر والا درود شریف ہو۔

اس کی مکمل تقریر ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

۴- اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ تشہد کی احادیث نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے وجوب کی نفی کرتی ہیں تو وجوب کے دلائل اس سے مقدم ہیں کیونکہ اس کی نفی اس

کی اصل حالت کی خبر دیتی ہے جو وجوب سے خالی ہے اور اس سے وجوب کی طرف انتقال ہوا اور ناقل 'منفی پر مقدم ہوتا ہے تو کیسے ہوگا جب یہاں تعارض بھی نہیں۔

کیونکہ جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تشہد کی تعلیم جو ایسے دلائل ہیں جو اس کے غیر کے وجوب سے ساکت ہیں اور جو چیز کسی چیز کے وجوب سے خاموش ہو وہ اس بات کے معارض نہیں ہوتی جس کے وجوب کا ذکر موجود ہو چہ جائیکہ اس سے مقدم ہو۔

۵- نبی اکرم ﷺ کا ان کو تشہد کی تعلیم دینا مقدم ہے بلکہ شاید یہ اس وقت ہو جب نماز فرض ہوئی۔

اور ان کو درود شریف کی تعلیم آیت کریمہ ''ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی'' (الاحزاب ۵۶) کے نزول کے بعد ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سورۂ احزاب میں یہ آیت حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح اور ازواج مطہرات کو اختیار دیے کے بعد نازل ہوئی اور یہ تشہد کی فرضیت (وجوب) کے بعد ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ تشہد کی فرضیت (وجوب) رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے وجوب کے منافی ہے تو وجوب کے دلائل سے یہ (نفی) منسوخ ہوگی کیونکہ یہ (دلائل) متاخر ہیں۔

پہلی اور اس وجہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ وجوب کے دلائل کی تقدیم کو چاہتی ہے کیونکہ یہ متاخر ہے اور جو وجہ پہلے مذکور ہوئی وہ اس کی تقدیم کی متقاضی ہے کیونکہ اس سے برأت اصلیہ اٹھ جاتی ہے قطع نظر اس کے مقدم یا مؤخر ہونے کے۔

اور جو بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ درود شریف کا حکم تشہد سے متاخر ہے وہ ان حضرات کا یہ قول ہے کہ آپ پر سلام کی پہچان تو ہمیں حاصل ہو گئی ہے تو درود شریف کیسے پڑھیں؟ اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ پر سلام تشہد کے ذکر سے ملا ہوا ہے اور یہ نماز میں تشہد کے ذکر کے بغیر جائز نہیں جہاں تک معترض کی اس بات کا تعلق ہے کہ جو لوگ اسے فرض نہیں سمجھتے ان کی ایک دلیل حضرت حسن بن حر کی حدیث ہے جو انہوں نے قاسم بن مخیمرہ سے نقل کی انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی جس میں یوں آیا ہے کہ:

(۲۳۲) جب تم یہ کہہ لو (تشہد پڑھ لو) تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی اب اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں تو اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا گیا:

1: یہ اضافہ حدیث شریف میں باہر سے داخل کیا گیا' نبی اکرم ﷺ کا کلام نہیں اس بات کو ائمہ حفاظ (حدیث) نے ذکر کیا ہے۔ امام دار قطنی نے کتاب ''العلل'' میں فرمایا: حسن بن حر' قاسم بن مخیمرہ سے وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان سے یہ حدیث محمد بن عجلان' حسین جعفی' زہیر بن معاویہ اور عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان نے روایت کی۔

ابن عجلان اور حسین جعفی اس کے الفاظ پر متفق ہیں لیکن زہیر کی روایت میں ان کے الفاظ پر اضافہ ہے جو اس کے آخر میں زہیر سے روایت کرنے والے بعض راویوں کی طرف سے ہے اور وہ الفاظ اس طرح ہیں:

اذا قضیت ھذا او فعلت ھذا فقد قضیت صلاتک ان شئت ان تقوم فقم۔

جب تم یہ ادا کر چکو یا یہ کرو (تشہد پڑھ لو یا قعدہ کر لو) تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی اب اگر کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ۔

شبابہ بن سوار نے زہیر سے روایت کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے الفاظ کو الگ کیا ہے اور زہیر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کلام فرمایا۔

اسی طرح اسے ابن ثوبان نے حسن بن حر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور نبی اکرم ﷺ کے کلام کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے الگ کیا' یہی درست ہے۔

اور کتاب ''السنن'' میں ہے کہ حضرت زہیر کی حدیث روایت کی' وہ حسن بن حر سے اسے روایت کرتے ہیں اور اس میں اضافہ ہے۔

پھر کہا کہ ان میں سے بعض نے حدیث میں حضرت زہیر سے اس (اضافہ) کو نقل کیا

اور نبی اکرم ﷺ کے کلام سے ملا دیا لیکن شبابہ نے زہیر سے روایت کرتے ہوئے اسے الگ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے قرار دیا اور یہ ان لوگوں کے قول سے بہتر ہے جنہوں نے اسے رسول اکرم ﷺ کی حدیث میں شامل کر دیا کیونکہ ثوبان نے اسے حسن بن حر سے اسی طرح روایت کیا۔

اور اس کے آخر کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا یہی درستگی کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت ان لوگوں کے قول کے جنہوں نے اسے رسول اکرم ﷺ کی حدیث میں شامل کیا کیونکہ ابن ثوبان نے اسے حسن بن حر سے اسی طرح روایت کیا اور اس کے آخر کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا۔

نیز حسین جعفی' ابن عجلان اور محمد بن ابان نے حسن بن حر سے روایت کرتے ہوئے حدیث میں اس کے ذکر کو ترک کیا جب کہ حضرت علقمہ وغیرہ کے واسطہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تشہد روایت کرنے والوں نے اس بات پر اتفاق کیا' پھر شبابہ کی روایت ذکر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام کو حدیث سے جدا ذکر کیا۔

پھر فرمایا کہ شبابہ ثقہ ہیں اور انہوں نے حدیث کے آخر میں الگ ذکر کیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا۔

اور یہ ان لوگوں کی روایت سے زیادہ صحیح ہے جنہوں نے اسے رسول اکرم ﷺ کی حدیث میں داخل کیا۔

غسان بن ربیع وغیرہ نے بھی ان کی اتباع کی اور اسے ابن ثوبان سے روایت کیا' انہوں نے حسن بن حر سے اسی طرح روایت کیا اور اس حدیث کے آخر کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام قرار دیا نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

ابو بکر الخطیب نے اس حدیث کو اپنی کتاب ''الفصل للوصل'' میں ذکر کیا اور فرمایا: ان لوگوں کا قول جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے کلام کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے جدا کیا اور بتایا کہ درست بات یہ ہے کہ زیادتی حدیث میں شامل کی گئی ہے۔

سوال: تم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اور یہ قول جو اس بات میں تمہارے موافق ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ کا قول ہے تمہاری روایت کو باطل کر دیتا ہے۔ اگر حدیث نبی اکرم ﷺ کے کلام سے ہے تو وہ عدم وجوب میں واضح ہے اور اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے کلام سے ہے تو وہ تمہاری اس روایت کو باطل کرتا ہے جو تم نے ان سے نقل کی ہے۔

جوابات: یہ سوال مضبوط ہے اور اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں:

پہلا جواب: قاضی ابو الطیب نے کہا کہ ان کا قول ''جب تم یہ پڑھ لو تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مکمل ہونے کے قریب ہو گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ (اس صورت میں) نماز کے نامکمل ہونے پر ہمارا اجماع ہے۔

لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا کہ اگر کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔

اور جو لوگ (نماز میں) درود شریف پڑھنا واجب قرار دیتے ہیں وہ کھڑا ہونے اور بیٹھنے کے درمیان اختیار نہیں دیتے جب تک درود شریف نہ پڑھے۔

دوسرا جواب: یہ حدیث ایسے معنی کی بنیاد پر آتی ہے جو تشہد میں پایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام نماز میں ''السلام علی اللہ'' پڑھتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے تم یوں کہو پس ان کو تشہد سکھایا اور جب تم یہ کہو تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی' کا معنی یہ ہے کہ جب تم اس کے ساتھ وہ عمل ملاؤ جو اس نماز میں واجب ہے جیسے رکوع' سجدہ' قرأت' سلام پھیرنا وغیرہ۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ سلام کا ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ اس کے فرائض سے ہے کیونکہ اس بات سے ان کو آگاہی دے دی لہٰذا اس بات کو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی مثال رسول اکرم ﷺ کا صدقہ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے:

(۲۳۳) انها تو خذ من اغنياء هم فترد على فقراء هم.	یہ (صدقہ یعنی زکوٰۃ) ان (مسلمانوں) کے مالدار لوگوں سے لے کر ان کے فقراء کی طرف لوٹایا جائے۔

صحیح بخاری (۱۴۵۸_۱۳۹۵_۱۴۹۶) صحیح مسلم (۱۹) سنن ابوداؤد (۱۵۸۴) جامع ترمذی (۶۲۵) سنن نسائی (ج۵ ص ۲) سنن ابن ماجہ (۱۷۸۳) ابن حبان (۱۵۶) سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۱۳۶) مسند امام احمد (ج۱ ص ۲۳۳) بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

یعنی (ان فقراء کو) اور جو ان کے ساتھ ملائے گئے اور قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا گیا اور وہ آٹھ اقسام کے لوگ ہیں۔ [1]

وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی مثل اس شخص کا واقعہ ہے جو نماز میں کوتاہی کرنے والا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۳٤) ارجع فصل فانک لم تصل. جاؤ نماز لوٹاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

پھر اسے اس عمل کا حکم دیا جسے آپ نے دیکھا کہ وہ نماز بجا نہیں لایا یا یہ کہ اس نے نماز قائم نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو۔ آگے مکمل حدیث ہے۔

صحیح بخاری (۷۵۷_۷۹۳) صحیح مسلم (۳۹۷) سنن ابو داؤد (۸۵٦) جامع ترمذی (۳۰۳) سنن نسائی (ج۲ص۱۲٤) سنن ابن ماجہ (۱۰٦۰) ابن حبان (۱۸۹۰) سنن بیہقی (ج۲ص۸۸_۱۱۷) مسند امام احمد (ج۲ص٤۳۷) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

آپ نے اس میں تشہد اور سلام سے خاموشی اختیار فرمائی۔ تشہد اور سلام کے وجوب پر اس حدیث کے علاوہ بھی دلائل ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے ان کو اس طرح سکھائے جس طرح آپ ان کو قرآن مجید کی سورتیں سکھاتے تھے اور ان کو بتایا کہ یہ ان کی نماز میں ہے اور اس مسئلہ میں دلیل یہ بھی ہے کہ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا ہے کسی اور بات کے ساتھ نہیں یہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف اس حدیث کے علاوہ سے ماخوذ ہے۔

ان حضرات نے کہا کہ جو شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بنیاد پر تشہد کو فرض قرار دیتا ہے اور مخالفین کا رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تشہد کی مقدار بیٹھے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی اور ان لوگوں کا بھی رد کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی' اس شخص کے لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرنا جائز ہے کہ آپ نے اپنی حدیث میں تکمیل نماز کو تشہد سے معلق کیا تو جو شخص رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب قرار دیتا ہے اس کے لیے بھی

[1] اس میں یہ بتایا کہ فقراء کا ذکر کیا لیکن دوسرے مصارف زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا تو وہ خود بخود اس میں شامل ہوگئے۔ ۱۲ ادارہ (؟)

جائز ہے کہ وہ ان احادیث سے استدلال کرے جو اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اور وہ ان احادیث کو ان لوگوں کے خلاف حجت قرار دے جنہوں نے اس کے وجوب کی نفی کی ہے جس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث وجوب تشہد یا اس کے ساتھ وجوب قعدہ کی نفی پر حجت ہے۔

ان حضرات نے فرمایا: ہمارا استدلال تمہارے استدلال سے زیادہ قوی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے استدلال ہے اور امت نے ہر دور میں اس پر عمل کیا۔ اگر وجوب تشہد کے استدلال سے یہ زیادہ مضبوط نہ بھی ہو تو اس سے کمزور بھی نہیں اگرچہ فقہاء میں سے بعض حضرات اس مسئلہ میں ہم سے اختلاف کرتے ہیں تو وہ ان کی طرح ہیں جو وجوب تشہد میں تم سے اختلاف کرتے ہیں اور دلیل میں حجت ہوتی ہے جہاں بھی ہو اور جس کے ساتھ ہو۔

تیسرا جواب: ہماری مخالفت کرنے والوں میں کوئی ایک بھی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ہمارے خلاف اس روایت سے حجت پیش کر سکے نہ تو مرفوع حدیث سے اور نہ ہی موقوف حدیث سے۔

جو اس حدیث سے استدلال کرتا ہے' اسے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ جب تم یہ (تشہد) پڑھ لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی آیا یہ صرف اسی (تشہد) سے متعلق ہے یا نماز کے تمام واجبات کی طرف مضاف ہے؟ پہلی بات محال اور باطل ہے اور دوسری بات حق ہے لیکن فقہاء کا جن باتوں میں اختلاف ہے کہ یہ واجبات نماز سے ہیں یا نہیں تو ان میں سے کسی چیز کے وجوب کی نفی نہیں کرتا چہ جائیکہ درود شریف کے وجوب کی نفی کرے۔ اسی لیے سلام' نماز کی تکمیل سے ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے واجبات سے ہے یوں ہی تشہد کے لیے بیٹھنے کا حکم ہے لیکن اس کا ذکر نہیں کیا۔

اسی طرح اگر اس پر سجدۂ سہو واجب ہو تو اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی لیکن اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔

چوتھا جواب: چوتھا جواب اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تشہد فرض نہیں بلکہ جب وہ تشہد کی مقدار بیٹھے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی تشہد پڑھے یا

نہ پڑھے۔ اور حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ تشہد کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اگر تمہارا استدلال یہ ہے کہ تکمیل کو تشہد کے ساتھ معلق کیا ہے تو اس کے بعد درود شریف کا واجب نہ ہونا درست ہے پس یہ تمہارے خلاف حجت ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ تکمیل کو معلق کیا گیا اور تمہارا یہ قول کہ تشہد فرض نہیں ہے' باطل ہو جائے گا اور اگر اس سے استدلال صحیح نہ ہو تو وجوب کے دلائل کا معارضہ باطل ہو جائے گا اور تمہارا یہ قول بھی باطل ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ پر (نماز میں) درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے تو دونوں تقدیروں پر تمہارا قول باطل ہو گیا۔ اگر تم کہو کہ ہم اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ ان کا یہ قول کہ جب یہ کہہ دو (تشہد پڑھ لو) تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی۔

تو اس سے مستحب امور کا مکمل ہونا مراد ہے (ورنہ) واجب قعدے سے مکمل ہو گیا۔

تو (اس کے جواب میں) کہا جائے گا کہ جو لوگ درود شریف (کے وجوب) کی نفی کرتے ہیں ان کے قول کے مطابق اور جو واجب کہتے ہیں ان کے قول کے مطابق (بھی) یہ قول فاسد ہے کیونکہ جو لوگ وجوب کی نفی کرتے ہیں ان سے اس بات میں جھگڑا نہیں کہ استحباب کی تکمیل اس پر موقوف ہے اور یہ کہ مستحب امور کی تکمیل صرف وجوب سے ہوتی ہے اور جو اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ واجب کی تکمیل اس درود شریف کے ساتھ ہی ہوتی ہے تو دونوں تقدیروں پر تمہارے لیے حدیث سے استدلال بالکل ناممکن ہے۔

اور ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یوں ہے:

اذا رفع راسه من السجدة فقد مضت صلاته.	جب سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔

تو اس حدیث کا جواب کئی طریقوں سے دیا گیا ہے:

۱۔ یہ حدیث معلول ہے اور اس کی تعلیل درج ذیل وجوہ سے ہے:

ا: امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند قوی نہیں اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔

ب: یہ عبد الرحمن بن زیاد بن انعم افریقی سے مروی ہے اور اسے متعدد ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ج: اسے بکر بن سوادہ نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا اور ان دونوں کے درمیان ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ منقطع حدیث ہے۔

د: اس کی سند میں اضطراب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا۔

ہ: اس کے متن میں اضطراب ہے' کبھی کہا کہ جب سجدہ سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔

جب کہ ابو داؤد اور ترمذی میں دوسرے الفاظ ہیں وہ یہ کہ جب کوئی شخص آخری قعدہ کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز جائز ہے۔ طحاوی کے الفاظ اس طرح نہیں ہیں۔

امام طحاوی کے الفاظ میں اس طرح ہے:

جب امام نماز مکمل کر چکے اور قعدہ کرے پھر وہ یا اس کا کوئی مقتدی بے وضو ہو جائے اور ابھی امام نے سلام نہ پھیرا ہو تو اس کی نماز مکمل ہو گئی لہٰذا اس کا اعادہ نہ کرے تو یہ پہلے معنی کے خلاف ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے وہ الفاظ اس طرح ہیں "جب نمازی نماز کے آخر میں سر اٹھائے اور تشہد پڑھ لے' پھر بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی"۔

ان تمام روایات کا دارومدار افریقی (راوی) پر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی یادداشت کی کمزوری کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ واللہ اعلم

اور ان کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تشہد کی مقدار بیٹھے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن سعید نے اپنی کتاب "مسائل" میں فرمایا کہ میں نے حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو تشہد چھوڑ دیتا ہے تو انہوں نے فرمایا: دوبارہ نماز پڑھے۔ میں نے کہا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص تشہد کی مقدار بیٹھے (اس کی نماز مکمل ہو گئی) تو انہوں نے فرمایا: یہ صحیح نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے جو حدیث مروی ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت کے خلاف ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ اعمش نے حضرت ابو وائل کے واسطہ سے حضرت عبد اللہ سے تشہد کا واقعہ نقل کیا اور فرمایا: پھر جو کلام چاہے پڑھے اور اس میں درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ درود شریف کے وجوب سے خاموشی پر دلالت ہے لہٰذا یہ احادیث وجوب سے معارض نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہ بات کہ حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث وجوب کی نفی پر دلالت کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت فضالہ کی حدیث ہمارے لیے حجت نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو تشہد میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا اور آپ کا حکم وجوب کے لیے ہے اور یہ تشہد کے حکم کی طرح ہے اور جب امر دونوں کو شامل ہے تو دونوں باتوں میں جن کا حکم دیا گیا' فرق کرنا زیادتی ہے اگر تم کہو کہ ہمارے نزدیک تشہد واجب نہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ حدیث دونوں مسئلوں میں تمہارے خلاف ہماری دلیل ہے اور دلیل کی اتباع واجب ہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس نمازی کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا وراگر (نماز میں) آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کے اعادہ کا حکم دیتے جس طرح نماز میں کوتاہی کرنے والے کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اس کا جواب کئی طریقوں سے ہے:

۱- درود شریف کے وجوب کا علم نہ تھا اور اس کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ واجب نہیں ہے پس آپ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہ دیا لیکن مستقبل میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔
پس آپ کا مستقبل میں اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم دینا اس کے وجوب کی دلیل ہے اور آپ کے اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص عدم وجوب کا علم نہیں رکھتا اسے معذور سمجھا جائے' اسی طرح ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے نماز میں کوتاہی کرنے والے کو گذشتہ نماز میں لوٹانے کا حکم نہیں دیا' البتہ اس کو بتایا کہ اس نماز کے علاوہ تمہاری نماز درست نہ ہوگی اور اس میں اسے معذور قرار دیا۔

اگر کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا اور جہالت کی وجہ سے اسے معذور قرار کیوں نہ دیا؟

ہم کہتے ہیں کہ وقت باقی تھا اور اسے ارکانِ نماز کی تعلیم دی تو اس پر دوبارہ پڑھنا

واجب تھا۔

اگر کہا جائے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کو دوبارہ اس نماز کے پڑھنے کا حکم کیوں نہ دیا جس طرح کوتاہی کرنے والے کو حکم دیا؟

ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا واضح حکم ہے اور اس کا وجوب ظاہر ہے اور یہ احتمال ہے کہ اس شخص نے جب نبی اکرم ﷺ سے یہ امر سنا ہو تو آپ کے حکم کے بغیر نماز دوبارہ پڑھنے کی جلدی کی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ نفل نماز ہو اس کا اعادہ واجب نہ ہو اس کے علاوہ بھی احتمال ہے پس ظاہر بات کو چھوڑا نہیں جاسکتا اور وہ اس مشتبہ قابل احتمال بات کے لیے مضبوط دلیل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

پس حضرت فضالہ کی حدیث یا تو برابری کی بنیاد پر مشترک ہے پس تمہارے لیے اس میں کوئی حجت نہیں یا ہمارے مؤقف کی راجح دلیل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ پس تمہارے لیے اس صورت میں بھی حجت نہیں دونوں تقدیروں پر اس سے تمہارا استدلال ساقط ہو گیا۔

یہ کہنا کہ نماز میں کوتاہی کرنے والے کو نبی اکرم ﷺ نے درود شریف نہیں سکھایا' اگر یہ فرض ہوتا تو آپ اسے یہ بھی سکھاتے؟

تو اس کا جواب کئی طریقوں پر ہے:

۱- اس کوتاہی کرنے والے سے متعلق حدیث سے متاخرین نے ہر اس بات کی نفی کے لیے استدلال کیا جس کے وجوب کی وہ نفی کرتے ہیں اور اسے اس کی طاقت سے زائد پر محمول کیا اور جس بات کے وجوب میں اختلاف ہے' اس کی نفی میں مبالغہ کیا۔ پس جو فاتحہ کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ بھی اس سے استدلال کرتا ہے' جو سلام کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ بھی اس سے استدلال کرتا ہے' جو رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ بھی اس سے استدلال کرتا ہے' جو رکوع و سجود کے اذکار اور اعتدال کے رکن ہونے کی نفی کرتا ہے وہ بھی استدلال کرتا ہے اور جو انتقالی تکبیرات کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ بھی اس میں استدلال کرتا ہے۔

لیکن یہ تمام صورتیں استدلال میں کاہلی اور کمزوری ہے ورنہ تحقیق تو یہ ہے کہ اس سے کسی وجوب کی نفی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس میں وجوب یا اس کی نفی سے

خاموشی ہے اور واجب کرنے والے دلائل سے وجوب کا ثبوت اس کے معارض ہے۔

اگر کہا جائے کہ کسی بات کا حکم نہ دینا اور اس سے خاموشی اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں کیونکہ یہ مقام بیان ہے اور حاجت کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں؟

(جواب میں) کہا گیا کہ کسی کے لیے ممکن نہیں کہ اس سے اس طریقے پر استدلال کرے ورنہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ کہے کہ تشہد اور اس کے لیے قعدہ واجب نہیں، نہ سلام واجب ہے، نہ نیت اور نہ ہی قرأت فاتحہ بلکہ ہر وہ عمل واجب نہیں جس کا حدیث میں ذکر نہیں۔ قیاس یہ ہوگا کہ قبلہ رخ اور وقت پر نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کا حکم نہیں دیا حالانکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اگر تم کہو کہ اسے تو صرف وہی باتیں سکھائیں جن میں اس سے کوتاہی ہوئی اور ان امور میں کوتاہی نہیں ہوئی تو (اس کے جواب میں) تم سے کہا جائے گا: تو تم نے جن باتوں کے وجوب کی نفی پر اس حدیث سے استدلال کیا ان میں اپنے مد مقابل حضرات سے صرف اسی جواب پر اکتفا کرو۔

۲- نبی اکرم ﷺ نے جن اجزائے نماز کا حکم دیا ان کے وجوب پر دلیل ظاہر ہے اور اس بھولنے والے شخص کو حکم نہ دینے میں کئی امور کا احتمال ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں کوتاہی نہیں ہوئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد واجب ہوا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بڑے بڑے اور اہم ارکان کی تعلیم دی اور باقی تعلیم کو اس کی نماز سے متعلق اپنے مشاہدے کی طرف پھیر دیا یا بعض صحابہ کرام کے سکھانے پر اکتفا کیا کیونکہ آپ صحابہ کرام کو حکم دیتے تھے کہ ایک دوسرے کو تعلیم دیں۔ پس ان کے نزدیک یہ بات مقرر تھی کہ آپ نے ان کو بے خبر لوگوں کو سکھانے اور بھٹکنے والوں کو راہ دکھانے کی طرف رہنمائی کی اور اس میں کیا ممانعت ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعض صحابہ کرام کو خود تعلیم دیں اور بعض صحابہ کرام کو دیگر صحابہ کرام سکھائیں۔

جب یہ احتمال ہے تو یہ مشتبہ اور مجمل بات ان دلائل کے معارض نہیں ہوگی جن سے

رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کا وجوب ثابت ہوتا ہے یا دیگر واجبات نماز ثابت ہوتے ہیں، چہ جائیکہ یہ ان پر مقدم ہو۔ پس واجب یہ ہے کہ صریح محکم بات کو مشتبہ اور مجمل بات پر مقدم کیا جائے۔ واللہ اعلم

ان کا یہ کہنا کہ فرائض ایسی صحیح دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جس کے معارض کوئی دلیل یا اجماع نہ ہو؟

ہم کہتے ہیں کہ اب وجوب پر ہمارے دلائل سنئے، ہمارے پاس اس پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الاحزاب:٥٦)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود (شریف) اور خوب سلام بھیجو۔

اس میں (وجوب پر) دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنوں کو رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا اور اس کا مطلق امر (حکم) وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا جس کا حکم دیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"قولوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" (آخر تک حدیث گزر چکی ہے)۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ جس سلام کی ان کو تعلیم دی گئی تھی وہ نماز میں پڑھا جانے والا سلام ہے اور یہ سلام تشہد ہے پس دونوں حکموں، تعلیموں اور مقاموں کا مخرج ایک ہی ہے۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو تشہد سکھایا اور نماز میں پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں آپ پر سلام کا ذکر بھی ہے پس انہوں نے آپ پر درود شریف پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ان کو سکھایا پھر اسے اس سلام سے تشبیہ دی جو ان کو سکھایا گیا اور یہ اس بات پر دلالت ہے کہ حدیث میں مذکور صلوٰۃ وسلام وہی ہے جو نماز میں

ہے۔

نیز اس کی وضاحت اس طرح بھی ہے کہ اگر صلوٰۃ وسلام سے مراد نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام ہوتا تو ہر سلام بھیجنے والا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" کہتا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ اس کیفیت کے ساتھ سلام کو مقید نہیں کرتے تھے بلکہ ان میں سے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ "السلام علیکم" کہتا اور کبھی "السلام علی رسول اللہ" اور کبھی "السلام علیک یا رسول اللہ" کہتا اور اس طرح کے دیگر الفاظ سے سلام کیا جاتا تھا۔ اور وہ آغاز اسلام سے مسلسل اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلام کہتے تھے اور جو کچھ ان کو سکھایا گیا وہ اس پر زائد تھا اور یہ نماز کا سلام ہے۔

مزید وضاحت اس طرح ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث میں ہے:

كيف نصلي عليك اذا نحن صلينا في صلاتنا. "جب ہم آپ پر نماز میں درود شریف پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟

مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۶۸) مسند امام احمد (ج ۴ ص ۱۱۹) بروایت ابو مسعود رضی اللہ عنہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ان الفاظ کو صحیح قرار دیا' ان میں ابن خزیمہ' ابن حبان' حاکم' دارقطنی اور بیہقی شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں یہ بات گزر چکی ہے' اس کی علت اور اس کا جواب بھی گزر چکا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا گیا وہ نماز میں پڑھا جانے والا درود شریف ہے اور قرآن مجید میں جس درود شریف کا حکم دیا گیا یہ اسی کے حوالے سے ہے تو ثابت ہوا کہ اس سے وجوب مراد ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے۔ شاید امام احمد رحمہ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس میں مضطرب تھا پھر مجھ پر واضح ہوا کہ یہ واجب ہے۔ ان کا کلام پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

چند سوالات

اس استدلال پر چند سوالات ہیں:

پہلا سوال: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ سلام اس طرح ہے جس طرح تم جان چکے ہو دو باتوں کا احتمال رکھتا ہے۔

(۱) نماز میں آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا (۲) نماز سے سلام پھیرنا' یہ بات ابن عبدالبر نے کہی ہے۔

دوسرا سوال: جو کچھ تم نے ذکر کیا' زیادہ سے زیادہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صلاۃ و سلام ملے ہوئے ہیں اور چونکہ تشہد میں سلام واجب ہے پس درود شریف کا حکم بھی اسی طرح ہے (واجب ہے) لیکن باہم ملنے کی دلالت ضعیف ہے۔

تیسرا سوال: ہم سلام اور صلوٰۃ کے وجوب کو تسلیم نہیں کرتے اور تمہارا یہ استدلال اس وقت کامل ہوگا جب آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کو واجب قرار دیا جائے۔

ان سوالات کے جوابات

پہلے سوال کا جواب: پہلا سوال بالکل باطل ہے کیونکہ خود نص حدیث میں ایسی بات موجود ہے جو اس میں احتمال کو باطل کرتی ہے' وہ بات یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر یہ سلام تو ہمیں معلوم ہے تو آپ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ کیسے پیش کریں؟ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں نیز انہوں نے اس صلوٰۃ وسلام کی کیفیت کا سوال کیا جن کا حکم آیت کریمہ میں دیا گیا' نماز سے سلام پھیرنے کے بارے میں نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب: جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے تو یہ ایسے شخص کا سوال ہے جو دلالت کی تقریر سمجھ نہیں سکا۔ ہم نے دونوں کے ملنے کو دلیل نہیں بنایا' ہمارا استدلال قرآنی حکم سے ہے اور ہم نے بیان کیا کہ ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود شریف کی تعلیم کا سوال کیا وہ نماز شریف کا درود شریف ہے۔

تیسرے سوال کا جواب: اس میں انتہائی درجہ کا فساد ہے کیونکہ کتاب وسنت کے جو دلائل مخالف کے خلاف ہوں ان پر اعتراض کا حق نہیں۔ تو ایسے مسئلہ میں جس پر تمہارے مخالف نے دلائل قائم کیے ہوں تم کس طرح اختلاف کر سکتے ہو جب کہ تمہارا اختلاف ایسی دلیل صحیح کو باطل کرنے والا ہو جس کے لیے دوسرے مسئلہ میں کوئی معارض نہیں۔

اور یہ تو اہل علم کے طریقہ کے خلاف ہے کیونکہ دلائل تو وہ ہوتے ہیں جو مخالف قول کو باطل کردیں اور ان کے ذریعے ان لوگوں پر اعتراض کیا جائے جو ان کے موجب کے خلاف ہیں اور وہ مخالف اقوال پر مقدم ہوتے ہیں نہ یہ کہ مجتہدین کے اقوال کے ذریعے دلائل کی مخالفت کی جائے اور ان کے مقتضیٰ کو باطل کرکے ان پر ان اقوال کو مقدم کیا جائے۔

پھر یہ حدیث دو مسئلوں میں تمہارے خلاف دلیل ہے کیونکہ یہ سلام اور درود شریف دونوں کے وجوب کی دلیل ہے پس اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل

نبی اکرم ﷺ تشہد میں درود شریف پڑھتے تھے اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس طرح نماز پڑھیں جس طرح آپ پڑھتے تھے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو افعال کیے وہ واجب ہیں ہاں جسے دلیل خاص کردے۔ پس یہاں دو مقدمے ہیں۔[1]

پہلا مقدمہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے مسند میں جو روایت نقل کی ہے اس میں اس (مقدمہ) کا بیان ہے۔

(۲۳۵) وہ حضرت ابراہیم بن محمد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن اسحاق نے بیان کیا' وہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے' وہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز میں اس طرح پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (ترجمہ بار بار گزر چکا ہے)۔

حوالہ کے لیے حدیث (۲) ملاحظہ کریں نیز مسند امام شافعی (ج ۱ ص ۹۷) بروایت حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔

اس سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہیں جن کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے جن میں

[1] احناف کے نزدیک وجوب کے لیے حضور علیہ السلام کا امر ضروری ہے' آپ کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا (کتب اصول فقہ)۔ ۱۲ ہزاروی

امام شافعی' ابن اصبہانی' ابن عدی اور ابن عقدہ ہیں اور دوسرے حضرات نے ان کو ضعیف قرار دیا۔

دوسرا مقدمہ: اس مقدمہ کا بیان صحیح بخاری میں ہے۔

(۲۳۶) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم لوگ نوجوان ہم عمر تھے' رسول اکرم ﷺ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے' آپ نے خیال کیا کہ ہمیں گھر والوں کی یاد ستا رہی ہے پس آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم نے گھر میں کن لوگوں کو چھوڑا ہے اور آپ بہت زیادہ نرم دل مہربان تھے۔

آپ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کی طرف واپس جاؤ اور ان کو (دین سکھاؤ) اور ان سے کہو کہ ایسی نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے بڑا تمہیں نماز پڑھائے۔

صحیح بخاری (۶۲۸۔ ۶۸۵۔ ۶۰۰۸) صحیح مسلم (۶۷۴) سنن ابوداؤد (۵۸۹) سنن نسائی (ج ۲ ص ۸۔ ۹) سنن ابن ماجہ (۹۷۹) سنن بیہقی (ج ۱ ص ۴۱۱۔ ۱۲۰) مسند امام احمد (ج ۵ ص ۵۳۔ ۴۳۶) ابن حبان (۱۶۵۸) بروایت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ۔

اس استدلال پر اعتراضات دوسرے مقام پر مذکور ہیں۔

تیسری دلیل

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے یا ان کے علاوہ کسی اور سے فرمایا:

اذا صلی احدکم فلیبدا بتحمید اللہ والثناء علیہ والصلوۃ ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بماشاء.

جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر جو دعا چاہے مانگے۔

اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور اہل سنن (سنن ابوداؤد وغیرہ) نے روایت کیا اور ابن خزیمہ' ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (۳۶)

اعتراضات

اس حدیث پر چند وجوہ سے اعتراض کیا گیا:

پہلا اعتراض: نبی اکرم ﷺ نے اس نمازی کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

جواب: اور اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ دعا نماز کے بعد ہے نماز کے اندر نہیں اور اس کی دلیل جامع ترمذی میں رشدین کی حدیث ہے (جو یوں ہے):

(۲۳۷) اس دوران کہ رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ. یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تو نے جلدی کی جب تم نماز پڑھو اور (اس میں) قعدہ کرو تو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی تعریف کرو اور مجھ پر درود شریف پڑھ کر دعا مانگو۔ جامع ترمذی (۳۴۷۶) بروایت حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نیز دیکھئے حدیث (۳۶)

اس کا جواب: اس کا جواب کئی طریقوں پر ہے:

۱- رشدین (راوی) کو ابو زرعہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اگر وہ اپنی روایت میں تنہا ہو تو حجت نہیں۔ تو جب وہ ثقہ ثابت لوگوں کی مخالفت کرے تو کس طرح قابل قبول ہوگا کیونکہ جس نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اس نے کہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے سنا وہ نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔[۱]

۲- رشدین نے اپنی حدیث میں یہ نہیں کہا کہ اس دعا مانگنے والے نے نماز کے اختتام پر دعا مانگی اور نہ ہی ان کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں بلکہ یہ کہا کہ نماز پڑھی تو "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" کہا اور یہ الفاظ اس بات پر دلالت نہیں کہ انہوں نے نماز سے فراغت کے بعد دعا کی اور اس حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے (کہ نماز کے اندر کی بات ہے) کیونکہ فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتدا

[۱] نماز میں دعا مانگنا سنت ہے نماز کے واجبات تشہد پر مکمل ہو جاتے ہیں ہاں اس کے بعد سلام واجب ہے۔ ۱۲ از اردو

کرے" اور یہ بات معلوم ہے کہ اس سے مراد نماز سے فراغت نہیں بلکہ نماز میں داخل ہونا ہے خصوصاً جب کہ نبی کریم ﷺ کی عام دعائیں نماز کے اندر ہوتی تھیں باہر نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت عمار اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے اور ان میں سے کسی نے یہ بات صحیح حدیث میں نقل نہیں کی کہ آپ نماز سے باہر یہ دعا مانگتے تھے۔

اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کہ ایسی دعا بتائیں جو وہ نماز میں مانگیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ دعا نماز سے باہر مانگو اور اس دعا مانگنے والے سے بھی یہ نہیں فرمایا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگو خصوصاً جب کہ نمازی (نماز میں) اپنے رب سے مناجات کرتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس وقت اس کا اپنے رب کو پکارنا نماز اور مناجات سے فراغت کے بعد دعا مانگنے کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہے۔

۳- نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی تعریف کرو (حمد بیان کرو) تو اس سے مراد قعود میں تشہد ہے۔ اسی لیے فرمایا: جب تم نماز پڑھتے ہوئے قعدہ کرو۔ یعنی تشہد میں پڑھو پس آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ (تشہد میں) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے۔

تیسرا اعتراض: نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف کے بعد دعا مانگے' غیر معین ہے تو تم کس بنیاد پر کہتے ہو کہ یہ تشہد کے بعد ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں آخری تشہد کے علاوہ کوئی ایسا مقام نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء پھر درود شریف اور پھر دعا شروع ہو کیونکہ قیام' رکوع اور سجدے میں بالاتفاق یہ جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد نماز کے آخر میں تشہد کے لیے قعدہ ہی مراد ہے۔

چوتھا اعتراض: اس میں درود شریف کے بعد دعا کا حکم دیا گیا اور دعا واجب نہیں لہٰذا درود شریف پڑھنا بھی واجب نہیں۔

جواب: (۱) یہ بات محال نہیں کہ دو باتوں کا حکم دیں اور ان میں سے ایک کے عدم وجوب پر

دلیل قائم ہوا اور دوسری بات اصل وجوب پر باقی رہے۔

(ب) جو کچھ حمد وثناء کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے یہ دعا سے پہلے واجب ہے اور یہی تشہد ہے اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا اور خبر بھی دی کہ یہ فرض ہے اور اس کے ساتھ دعا کا ملنا جب اس (تشہد) کے وجوب کو ساقط نہیں کرتا تو درود شریف (کے وجوب) کو بھی ساقط نہیں کرے گا۔

(ج) تمہارا یہ قول کہ دعا واجب نہیں' باطل ہے کیونکہ بعض دعائیں واجب ہیں اور وہ گناہوں سے توبہ واستغفار اور ہدایت وعفو وغیرہ کی دعائیں واجب ہیں۔

(۲۳۸) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

من لم یسال اللہ یغضب علیہ. جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔

الادب المفرد للبخاری (۶۵۸) جامع ترمذی (۳۳۷۰) سنن ابن ماجہ (۳۸۲۷) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۴۹۱) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۴۴۳-۴۷۷) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور غضب واجب کے چھوڑنے اور حرام کے ارتکاب پر ہوتا ہے۔

پانچواں اعتراض: اگر نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بیان اس وقت تک مؤخر نہ کرتے کہ ایک شخص کو دیکھیں جو درود شریف نہیں پڑھتا تو آپ اسے اس بات کا حکم دیں بلکہ اس حدیث سے پہلے اس کے وجوب کا علم ہوتا۔

جواب: ہم نے یہ بات نہیں کہی کہ امت پر اس کا (درود شریف کا) وجوب صرف اس حدیث کی وجہ سے ہے بلکہ اس نمازی نے جب درود شریف چھوڑ دیا تو رسول اکرم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا جو پہلے سے آپ کی شریعت میں متعین ومعلوم تھی اور یہ اس شخص والی حدیث کی طرح ہے جس نے نماز میں کوتاہی کی کیونکہ رکوع' سجدے اور اطمینان کا امت پر واجب ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوا اور رسول اکرم ﷺ کا اس اعرابی کی نماز تک اس بیان کو مؤخر کرنا اسی وجہ سے تھا (کہ یہ پہلے سے واجب ہے) آپ نے اسے اس انداز میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جو اس سے پہلے امت کے لیے مشروع تھی۔

چھٹا اعتراض: امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے اس حدیث یعنی حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں یوں نقل کیا کہ حضور علیہ السلام نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا تو یہ

حرف ''او'' کے ساتھ مروی ہے اگر یہ ہر مکلف پر واجب ہوتا تو حرف ''او'' نہ ہوتا۔

جواب: یہ اعتراض کئی وجوہ سے فاسد ہے۔

پہلی وجہ: صحیح روایت جسے حضرت ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا' اس میں ہے' فقال لہ ولغیرہ ''واؤ'' کے ساتھ ہے۔ امام احمد' دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ اور دیگر نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

دوسری وجہ: یہاں حرف ''او'' اختیار کے لیے نہیں بلکہ تقسیم کے لیے ہے' معنیٰ یہ ہے کہ جو نمازی نماز پڑھے وہ درود شریف پڑھے چاہے یہ ہو یا کوئی دوسرا۔

جس طرح ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا. ان میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔ (الدھر ۲۴)

یہاں اختیار دینا مراد نہیں بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی ہو اس کی بات نہ مانو یہ (گناہ گار) ہو یا وہ (ناشکرا) ہو۔

تیسری وجہ: حدیث میں واضح طور پر عموم ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

اذا صلی احدکم فلیبدا بتحمید اللہ. جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتدا کرے۔

چوتھی وجہ: امام نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعلیم دی پس ذکر کیا (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) اور یہ عام ہے۔

چوتھی دلیل

یہ تین احادیث ہیں کہ ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر حجت نہیں البتہ جمع ہوں تو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔

(۲۳۹) پہلی حدیث: امام دارقطنی نے عمرو بن شمر کی روایت سے نقل کیا' وہ حضرت جابر الجعفی سے' وہ ابن بریدہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

یا بریدة اذا صلیت فی صلاتک فلا تترکن التشهد والصلوة علی فانها زکوة الصلوة و سلم علی جمیع انبیاء الله ورسله وسلم علی عباد الله الصالحین.	اے بریدہ! (رضی اللہ عنہ) جب تم نماز پڑھو تو تشہد اور مجھ پر درود شریف پڑھنا ہرگز ترک نہ کرو یہ نماز کی زکوٰۃ ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل عظام پر سلام بھیجو نیز اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام بھیجو۔

سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۳۵۵)

(۲۴۰) دوسری حدیث بھی امام دارقطنی نے عمرو بن شمر کے طریق سے روایت کی وہ حضرت جابر (جعفی) سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شعبی نے فرمایا: میں نے مسروق بن اجدع سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

لا یقبل الله صلاة الا بطهور وبالصلاة علی.	اللہ تعالیٰ کسی نماز کو وضو اور مجھ پر درود شریف کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۳۵۵)

لیکن عمرو بن شمر اور جابر (جعفی) کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا البتہ جابر' عمرو بن شمر سے زیادہ بہتر ہے۔

(۲۴۱) تیسری حدیث: اسے امام دارقطنی نے عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعد سے روایت کیا' وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا صلوة لمن لم یصل علی نبیه ﷺ. سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۳۵۵)	جو شخص اپنے نبی (ﷺ) پر درود شریف نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

دارقطنی نے اسے اُبی بن عباس سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے۔ عبدالمہیمن حجت نہیں البتہ اس کا بھائی اُبی اگرچہ ثقہ ہے اور امام بخاری نے اس سے استدلال کیا لیکن معروف حدیث عبدالمہیمن کی روایت سے ہے اور امام طبرانی نے اسے دو طریقوں سے روایت کیا لیکن وہ ثابت نہیں۔

پانچویں دلیل

حضرت ابن مسعود' ابن عمر اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم سے اس (درود شریف) کا وجوب ثابت ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے اور کسی صحابی سے عدم وجوب کا قول محفوظ نہیں اور جب کسی صحابی کے قول کی مخالفت اس کے غیر کی طرف سے نہ ہو تو وہ حجت ہوتا ہے خصوصاً اہل مدینہ اور عراق کا اصول یہی ہے۔

چھٹی دلیل

نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے اب تک لوگوں کا عمل یہی ہے (یعنی نماز میں درود شریف پڑھنا) اگر آپ پر درود شریف بھیجنا واجب نہ ہوتا تو تمام شہروں اور تمام زمانوں میں امت کا اس کے تشہد کے بعد ہونے اور قعدے کو اس سے خالی نہ چھوڑنے پر اتفاق نہ ہوتا۔

مقاتل بن حیان نے اپنی تفسیر میں الذین یقیمون الصلوة. (المائدہ:۵۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ (نماز کی اقامت) سے مراد اس کی محافظت' اوقات نماز کی نگہداشت' قیام' رکوع' سجود' تشہد اور آخری تشہد (قعدہ) میں درود شریف پڑھنا مراد ہے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگ تفسیر میں حضرت مقاتل کے عیال ہیں (محتاج ہیں) یہ حضرات فرماتے ہیں کہ نماز میں رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کا ہدیہ بھیجنا نماز کو قائم کرنا ہے جس کا (آیت میں) حکم دیا گیا پس یہ واجب ہے۔ اس گروہ نے قیاس سے بھی استدلال کیا لیکن ان قیاسوں کو ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: پھر ہم اپنے مقابل حضرات سے کہتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک نے ان دلائل کے بغیر بھی نماز میں کچھ باتوں کو واجب قرار دیا ہے' حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ وتر نماز کو واجب قرار دیتے ہیں جب کہ نماز میں درود شریف کے وجوب کے مقابلے میں وتر کے وجوب پر دلائل کی کیا حیثیت ہے؟ وہ نماز میں قہقہہ لگانے والے پر وضو کو واجب قرار دیتے ہیں اور ایسی مرسل حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس مسئلہ سے متعلق ہمارے دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتی نیز وہ قے سے وضو کو واجب قرار دیتے ہیں' اسی طرح پچھنے

لگانے اور اس طرح کے دیگر امور کی وجہ سے وضو کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن ان کے دلائل اس مسئلہ کے دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ [1]

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں کچھ امور فرض اور مستحب کے درمیان ہیں وہ فرض نہیں ہیں اور یہ فضیلت اور استحباب سے اوپر ہیں اور ان کے اصحاب (مالکی حضرات) ان کو سنن قرار دیتے ہیں۔ جس طرح فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا' انتقالی تکبیرات (رکوع و سجود وغیرہ کے لیے اللہ اکبر کہنا) پہلا جلسہ' بلند آواز سے اور آہستہ قرأت کرنا (وغیرہ) اور وہ ان کے ترک پر سجدۂ سہو کو لازم سمجھتے ہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ ان امور کو واجب قرار دیتے ہیں اور ان کے بھول کر چھوڑنے پر سجدۂ سہو لازم قرار دیتے ہیں۔

پس رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کا وجوب ان بے شمار امور کے وجوب سے اگر زیادہ مضبوط نہیں تو کم بھی نہیں۔

تو دونوں فریقوں کے دلائل یہ (مذکورہ بالا) ہیں اور مقصود یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ پر طعن و تشنیع باطل ہے کیونکہ جس مسئلہ پر اس قسم کے دلائل و روایات ہوں اسے اختیار کرنے والے پر کس طرح طعن کیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

درود شریف کا دوسرا مقام' نماز میں دوسری جگہ جہاں درود پڑھا جائے پہلا قعدہ ہے

اس سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے "الام" میں فرمایا کہ پہلے تشہد میں رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے' آپ کا مشہور مذہب اور جدید قول یہی ہے لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں۔ الام (ج ۱ ص ۱۱۷)

[1] یہ کتاب فریقین کے دلائل کی متحمل نہیں۔ الحمد للہ! حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے موقف پر مضبوط دلائل دیئے ہیں اور اس کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ ۱۲ ہزاروی

وہ پہلے قول میں فرماتے ہیں (پہلے قعدے میں) تشہد پر اضافہ نہ کیا جائے یہ بات مزنی نے ان سے نقل کی ہے اور امام احمد' امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ بھی یہی بات کہتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر دار قطنی کی روایت سے استدلال کیا گیا وہ موسیٰ بن عبیدہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں' وہ عبد اللہ بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۴۲) کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا التشهد التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

سنن دار قطنی (ج ۱ ص ۳۵۱)

رسول اکرم ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے تمام قولی' بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اے نبی (ﷺ) آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں' ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

امام دار قطنی نے عمرو بن شمر کے واسطے سے جابر (جعفی) سے مزید یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت جابر' حضرت عبد اللہ بن بریدہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۴۳) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

یا بریدة اذا صلیت فی صلاتک فلا تترکن الصلوة علی فیها فانها زکوة الصلوة. حوالہ و ترجمہ گزر چکا ہے حدیث (۲۴۰) ملاحظہ کیجئے

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حکم پہلے اور آخری دونوں قعدوں کو شامل ہے۔ اس موقف پر اس طرح بھی استدلال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درود شریف اور سلام کا حکم دیا پس یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جہاں سلام جائز ہے وہاں درود شریف بھی مشروع ہے۔ اسی لیے

صحابہ کرام نے درود شریف پڑھنے کا طریقہ پوچھا تھا اور انہوں نے یوں عرض کیا:

قد علمنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک. — آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے آپ کی بارگاہ میں درود شریف کس طرح بھیجیں؟

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ صلوٰۃ (درود شریف) سلام سے ملا ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نمازی مسلمان ہوتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود شریف بھیجتا ہے پس اس کے لیے درود شریف پڑھنا شرعی حکم ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں تشہد اور بارگاہِ نبوی میں سلام پیش کرنا مشروع ہے پس آخری قعدے کی طرح یہاں بھی درود شریف پڑھنا مشروع ہے۔

ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ پہلا تشہد ایسا مقام ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کا ذکر مستحب ہے پس اس میں درود شریف پڑھنا بھی مستحب ہے کیونکہ یہ آپ کا کامل ذکر ہے۔

ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کی حدیث میں یوں آیا ہے:

کیف نصلی علیک اذا نحن جلسنا فی صلاتنا؟ — جب ہم اپنی نماز میں بیٹھیں تو آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟

دوسرے حضرات کی دلیل

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ پہلا تشہد (قعدہ) اس (درود شریف) کا محل نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے قدیم قول بھی یہی ہے اور ان کے اکثر شاگردوں نے اسے ہی صحیح قرار دیا ہے کیونکہ پہلے قعدہ کی تخفیف مشروع ہے اور نبی اکرم ﷺ جب پہلا قعدہ فرماتے تو گویا کسی گرم پتھر پر ہوں (جلدی کھڑے ہوتے) اور آپ سے یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے پہلے قعدے میں درود شریف پڑھا ہو یا اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہو اور یہ بات بھی معروف نہیں کہ آپ کے کسی صحابی نے اسے مستحب قرار دیا ہو اور اگر اس کی مشروعیت اس طرح ہوتی جس طرح تم نے ذکر کیا تو اس جگہ بھی درود شریف پڑھنا واجب ہوتا جس طرح آخری قعدے میں ہے کیونکہ امر دونوں کو شامل ہوتا نیز اگر اس (قعدے) میں درود شریف پڑھنا مستحب ہوتا تو آپ کی آل پر بھیجنا بھی مستحب ہوتا کیونکہ

نبی اکرم ﷺ نے درود شریف کا حکم دیا تو اپنی آل کو چھوڑ کر صرف اپنے بارے میں حکم نہیں دیا بلکہ ان کو حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف بھیجیں' نماز کے اندر ہو یا دوسرے مقامات میں۔

نیز اگر ان مقامات میں درود شریف پڑھنا حکمِ شرعی ہوتا تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کا ذکر بھی ہوتا کیونکہ جس درود شریف کا حکم دیا گیا اس کی صفت یہی ہے۔

نیز اگر ان مقامات میں درود شریف مشروع ہوتا تو ان میں درود شریف کے بعد دعا بھی مشروع ہوتی کیونکہ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی طرح ہے اور پہلے اور آخری تشہد میں (اس حوالے سے) کوئی فرق نہیں۔

ان (دوسرے) حضرات نے کہا کہ جن احادیث سے تم نے استدلال کیا ہے وہ موسیٰ بن عبیدہ' عمرو بن شمر اور جابر جعفی (راویوں) کی وجہ سے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر دلالت نہیں کرتیں۔ کیونکہ ان احادیث میں تشہد سے آخری تشہد مراد ہے پہلا نہیں جیسا کہ ہم نے دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

درود شریف کا تیسرا مقام' قنوت کا آخر

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کی موافقت کرنے والوں نے اسے مستحب قرار دیا اور اس پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سلمہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' وہ یحییٰ بن عبداللہ بن سالم سے' وہ موسیٰ بن عقبہ سے' وہ عبداللہ بن علی سے اور وہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں:

(۲٤٤) وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے وتر (نماز) میں یہ کلمات سکھائے۔ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ — یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی اور مجھے اور چیز میں برکت عطا فرما جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور مجھے اپنے

فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ.

دوستوں میں شامل فرما۔ اپنے فیصلے کے شر سے مجھے بچالے تو فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوتا' جسے تو دوست بنائے وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ اے ہمارے رب! تو برکت والا بلند و بالا ہے اور نبی (ﷺ) پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

سنن ابوداود (۱۴۲۵) جامع ترمذی (۴٦٤) سنن ابن ماجہ (۱۱۷۸) ابن حبان (۹٤٥) مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۷۲) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۹۹) بروایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔

تو یہ قنوت وتر میں ہے اور قنوتِ فجر میں بطور قیاس اسے لایا گیا ہے جس طرح اس کی اصل دعا کو قنوتِ فجر کی طرف منتقل کیا گیا۔

ابو اسحاق نے یزید سے اور انھوں نے ابو الجوزاء سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے کہ میں ان کو وتر نماز میں پڑھوں پھر انھوں نے یہ (مندرجہ بالا کلمات) ذکر کیے اور ان کلمات میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔

اور یہ رمضان شریف کے قنوت میں مستحب ہے۔

ابن وہب نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن عبد القاری جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المال پر مقرر تھے' فرماتے ہیں کہ:

(۲٤٥) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رمضان شریف کی ایک رات باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عبد القاری بھی آئے' آپ نے مسجد میں چکر لگایا اور اہل مسجد مختلف حصوں میں منقسم تھے' کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات کا پکا ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو رمضان شریف میں باجماعت نماز پڑھائیں۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ا[illegible] اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ.

یہ کیا ہی ا[illegible] ہے اور جس نماز سے تم سو جاتے ہو ([illegible]) وہ اس نماز سے بہتر ہے جس کے لیے تم [illegible] ہوتے ہو۔

اور لوگ پہلے وقت میں قیام کرتے تھے اور لوگ نماز کے درمیان [illegible] پر لعنت بھیجتے تھے۔ وہ کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِوَعْدِكَ وَخَالِفْ بَيْنَ كَلِمَاتِهِمْ وَأَلْقِ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَأَلْقِ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ إِلٰهَ الْحَقِّ.

یا اللہ! کفار کو ہلاک کر[illegible] جو تیرے راستے سے روکتے ہیں' تیرے ر[illegible] جھٹلاتے ہیں اور تیرے وعدے پر ایمان نہیں [illegible] ان کے کلمات میں اختلاف اور ان کے د[illegible] رعب ڈال دے اور ان پر اپنا عذاب نا[illegible] اے سچے معبود!

پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے اور جس قدر ممکن ہوتا مسلمانوں کے لیے بھلائی کی دعا مانگتے اور مومنوں کے لیے طلب مغفرت فرماتے تھے۔

جب وہ کفار پر لعنت' رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے اور مومنوں کے لیے طلب مغفرت اور سوال سے فارغ ہوتے تو یوں کہتے:

اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخَافُ عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ لِمَنْ عَادَيْتَ مُلْحِقٌ.

اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں' تیری رحمت کی امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں' بے شک تیرا پہنچنے والا عذاب تیرے دشمنوں سے ملنے والا ہے۔

پھر آپ تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے۔

[illegible] (ج ۱ ص ۲۳۹ ۔ ۲٤۰) سنن بیہقی (ج ٤ ص ۳۹) بروایت حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

اسماعیل بن اسحاق نے کہا کہ ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے

معاذ بن ہشام نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' وہ حضرت قتادہ سے' وہ عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ ابوحلیمہ معاذ رضی اللہ عنہ قنوت میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے تھے۔

درود شریف کا چوتھا مقام نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد ہے

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ مشروع ہے (شرعی حکم ہے) البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کے بغیر نماز جنازہ صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں' تو امام شافعی اور امام احمد کے مشہور مذہب کے مطابق نماز جنازہ میں درود شریف پڑھنا واجب ہے' اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی ۔ اسے امام بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے' جب کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک مستحب ہے' واجب نہیں' امام شافعی کے شاگردوں کے نزدیک بھی یہی بات ہے۔

نماز جنازہ میں اس کی مشروعیت کی دلیل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی مسند میں نقل کی ہے۔

(۲۴۶) فرماتے ہیں کہ ہمیں مطرف بن مازن نے خبر دی' وہ حضرت معمر سے اور وہ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوامامہ بن سہل نے خبر دی ہے۔

ان کو رسول اکرم ﷺ کے کسی صحابی نے بتایا کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہہ کر پہلی تکبیر کے بعد دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے' پھر رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے اور میت کے لیے خالص دعا کرے' یہ عمل مختلف تکبیروں میں کرے اور ان میں قرأت نہ کرے' پھر دل میں سلام پھیرے۔[1]

سنن بیہقی (ج ۴ ص ۳۹) الام للشافعی (ج ۱ ص ۲۳۹۔ ۲۴۰) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۳۶۰) بواسطہ حضرت امامہ بن سہل ایک صحابی سے مروی ہے۔

اسماعیل بن اسحاق کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی ﷺ'' میں فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم

[1] نماز جنازہ دعا ہے اس میں قرأت نہیں لہٰذا نماز جنازہ میں بطور قرأت سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

سے حضرت معمر نے بیان کیا' وہ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے سنا' وہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ:

(۲۴۷) جنازے میں سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے' پھر میت کے لیے خالص دعا مانگے حتیٰ کہ فارغ ہو جائے اور قرأت صرف ایک بار کرے' پھر دل میں سلام پھیرے۔

یہ ابوامامہ چھوٹی عمر کے صحابی ہیں' انہوں نے ایک اور صحابی سے روایت کیا جس طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

اور ''المغنی'' کے مصنف نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں نماز جنازہ پڑھی تو تکبیر کہی' پھر بلند آواز سے قرأت کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بعد اپنے ساتھی (میت) کے لیے نہایت اچھی دعا کی' پھر سلام پھیرا اور فرمایا: نماز جنازہ اسی طرح ہونی چاہیے۔

مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۳۶۰) سنن بیہقی (ج ۴ ص ۳۹۔ ۴۰)

اور یحییٰ بن بکیر کے موطا میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۲۴۸) وہ حضرت سعید بن ابی سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم نماز جنازہ کس طرح پڑھیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں بتاؤں گا۔

اس کے گھر والوں میں سے لوگ اس کے پیچھے جاتے ہیں' جب اسے رکھ دیا جاتا ہے تو میں تکبیر کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں' نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں' پھر کہتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا

یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے اور تیری بندی کا بیٹا ہے' یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اور تجھے اس کے بارے میں زیادہ علم ہے' یا اللہ!

فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ.

موطا امام مالک (ج ۱ ص ۲۲)

اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکی (کے ثواب) میں اضافہ فرما اور اگر یہ گناہ گار ہے تو اس کے گناہوں سے درگزر فرما' یا اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔

ابوذر ہروی کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوالحسن بن ابی سہل سرخسی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوعلی احمد بن محمد بن رزین نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن خشرم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' وہ اسماعیل بن رافع سے اور وہ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: اے لوگو! میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ہر سو (آدمی) ایک جماعت ہے اور کسی میت پر ایک سو آدمی جمع ہو جائیں اور اس کے لیے دعا میں کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ان کے سپرد کر دیتا ہے (معاف کر دیتا ہے) اور تم اپنے بھائی کی سفارش کرنے آئے ہو پس دعا میں خوب کوشش کرو۔

پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہوئے' اگر وہ مرد ہوتا تو اس کے درمیانہ حصے کے مقابلے میں کھڑے ہوتے اور اگر عورت ہوتی تو اس کے کاندھوں کے مقابل کھڑے ہوتے پھر کہتے: [1]

اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ اَنْتَ خَلَقْتَهٗ وَاَنْتَ هَدَيْتَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهٗ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسَرِيْرَتِهٖ وَعَلَانِيَتِهٖ جِئْنَا شُفَعَاءَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَجِيْرُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ لَهٗ فَاِنَّكَ ذُوْ وَفَاءٍ وَذُوْ رَحْمَةٍ اَعِذْهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ

یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے' تو نے اسے پیدا کیا' تو نے اسے اسلام کی طرف رہنمائی کی' تو نے اس کی روح قبض کی' تو اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے' ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں' یا اللہ! ہم تیری پناہ کی رسی سے اس کے لیے پناہ طلب کرتے ہیں' بے شک تو

[1] یہ کسی مجبوری کے تحت تھا ورنہ عورت اور مرد دونوں کے سینے کے مقابل کھڑا ہونا چاہیے۔ ۱۲ ہزاروی

مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَاَلْحِقْهُ بِنَبِيِّهٖ.

(وعدہ) وفا کرنے والا اور رحمت والا ہے' اسے عذاب قبر کے فتنہ اور عذاب جہنم سے بچا۔ یا اللہ! اگر یہ نیکی کرنے والا تھا تو اس کی نیکی (کے ثواب) میں اضافہ فرما اور اگر یہ گناہ گار تھا تو اس کے گناہوں سے درگزر فرما' یا اللہ اس کی قبر کو بقعہ نور بنا دے اور اسے اپنے نبی (ﷺ) سے ملا دے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب بھی تکبیر کہتے یہی کلمات کہتے اور جب آخری تکبیر ہوتی تو اس کی مثل کہتے' پھر درود شریف پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اَسْلَافِنَا وَاَفْرَاطِنَا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور آپ کو برکت عطا فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر رحمت و برکت نازل فرمائی' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے' یا اللہ! ہمارے پہلوں اور آگے جانے والوں پر رحمت نازل فرما' یا اللہ! تمام مسلمان مردوں اور عورتوں نیز مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے' ان میں سے جو زندہ ہیں اور جو فوت ہو چکے ہیں۔

پھر سلام پھیرتے۔

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جنازوں کے موقعہ پر اور مجلس میں یہ طریقہ (اور کلمات) سکھاتے تھے۔

(۲۴۹) وہ فرماتے ہیں: ان سے پوچھا گیا کہ:

کیا رسول اکرم ﷺ فراغت کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور یہ کلمات کہتے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! جب آپ فارغ ہوتے تو یہ کلمات کہتے اور پھر یوں

دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ نَزَلَ بِكَ صَاحِبُهَا وَخَلَّفَ الدُّنْيَا وَرَآءَ ظَهْرِهٖ وَنِعْمَ الْمَنْزُوْلُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْاَلَةِ مَنْطِقَهٗ (وَلَا تَبْتَلِهٗ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهٗ بِهٖ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ) وَاَلْحِقْهُ بِنَبِيِّهٖ ﷺ كُلَّمَا ذُكِرَ.

القول البدیع (۱۹۷)

یا اللہ! اس قبر والا تیری پناہ میں اترا ہے اور اس نے دنیا کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور اس کے اترنے کی جگہ اچھی ہے' یا اللہ! سوال کے وقت اس کو گفتگو (جواب) میں ثابت قدمی عطا فرما اور اسے اس کی قبر میں ایسی بات سے آزمائش میں نہ ڈال جس کی اس میں طاقت نہیں اور اسے اپنے نبی سے ملا دے جب ان کا ذکر ہو۔

جب یہ بات ثابت ہوئی تو مستحب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں بھی درود شریف پڑھا جائے جس طرح تشہد میں پڑھا جاتا ہے کیونکہ صحابہ کرام ؓ نے جب درود شریف کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو یہ طریقہ سکھایا۔

کتاب ''مسائل عبداللہ بن احمد'' میں ہے' وہ اپنے دادا (حضرت امام احمد رحمہ اللہ) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ اور ملائکہ پر درود بھیجتے تھے۔

قاضی فرماتے ہیں: وہ یوں کہتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَلَآئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاَنْبِيَآئِكَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

یا اللہ اپنے مقرب فرشتوں اور انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) پر نیز آسمانوں اور زمینوں میں اپنے تمام اطاعت گزار بندوں پر رحمت نازل فرما بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

درود شریف کا پانچواں مقام' جمعہ' عیدین اور استسقاء وغیرہ کے خطبات

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا خطبہ کی صحت کے لیے درود شریف پڑھنا شرط ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ درود شریف کے بغیر خطبہ صحیح نہیں ہوتا جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بغیر بھی خطبہ درست ہو جاتا

ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

وجوب کے دلائل

خطبہ میں درود شریف کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے استدلال کیا گیا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ (الم نشرح ۱۔۴)

کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھولا اور آپ سے آپ کا بوجھ نہیں اتارا' جس نے آپ کی کمر کو شکستہ کر دیا تھا اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو بلند کیا پس جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

یہ دلیل محل نظر ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کی رسالت کے ساتھ ہے کہ جب آپ کو بھیجنے والے کی وحدانیت کا ذکر ہوتا ہے تو آپ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

اور یہ بات خطبہ میں قطعی طور پر واجب ہے بلکہ وہ اس کا رکن اعظم ہے۔

امام ابوداؤد اور امام احمد وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۲۵۰) وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

كل خطبة ليس فيها تشهد فهي كاليد الجذماء.

جس خطبہ میں کلمۂ شہادت نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے۔

سنن ابوداؤد (۴۸۴۱) جامع ترمذی (۱۱۰۶) تاریخ کبیر للبخاری (ج ۷ ص ۲۲۹) ابن حبان (۲۷۹۶) حلیۃ الاولیاء (ج ۹ ص ۴۳) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳۰۲۔ ۳۴۳) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

پس جس نے تشہد کے بغیر درود شریف کو خطبہ میں واجب قرار دیا اس کا قول نہایت کمزور ہے۔

یونس نے شیبان سے اور انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ''ورفعنا لک ذکرک'' کی تفسیر میں نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند کیا پس کوئی خطیب اور تشہد پڑھنے والا اور کوئی نمازی نہیں مگر وہ ''اشهد ان لا اله الا الله

واشهد ان محمدا رسول الله'' سے آغاز کرتا ہے۔

عبد بن حمید فرماتے ہیں کہ مجھے عمرو بن عون نے ہشیم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی' وہ حضرت جویبر سے اور وہ ضحاک سے ''ورفعنا لك ذكرك'' کے بیان میں فرماتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذا ذكرت ذكرت معي. جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہوگا۔

اور کوئی خطبہ اور نکاح آپ کے ذکر کے بغیر جائز نہیں ہوگا۔

عبد الرزاق نے ابن عیینہ سے روایت کیا' انہوں نے ابن ابی نجیح سے اور انہوں نے حضرت مجاہد سے ''ورفعنا لك ذكرك'' کی تفسیر میں نقل کیا' وہ فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے بتایا) کہ میرے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان میں اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله پڑھا جائے گا۔

اور آیت سے یہی مراد ہے اور خطبہ میں تشہد (کلمۂ شہادت پڑھنا) کیسے واجب نہیں ہوگا جب کہ یہ اسلام کا عقد ہے اور یہ خطبہ کے تمام کلمات سے افضل ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا بھی واجب ہے۔

خطبہ میں درود شریف کی مشروعیت پر عبد اللہ بن احمد کی روایت دلالت کرتی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے منصور بن ابی مزاحم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خالد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا اور عون کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں سے تھے اور یہ منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد درود شریف پڑھا اور (پھر) فرمایا:

خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر والثاني عمر. اس امت میں نبی اکرم (ﷺ) کے بعد سب سے بہتر شخصیت حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں اور پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

اور فرمایا:

يجعل الله الخير حيث شاء. اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے بھلائی رکھ دیتا ہے۔

مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۰۶)

محمد بن حسن بن جعفر اسدی فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الحسن علی بن محمد الحمیری نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن سعید الکندی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حمید بن عبد الرحمٰن الرؤاسی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں' وہ ابو الاحوص سے اور وہ حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز کے خطبہ سے فارغ ہوتے اور اس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے' پھر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَقُلُوْبِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا.

یا اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے ایمان کو محبوب بنا دے اور اسے ہمارے دلوں میں مزین فرما اور کفر' فسق اور نافرمانی کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنا' یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یا اللہ! ہمارے سننے اور دیکھنے میں اور ہماری بیویوں' ہمارے دلوں اور ہماری اولاد میں برکت عطا فرما۔

امام دار قطنی نے ابن لہیعہ کے طریق سے روایت کیا' وہ اسود بن مالک حضرمی سے اور وہ یحییٰ بن ذاخر المعافری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد نماز جمعہ کے لیے سوار ہوئے' پھر انہوں نے مکمل حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جو نہایت اختصار کے ساتھ تھی' رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود بھیجا اور لوگوں کو وعظ فرمایا اور ان کو (اچھے کاموں کا) حکم دیا اور (برے کاموں سے) روکا۔

اس باب میں ضبہ بن محصن کی روایت بھی ہے کہ ابو موسیٰ جب خطبہ دیتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے' درود شریف پڑھتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگتے۔ ضبہ بن محصن نے ان پر اعتراض کیا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگنے سے

پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت ضبہ سے فرمایا: آپ کو ان کے مقابلے میں زیادہ توفیق دی گئی اور آپ زیادہ ہدایت پر ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خطبات میں رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک مشہور بات تھی۔ لیکن جہاں تک وجوب کا تعلق ہے تو اس کے لیے قابل اعتماد دلیل کی ضرورت ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

درود شریف کا چھٹا مقام' اذان کا جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(۲۵۱) (وہ فرماتے ہیں کہ) انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلاة صلی الله علیه بها عشرا ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد الله تعالی وارجو ان اکون انا هو فمن سال الله لی الوسیلة حلت علیه شفاعتی. حوالہ کے لیے دیکھیے حدیث (۱۰۶)

جب تم مؤذن سے (اذان) سنو تو اس کی مثل کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو' یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کے لیے ہی مناسب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ (بندہ) میں ہی ہوں' پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے اس کے لیے میری شفاعت جائز ہو جاتی ہے۔

حضرت حسن بن عرفہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یزید واسطی نے بیان کیا' وہ عوام بن حوشب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے منصور بن زاذان نے حضرت حسن

سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

جو شخص مؤذن کے کلمات کی طرح کہے اور جب مؤذن کہے "قد قامت الصلوٰۃ" (اذان کے اختتام یا اقامت کے وقت کہنا مراد ہے) تو وہ کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الصَّادِقَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَبْلِغْهُ دَرَجَةَ الْوَسِيْلَةِ فِى الْجَنَّةِ

اے اس سچی دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور رسول حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور آپ کو جنت میں درجۂ وسیلہ تک پہنچا۔

یہ دعا مانگنے والا حضرت محمد ﷺ کی شفاعت حاصل کرے گا۔

یوسف بن اسباط نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑے ہوتے وقت یہ کلمات نہ پڑھے تو جنتی حوریں کہتی ہیں: تجھے ہم سے کس نے دور رکھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْمُسْتَمَعَةِ الْمُسْتَجَابِ لَهَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّزَوِّجْنَا مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ.

اس سنی اور قبول کی جانے والی دعا کے رب! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور جنتی حوروں کو ہمارا جوڑا بنا دے۔

مؤذن (کی اذان) کے جواب میں رسول اکرم ﷺ کی پانچ سنتیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث ان میں سے تین پر مشتمل ہے اور چوتھی سنت وہ ہے جسے امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

(۲۵۲) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اذان سنتے وقت یہ (درج ذیل کلمات) کہے اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ.

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں' میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے' حضرت

صحیح مسلم (۳۸٦) سنن ابوداؤد (۵۲۵) جامع ترمذی (۲۱۰) سنن نسائی (ج ۲ ص ۳٦) سنن ابن ماجہ (۷۲۱) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۱۸۱) بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔	محمد (ﷺ) کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

پانچویں سنت یہ ہے کہ مؤذن کو جواب دیئے درود شریف پڑھے اور آپ ﷺ کے لیے وسیلہ کا سوال کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ کیونکہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منقول ہے کہ:

(۲۵۳) ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مؤذن حضرات ہم پر فضیلت لے گئے آپ نے فرمایا: تم بھی وہ کہو جو کچھ وہ کہتے ہیں' جب آخر تک پہنچو تو سوال کرو' تمہیں عطا کیا جائے گا۔ سنن ابوداؤد (۵۲٤) سنن کبریٰ للنسائی (۹۸۷۲) ابن حبان (۱٦۹۵) سنن بیہقی (ج ۱ ص ٤۱۰) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۱۷۲) بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

(۲۵٤) اور مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اذان کے وقت یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَائِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنْهُ رِضًى لَا سَخَطَ بَعْدَهٗ	یا اللہ! اے اس قائم دعا اور نفع بخش دعا کے رب! حضرت محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور آپ سے اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کوئی ناراضگی نہ رہے۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۹٦) مسند امام احمد (ج ۳ ص ۳۳۷) بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا کو قبول کرے گا۔

(۲۵۵) مستدرک حاکم میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو یوں دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الصَّادِقَةِ الْمُسْتَجَابَةِ الْمُسْتَجَابِ لَهَا دَعْوَةُ الْحَقِّ وَكَلِمَةُ التَّقْوٰى تَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا	اے اللہ! اے اس سچی اور مقبول دعا کے رب! جو دعوتِ حق ہے اور کلمہ تقویٰ ہے مجھے اس پر موت دے اور اسی پر مجھے زندہ رکھ اور

وَاَحْيِنِيْ عَلَيْهَا وَاجْعَلْنِيْ مِنْ صَالِحِ اَهْلِهَا عَمَلًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن مجھے عمل کے اعتبار سے اس کے اچھے اہل لوگوں میں کر دے۔

مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵٤٦_۵٤۷)

یہ دن اور رات کی پچیس سنتیں ہیں [1] وہی لوگ ان کی حفاظت کرتے ہیں جو (نیکی میں) سبقت کرنے والے ہیں۔

درود شریف کا ساتواں مقام دعا ہے

اس کے تین مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اور دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا۔

دوسرا مرتبہ: دعا کے شروع میں' درمیان میں اور آخر میں درود شریف پڑھنا۔

تیسرا مرتبہ: دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنا اور دعا کو درمیان میں رکھنا۔

پہلے مرتبہ پر حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے' اس میں نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے آغاز کرے' پھر بارگاہ نبوی میں ہدیہ صلوٰۃ بھیجے' پھر اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے)۔

(۲۵٦) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا' وہ عاصم سے' وہ حضرت زر سے اور وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے' جب میں بیٹھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء کے ساتھ ابتدا کی' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا اور پھر اپنے لیے دعا کی تو آپ نے فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ جامع ترمذی (۵۹۳) بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت معمر نے خبر دی' وہ ابواسحاق سے' وہ ابوعبیدہ سے

[1] چونکہ ایک اذان میں پانچ سنتیں ہیں لہٰذا دن رات کی پانچوں اذانوں میں پچیس ہو گئیں۔ ۱۲ ہزاروی

اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں کوئی اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء جو اس کے شایانِ شان ہے' سے ابتدا کرے' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے' پھر اس کے بعد سوال کرے' یہ کامیابی یا درستگی کے زیادہ لائق ہے۔

حضرت شریک نے ابو اسحاق سے روایت کیا' انہوں نے ابو الاحوص سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا۔

دوسرے مرتبے کے سلسلے میں روایت حضرت عبدالرزاق سے آئی ہے' وہ حضرت ثوری سے' وہ حضرت موسیٰ بن عبیدہ سے' وہ محمد بن ابراہیم التیمی سے' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۵۷) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تجعلونی کقدح الراکب" مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ بناؤ۔ ۱؎ آگے مکمل حدیث ہے جس میں فرمایا:

اجعلونی فی وسط الدعاء وفی اوله وفی آخره. دیکھئے حدیث (۷۵)

درمیان' شروع اور آخر میں مجھے رکھو (درود شریف پڑھو)۔

اس سلسلے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے (جو اس طرح ہے)۔

(۲۵۸) ما من دعاء الا بینه وبین الله حجاب حتی یصلی علی محمد ﷺ فاذا صلی علی النبی ﷺ انخرق الحجاب واستجیب الدعاء واذا لم یصل علی النبی ﷺ لم یستجب الدعاء. دیکھئے حدیث (۱۰)

ہر دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہوتا ہے حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے پس جب نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے تو پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

۱؎ مطلب یہ کہ جس طرح مسافر ضرورت کے وقت پیالے کو استعمال کرتا ہے آگے پیچھے بھول جاتا ہے' تم بھی مجھ پر درود شریف پڑھنے کے معاملے کو اس طرح نہ بناؤ۔۱۲ ہزاروی

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔

(۲۵۹) الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شیء حتی تصلی علی نبیک ﷺ. دیکھئے حدیث (۵۰)

دعا آسمان و زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے' اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) حتیٰ کہ تمہارے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے۔

(احمد بن علی بن شعیب فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن حفص نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جراح بن یحییٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن عمرو نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:)

(۲۶۰) میں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

الدعاء کله محجوب حتی یکون اوله ثناء علی الله عزوجل وصلوة علی النبی ﷺ ثم یدعو یستجاب لدعائه.

تمام دعا پردے میں ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی ثنا' اور رسول اکرم ﷺ پر درود شریف ہو' پھر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوگی۔

یہ عمرو بن عمرو احموسی ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں' ایک یہی حدیث اور دوسری وہ حدیث جسے امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں نقل کیا' وہ اس طرح ہے کہ:

(۲۶۱) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے (آپ نے فرمایا):

من استفتح اول نهاره بخیر وختمه بخیر قال الله عزوجل لملائکته لا تکتبوا علیه ما بین ذلک من الذنوب.

جو شخص دن کے شروع میں نیکی کرے اور دن کا اختتام بھی نیکی پر کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس کے درمیان والے گناہ نہ لکھو۔

طبرانی' بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۱۹) حدیث حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ۔

اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا نماز کے لیے فاتحہ کی طرح ہے۔ یہ تمام مقامات جن کا ذکر کیا ہے' ان میں دعا سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا حکم

ہے پس دعا کی چابی نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا ہے جس طرح نماز کی چابی طہارت کا حصول ہے فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کا سوال کرنا چاہے وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ بھیجنے سے آغاز کرے اور (پھر) حاجت کا سوال کرے اور اختتام بھی درود شریف پر کرے کیونکہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے زیادہ عزت والا ہے کہ وہ درود شریف کے درمیان کی دعا کو رد کرے۔

درود شریف کا آٹھواں مقام' مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت درود شریف پڑھنا

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابو حاتم بن حبان نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

(۲۶۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللھم اجرنی من الشیطان الرجیم. دیکھئے حدیث (۲۱)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' یااللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو نبی اکرم ﷺ پر سلام پیش کرے اور کہے ''اللھم اجرنی من الشیطان الرجیم'' یااللہ! مجھے شیطان مردود سے پناہ عطا فرما۔

(۲۶۳) مسند احمد' جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت فاطمہ بنت حسین اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ (خاتونِ جنت) رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اکرم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یوں پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

یااللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام بھیج' یااللہ! میرے لیے میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب باہر تشریف لاتے تو اس کی مثل کہتے البتہ ''ابواب فضلک'' فرماتے' جامع ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔ دیکھئے حدیث (۷۲)

اس حدیث پر گفتگو گزر چکی ہے۔

دعا کا نواں مقام' صفا اور مروہ پر چڑھتے وقت درود شریف پڑھنا

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہدبہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر تین بار اللہ اکبر کہتے' پھر پڑھتے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

پھر درود شریف پڑھ کر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا مانگتے' پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرتے۔ یہ دعا کے توابع میں سے ہے (یعنی درود شریف اور دیر تک ٹھہرنا)۔

جعفر بن عون نے زکریا سے انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے وہب بن اجدع سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص حج کے لیے آئے تو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے' پھر حجر اسود کو بوسہ دے' پھر صفا

سے ابتدا کرے' اس پر کھڑا ہو اور بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر کے سات بار تکبیر کہے' ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے' نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے اور اپنے لیے دعا مانگے اور مروہ پر بھی اس کی مثل کرے۔

(یہ حدیث مراسیل اور موقوف احادیث کے باب میں گزر چکی ہے)

ابوذر نے زاہد سے' انہوں نے محمد بن مسیب سے اور انہوں نے عبید اللہ بن ضبیق سے' انہوں نے جعفر سے روایت کیا' اور بزار نے عبداللہ بن سلیمان سے' انہوں نے عبداللہ بن محمد بن مسور سے' انہوں نے سفیان سے' انہوں نے مسعر سے' انہوں نے فراس سے' انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے وہب سے اس حدیث کو روایت کیا۔

درود شریف کا دسواں مقام' کسی اجتماع کے ختم ہونے سے پہلے کا وقت ہے

اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے متعدد احادیث گذر چکی ہیں آپ نے فرمایا:

(٢٦٤) جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے' پھر وہ جدا جدا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ ہی بارگاہ نبوی میں درود شریف بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لیے ہلاکت کا باعث ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔

دیکھیے حدیث (١٥)

ابن حبان نے اپنی صحیح میں نیز حاکم اور دوسرے حضرات نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن ادریس اودی نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا' وہ فرماتی ہیں:

زينوا مجالسكم بالصلوة على النبي ﷺ. القول البدیع (ص ١٢٤)

اپنی مجالس کو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے ذریعے زینت دو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

درود شریف کا گیارہواں مقام' آپ کا ذکر ہے

جب بھی نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کیا جائے تو کیا درود شریف پڑھنا

واجب ہے؟ تو اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

ابو جعفر الطحاوی اور ابو عبید اللہ الحلیمی نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی جب بھی لیا جائے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے جب کہ ان دونوں کے علاوہ حضرات نے فرمایا کہ مستحب ہے فرض نہیں' البتہ اس کا تارک گناہ گار ہوتا ہے۔

پھر اختلاف ہے' ایک جماعت کہتی ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا واجب ہے کیونکہ امر مطلق تکرار کو نہیں چاہتا اور ماہیت درود ایک بار سے حاصل ہو جاتی ہے' حضرت امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ سے اسی طرح منقول ہے۔ قاضی عیاض اور ابن عبدالبر نے فرمایا کہ جمہور امت کا قول بھی یہی ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہر نماز میں آخری قعدہ میں واجب ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد کا یہ آخری قول ہے۔ کچھ دوسرے حضرات کا موقف بھی یہی ہے۔

تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنا استحبابی امر ہے وجوب کے لیے نہیں' یہ ابن جریر اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ابن جریر نے اس سلسلے میں اجماع کا ذکر کیا ہے اور یہ ان کے قاعدے کے مطابق ہے کیونکہ جب وہ کسی مسئلہ پر اکثر حضرات کی رائے دیکھتے ہیں تو اس کو اجماع قرار دیتے ہیں' جس کی اتباع واجب ہے اور یہ دونوں مقدمے یہاں باطل ہیں۔

واجب قرار دینے والوں کے دلائل

پہلی دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(٢٦٥) وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي.

اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

حوالہ کے لیے دیکھیے حدیث (١٥ ـ ١٠٢)

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن قرار دیا۔

"رغم انفه" کے الفاظ اس کے خلاف دعا اور اس کی مذمت ہے جب کہ مستحب کو چھوڑنے والے کی نہ تو مذمت کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے خلاف دعا ہوتی ہے۔

دوسری دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(۲٦٦) وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو تین بار آمین کہا۔ آگے مکمل حدیث جو کتاب کے شروع میں ذکر کر دی گئی ہے اس میں آپ نے فرمایا:

جس شخص کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے پھر مر جائے تو جہنم میں داخل ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دور کر دیا آپ آمین کہیں پس میں نے آمین کہا۔ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (١٨)

یہ سند صحیح ہے اور امر میں ظاہری اعتبار سے وجوب ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ' حضرت جابر بن سمرہ' کعب بن عجرہ' مالک بن حویرث اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات گزر چکی ہیں اور وہ تمام روایات مستقل دلائل ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اس طرح متعدد طرق سے (مروی) حدیث صحت کا فائدہ دیتی ہے۔

تیسری دلیل: وہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے محمد بن مثنیٰ سے' انہوں نے ابو داؤد سے' انہوں نے مغیرہ بن مسلم سے' انہوں نے اسحاق سبیعی سے' اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲٦٧) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ذکرت عندہ فلیصل علی فانہ من صلی علی مرۃ صلی اللہ علیہ عشرا. (حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث: ١٩)

جس شخص کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو اسے چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

چوتھی دلیل: وہ حدیث ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن علی بن حسین سے' انہوں نے علی بن حسین سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا' وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(۲٦٨) ان البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی.

(حقیقی) بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا نیز امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا۔ ابن حبان نے کہا: یہ زیادہ مناسب بات ہے۔ یہ حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے اور جب رسول اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو ان کی عمر چھ سال گیارہ مہینے تھی کیونکہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب شعبان ۴ھ کی کچھ راتیں گزر چکی تھیں اور آپ اس وقت چھ سال اور چھ ماہ کے تھے اور آپ کو عربی لغت درجہ بدرجہ یاد ہو رہی تھی۔

حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (٣٨)

اس سلسلے میں احادیث اور ان پر کلام گزر چکا ہے۔

ابو نعیم کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عبداللہ نے بیان کیا' (وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حارث بن محمد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن عائشہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد نے بیان کیا) وہ ابو الہلال العنزی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے جامع مسجد دمشق میں بیان کیا' وہ عوف بن مالک اشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے یا (راوی کو شک ہے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیٹھے اور انہوں نے طویل حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ:

(۲٦٩) رسول اکرم ﷺ فرمایا:

ان ابخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی.

لوگوں میں سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

حوالہ کے لیے دیکھئے حدیث (٧١)

قاسم بن اصبغ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن اسماعیل ترمذی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے نعیم بن حماد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۷۰) بحسب المومن من البخل ان اذکر عندہ فلم یصل علی.

کسی مومن کے بخیل ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

اسماعیل قاضی (٣٧)

سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا کہ وہ ابوحرہ سے اور وہ حضرت

حسن سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۷۱) کفی به شحا ان اذکر عنده فلا یصلی علی (ﷺ). — اس شخص کے بخل کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

اسماعیل قاضی (۳۸) القول البدیع (ص ۱۴۳)

علماء کرام فرماتے ہیں: جب ثابت ہو گیا کہ وہ شخص بخیل ہے تو اس پر دلالت کی دو وجہ ہیں:

۱۔ لفظ بخل ایسا اسم ہے جو مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے اور مستحب کام کو چھوڑنے والا مذمت کا مستحق نہیں ہوتا۔ ارشاد خداوندی ہے:

والله لا یحب کل مختال فخور ○ الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل. (الحدید: ۲۳۔ ۲۴) — اور اللہ تعالیٰ ہر اکڑنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا' وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔

تو (ان آیات میں) بخل کو تکبر اور فخر کے ساتھ ملایا اور بخل کا حکم دینے کو بھی اسی کے ساتھ ملایا اور مجموعہ کی مذمت کی پس یہ اس بات پر دلالت ہے کہ بخل صفت مذمت ہے۔

(۲۷۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وای داء ادواء من البخل. — بخل سے بڑھ کر کون سی بیماری ہے۔

ادب المفرد للبخاری (۲۹۶) تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۲۱۷) حلیۃ الاولیاء (ج ۷ ص ۳۱۷) الشہاب للقضاعی (۲۸۶)

۲۔ بخیل اس چیز سے رُکتا ہے جو اس پر واجب ہے۔ پس جو شخص تمام واجبات کو ادا کرے اسے بخیل نہیں کہتے۔ بخیل وہ ہوتا ہے جو اس چیز سے رکتا ہے جس کا دینا اور خرچ کرنا اس پر ضروری ہوتا ہے۔

پانچویں دلیل: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام کا حکم دیا اور امر مطلق تکرار کو چاہتا ہے [1] اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تکرار ہر وقت ہوگا کیونکہ جن مامورات میں تکرار ہوتا ہے ان میں خاص وقت میں تکرار ہوتا ہے یا جب ان کی شروط اور اسباب پائے جائیں جو تکرار کو چاہتے ہیں اور کسی ایک وقت میں دوسرے وقت کی نسبت زیادہ فضیلت نہیں

[1] احناف کے نزدیک امر تکرار کو نہیں چاہتا بلکہ افعال کا تکرار سبب کے تکرار سے ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

پس رسول اکرم ﷺ کے ذکر کے تکرار سے مامور (درود شریف پڑھنے) میں تکرار ہوگا اور یہ بات زیادہ مناسب ہے جیسا کہ نصوص گزر چکی ہیں۔

تین مقدمات

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ مامور بہ (جس کا حکم دیا گیا) وہ مطلق ہے اور یہ بات معلوم ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ امر مطلق تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ فقہاء اور اصولیوں کے ایک گروہ نے اس کی نفی کی اور دوسرے گروہ نے اسے ثابت کیا اور ایک گروہ نے امر مطلق اور اس امر میں فرق کیا جو کسی شرط یا وقت سے معلق ہے پس انہوں نے معلق میں تکرار کو ثابت کیا اور مطلق میں ثابت نہیں کیا۔

اور یہ تینوں امام احمد' امام شافعی اور ان کے علاوہ حضرات کے مذہب میں ہیں۔

اور اس گروہ نے تکرار کو ترجیح دی ہے اس لیے کہ عام شرعی اوامر تکرار پر مبنی ہیں۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (آل عمران: ۱۳۶) — اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اور فرمان الٰہی ہے:

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً. (البقرہ: ۲۰۸) — اور اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. (النساء: ۵۹) — اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ. (البقرہ: ۱۹۴) — اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ. (البقرہ: ۳۴) — اے مریم (علیہا السلام)! اپنے رب کے سامنے جھک جائیں اور سجدہ کریں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے بڑھو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

اور فرمایا:

وَخَافُوْنِ. (آل عمران: ۱۷۵)

اور مجھ سے ڈرو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاخْشَوْنِيْ. (البقرہ: ۱۵۰)

اور مجھ سے ڈرو۔

ارشاد فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ. (الحج: ۷۸)

اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا. (آل عمران: ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوطی سے پکڑو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ. (النحل: ۹۱)

اور اللہ کے وعدہ کو پورا کرو۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ: ۱)

معاہدوں کو پورا کرو۔

ارشاد فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ. (الاسراء: ۳۴)

اور وعدہ پورا کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے بارے میں فرمایا:

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ. (النساء: ۵)

اور ان (یتیموں) کو رزق اور لباس دو۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا

جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور

الْبَيْعَ. (الجمعہ: ۹)

خرید و فروخت چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ. (المائدہ: ۶)

جب نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. (المائدہ: ۶)

اور اگر تم ناپاکی کی حالت میں ہو تو خوب پاک ہو جاؤ۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا. (المائدہ: ۶)

پس پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ. (البقرہ: ۴۵)

اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔

فرمان خداوندی ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا. (الانعام: ۱۵۲)

اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی تکلیف دیتے ہیں اور جب بات کرو تو انصاف سے کام لو اگرچہ قریبی رشتہ دار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرو۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ. (الانعام: ۱۵۳)

اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس پر چلو۔

اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بے حساب ہیں، جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر تکرار کو چاہتے ہیں جہاں بھی وارد ہوں البتہ کچھ نادر جگہوں پر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ امت کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خطاب کا عرف و

عادت یہی ہے۔

اگر امر کے الفاظ میں تکرار یا فوری طور پر عمل کے لیے کوئی دلالت نہ ہو تو بھی اس میں شک نہیں کہ شارع کے خطاب میں عرف و عادت تکرار ہے' پس اس کے کلام کو اسی طریقے پر محمول کیا جائے گا جو اس خطاب میں معروف ہے۔

اگر چہ لغت میں اصل وضع کے اعتبار سے یہ بات سمجھی نہ جائے اور یہ اس طرح ہے جیسے ہم نے کہا کہ امر وجوب کو اور نہی فساد کو چاہتی ہے' یہ بات خطاب شارع سے معلوم ہے اگر چہ جس کام سے منع کیا گیا اس کی صحت یا فساد پر لغوی وضعی اعتبار سے کوئی اشارہ نہ دیا گیا ہو اسی طرح شارع کا امت میں سے کسی ایک کو خطاب ہو تو خاص کی معرفت (عرف) اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ لفظ اسے شامل ہو اور اس جیسے دوسروں کو بھی۔ اگر چہ لغوی اعتبار سے لفظ کا موضوع اس بات کا تقاضا نہ کرے کیونکہ کلام کے مصادر اور نکلنے کے مقامات میں صاحب شرع کی لغت اور عرف یہی ہے۔

اور یہ بات آپ کے دین سے بالاضطرار (معلوم) ہے اس سے پہلے کہ قیاس کی صحت اور اس کے اعتبار اور شروط کا علم حاصل ہو پس لفظ کے لغوی اعتبار سے اقتضاء اور عرف شرع اور خطاب کی عادت کے اقتضاء میں فرق ہے۔

تیسرا مقدمہ: جب مامور بہ میں تکرار ہو تو اس کا تکرار سبب یا وقت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے تکرار کا بہترین سبب آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے اس بات کی خبر دی کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے نیز آپ نے ایسے لوگوں کے عمل کو بخل اور ان کو بخیل قرار دیا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس باب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دینے سے پہلے بتایا کہ وہ خود اور اس کے فرشتے بھی آپ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔

اور یہ ایک مرتبہ پائے جانے کے بعد ختم نہیں ہوتا بلکہ درود شریف تکرار کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کو ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے فضل و شرف اور اپنے ہاں آپ کے مرتبہ کی بلندی کو بیان کیا پھر مومنوں کو اس کا حکم دیا۔ پس اس (درود شریف) کا

تکرار ان کے حق میں زیادہ مناسب اور زیادہ مؤکد ہے کیونکہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلام کو مصدر یعنی لفظ تسلیم کے ساتھ مؤکد کیا اور یہ مقدار میں مبالغہ اور اضافہ کا مقتضی ہے اور یہ (اضافہ) تکرار کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہ حضرات مزید فرماتے ہیں کہ جس حکم کے لیے جس لفظ کو اختیار کیا گیا وہ کثرت سے درود و سلام پیش کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ صلّی اور سلّم ہے کیونکہ فعّل مشدد (باب تفعیل) فعل کے تکرار پر دلالت کرتا ہے جس طرح "کسّر الخبز" (روٹی کو زیادہ توڑا) قطع اللحم (گوشت زیادہ کاٹا) علم الخیر (بھلائی کی تعلیم زیادہ دی) شدد فی کذا (فلاں میں سختی زیادہ کی)۔

ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کا حکم امت پر آپ کے احسانات' ان کو تعلیم دینے نیز ان کو ہدایت دینے اور آپ کی برکت سے ان کو دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل ہونے کے مقابلے میں ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس عظیم نفع کا مقابل زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے حاصل نہیں بلکہ اگر بندہ اپنے سانسوں کی گنتی کے برابر درود شریف پڑھے تو آپ کا حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکتا ہے۔ پس اس نعمت کے شکر کا ضابطہ یہ بنایا کہ جب بھی آپ کا اسم گرامی سنا جائے آپ پر درود شریف پڑھا جائے۔

ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ فرما کر کہ جو شخص آپ کے ذکر کے وقت درود شریف نہ پڑھے وہ بخیل ہے' اسی بات کی طرف اشارہ کیا کیونکہ جو شخص کسی بندے پر عظیم احسان کرے اور اس کو اس کی وجہ سے یہ عظیم نعمت ملے پھر اس کے پاس اس کا ذکر کیا جائے اور وہ اس کی تعریف نہ کرے اور اس کی تعریف' مدح اور بزرگی کے اظہار میں مبالغہ نہ کرے اور اس کو ظاہر کرنے میں کوتاہی کرے' علاوہ ازیں اس کا شکر اور حق ادا کرنے میں کوتاہی سے معذرت کرے تو لوگ اس کو بخیل' کمینہ اور ناشکرا قرار دیتے ہیں تو وہ ذات جس کا بندوں پر تھوڑا سا احسان مخلوق کے باہم احسان سے بہت بڑا ہے اور اس کے احسان سے بندے کو دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہوئی اور اس نے دنیا اور آخرت کے شر سے نجات حاصل کی اور وہ ذات کہ اس کی نعمت کی حقیقت اور احسان کا دلوں میں تصور بھی نہیں

ہوسکتا چہ جائیکہ اس کا شکر ادا کریں تو کیا یہ منعم محسن اس بات کا زیادہ حق نہیں رکھتا کہ اس کی تعظیم و تعریف کی جائے اور جب کسی اجتماع میں اس کا ذکر ہو تو وسیع انداز میں اس کی حمد اور مدح کی جائے؟ کم از کم اس قدر تو ہو کہ جب آپ کے اسم مبارک کا ذکر ہو تو ایک بار درود شریف پڑھے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو میرا ذکر سن کر درود شریف نہ پڑھے اس کی ناک خاک آلود ہو کیونکہ جب آپ کا ذکر ہو اور آپ پر درود شریف نہ پڑھے تو وہ ذلت اور مٹی میں ملنے کا مستحق ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو اس طرح پکاریں، جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہیں لہٰذا آپ کو خطاب کرتے ہوئے آپ کا نام نہ لیں، جس طرح ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہیں بلکہ آپ کو "یا رسول اللہ" اور "یا نبی اللہ" کہہ کر پکاریں اور یہ بات آپ کی تعظیم و توقیر کی تکمیل ہے۔ اسی طرح جب آپ کا اسم گرامی لیا جائے تو درود شریف بھی پڑھا جائے تا کہ آپ کے اور دوسروں کے ذکر میں امتیاز ہو سکے، جس طرح آپ کو رسول اور نبی کے لقب سے پکارنے کا حکم دیا تا کہ آپ کے اور دوسروں کے خطاب میں فرق ہو جائے۔ اگر آپ کے ذکر کے وقت درود شریف لازمی نہ ہوتا تو آپ کا ذکر دوسروں کے ذکر کی طرح ہوتا' یہ آیت کریمہ کی ایک تفسیر ہے۔

اور دوسری تفسیر کے مطابق معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ جب تمہیں پکاریں تو اس پکار کو دوسروں کی پکار کی طرح نہ سمجھو کہ تم ان وجوہ اور عذر کی بنیاد پر آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کرو جن کی بنیاد پر ایک دوسرے کا حکم ماننے میں تاخیر کرتے ہو بلکہ جب آپ بلائیں تو جواب دینے میں جلدی کرو اور فوراً حکم کی تعمیل کرو حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں نماز میں مشغولیت کو بھی عذر نہیں بنا سکتے تو جب آپ کی اطاعت میں جلدی کرنے کے سلسلے میں نماز میں مشغولیت کا عذر بھی جائز نہیں تو دوسرے اسباب اور عذر جو اس سے کم ہیں ان کو کیسے بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔

اس صورت میں مصدر (دعا) فاعل کی طرف مضاف ہو گا (یعنی لفظ دعا مضاف اور الرسول مضاف الیہ فاعل) اور پہلے قول کی بنیاد پر مفعول کی طرف مضاف ہو گا (یعنی رسول اکرم ﷺ کو پکارنا)۔

ایک نہایت اچھا قول یہ بھی ہے کہ یہاں مصدر (لفظ دعا) کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف نہیں اور یہ خالص اسماء کی اضافت ہے اور معنیٰ یہ ہو گا کہ جو دعا رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے اور آپ کی طرف مضاف ہے' اسے اس طرح نہ کرو جس طرح وہ دعا (پکار) جو تمہارے آپس کے درمیان ہے۔ پس اس صورت میں یہ کلمہ دونوں باتوں کو بیک وقت شامل ہو گا۔ اور آپ کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ پکارنے سے نہی ہو گی جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

نیز آپ کی اطاعت میں تاخیر سے نہی ہو گی۔

دونوں تقدیروں پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خطاب اور پکار کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کو دوسروں سے ممتاز رکھیں تا کہ امت آپ کی تعظیم و توقیر کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو پورا کرے تو رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی سن کر آپ پر درود شریف پڑھنا اور یوں امتیاز پیدا کرنا بھی اسی مقصود کی تکمیل ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بتایا کہ جس شخص کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے' وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔

دیکھئے حدیث (۱۲۰۔۱۲۳)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے اسی طرح روایت کیا اور یہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی مرسل روایات میں سے ہے اور اس کی شواہد احادیث ہم نے کتاب کے شروع میں ذکر کی ہیں پس اگر آپ کے ذکر کے وقت آپ پر درود شریف واجب نہ ہوتا تو اس کا تارک جنت کے راستے سے خطا کرنے والا نہ ہوتا۔

ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص رسول اکرم ﷺ کا ذکر کرے یا اس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود شریف نہ بھیجے اس نے آپ پر ظلم کیا اور کسی مسلمان کے لیے آپ پر ظلم کرنا جائز نہیں۔

پہلے مقدمہ (یعنی درود شریف نہ پڑھنے والے نے ظلم کیا) کی دلیل حضرت سعید بن اعرابی کی روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا' وہ حضرت معمر سے اور وہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۷۳) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلی علی (ﷺ).

یہ بات بھی ظلم میں سے ہے کہ کسی شخص کے پاس میرا ذکر کیا جائے پس وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

القول البدیع (ص ۱٤۱)

اور اگر اس مرسل کو چھوڑ دیا جائے (قبول نہ کیا جائے) تو ہم اس سے استدلال نہیں کریں گے لیکن اس کے کچھ اصول وشواہد ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں کہ جب آپ کا ذکر ہو اور کوئی شخص آپ پر درود شریف نہ پڑھے اسے بخیل قرار دیا گیا اور اس کے ناک کے خاک آلود ہونے کی دعا کی گئی اور یہ باتیں ظلم کو واجب کرنے والی ہیں۔

اور دوسرے مقدمہ (یعنی کوئی مسلمان آپ پر ظلم نہیں کر سکتا) کی دلیل یہ ہے کہ آپ پر جفا (ظلم) آپ کی محبت کے کمال کے خلاف ہے اور آپ سے محبت اپنے نفس، اہل اور مال کی محبت سے مقدم ہے نیز آپ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ اس کے نزدیک اس کے نفس، اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔

(۲۷٤) جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔

آپ نے فرمایا: نہیں اے عمر! (ایسا نہیں) جب تک میں تجھے تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

انہوں نے عرض کیا:

فو اللہ لانت الان احب الی من نفسی.

اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "الان یا عمر" اے عمر! اب بات بنی ہے۔

صحیح بخاری (٦٢٣٢) مسند امام احمد (ج ٥ ص ۲۹۳) بروایت ابو عقیل زہرہ بن معبد۔

اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۷٥) لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

صحیح بخاری (۱٥) صحیح مسلم (٤٤) سنن نسائی (ج ۸ ص ۱۱٤) سنن ابن ماجہ (٦۷) ابن حبان (۱۷۹) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۲۰۷۔۲۷۸) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں محبت کی تین اقسام بیان کی ہیں، کیونکہ محبت یا تو:

(۱) اعزاز و تعظیم کی وجہ سے ہوتی ہے جس طرح والد سے محبت۔

(۲) یا محبت شفقت اور نرمی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے جس طرح اولاد سے محبت۔

(۳) یا احسان اور صفات کمال کی وجہ سے محبت ہوتی ہے جس طرح لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسول اکرم ﷺ سے ان تینوں قسم کے محبوبین سے زیادہ محبت نہ ہو۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جفا (ظلم) اس کے منافی ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سے محبت فرض ہے اور فرض کے توابع میں سے تعظیم و توقیر اور اطاعت ہے نیز آپ کو اپنے آپ سے مقدم رکھنا اور آپ کو اپنے آپ پر ترجیح دینا کہ اپنی جان پر کھیل کر آپ کی عزت کا تحفظ کرے تو جب بھی نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے، آپ پر درود شریف پڑھنا اس محبت کے لوازم اور تکمیل میں سے ہے۔

ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ جب ان وجوہ اور دیگر دلائل سے ثابت ہو گیا کہ جب بھی رسول اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے تو آپ کا ذکر کرنے والے پر اس کا وجوب بدرجہ اولیٰ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب سجدہ سننے والے کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، چاہے اس پر واجب ہو یا مستحب تو تلاوت کرنے والے پر سجدہ بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

وجوب کی نفی پر دلائل

جو لوگ (ہر وقت) درود شریف پڑھنا واجب نہیں سمجھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قول پر

دلیل کی وجوہ یہ ہیں:

۱۔ یہ بات بلا شک وشبہ معلوم ہے کہ اسلاف جو مقتدا اور پیشوا ہیں' ان میں سے کسی کا بھی یہ معمول نہیں تھا کہ جب بھی رسول اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا وہ آپ کے نام کے ساتھ درود شریف ملاتے۔

اور نبی اکرم ﷺ کے خطاب کے سلسلے میں ان کا یہ معمول اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا ذکر نہیں ہو سکتا' وہ صرف ''یا رسول اللہ'' کہتے تھے (ساتھ درود شریف نہیں پڑھتے تھے) اور بعض اوقات ان میں سے کوئی ایک یوں کہتا ''صلی اللہ علیک''۔

یہ بات احادیث میں بہت زیادہ ظاہر اور واضح ہے' اگر آپ کے ذکر کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو اس کے ترک پر ان لوگوں پر اعتراض کیا جاتا۔

۲۔ اگر آپ کے ذکر کے وقت درود شریف واجب ہوتا تو یہ واجبات میں سے سب سے زیادہ ظاہر ہوتا اور نبی اکرم ﷺ اسے اپنی امت کے لیے اس انداز میں بیان فرماتے کہ عذر ختم ہو جاتا اور یہ قول دلیل بن جاتا۔

۳۔ صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے یہ قول معروف نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا قائل معلوم ہے۔ اکثر فقہاء سے بھی یہ قول مشہور نہیں بلکہ اس بات پر اجماع منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا نماز کے فرائض میں سے نہیں اور وجوب کا قول شاذ اور اجماع سابق کے مخالف ہے پس نماز سے باہر کیسے واجب ہو گا؟

٤۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت درود شریف پڑھنا ہمیشہ لازم ہوتا تو مؤذن پر واجب ہوتا کہ وہ ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی کہتا حالانکہ یہ مشروع بھی نہیں چہ جائیکہ واجب ہوتا۔

۵۔ جو شخص اذان سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے' اس پر واجب ہوتا ہے کہ درود شریف پڑھے جب کہ سننے والے کو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ وہی کلمات کہے جو مؤذن کہتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ پر اکتفا کرنا جائز ہے کیونکہ مؤذن کے کلمات کی طرح ہے۔

٦۔ پہلا تشہد بالاتفاق ''واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' پر ختم ہو جاتا ہے اور اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کیا اس میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھنا جائز ہے تو اس سلسلے میں تین قول ہیں:

پہلا قول: درود شریف صرف آخری قعدے میں مشروع ہے۔

دوسرا قول: یہ مشروع ہے۔

تیسرا قول: صرف آپ ﷺ پر درود شریف بھیجنا جائز ہے' آپ کی آل پر نہیں اور کسی نے بھی پہلے قعدے میں رسول اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت درود شریف پڑھنا واجب قرار نہیں دیا۔

۷۔ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو وہ کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے' وہ درود شریف پڑھنے کا محتاج نہیں ہوتا۔

۸۔ جمعات اور عیدوں وغیرہ میں خطیب اس بات کا محتاج نہیں ہوتا کہ وہ نفس تشہد میں درود شریف پڑھے' اگر آپ کے ذکر کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو اس پر لازم ہوتا کہ وہ اسے شہادت کے ساتھ ملائے اور یہ نہ کہا جاتا کہ خطبہ میں آپ پر درود شریف کافی ہے۔ کیونکہ یہ درود شریف شہادت کے وقت آپ کا نام ذکر کرنے کی صورت میں نہیں ہوتا۔

خصوصاً جب وقفہ زیادہ ہو اور واجب قرار دینے والوں کا مؤقف یہ ہے کہ جب بھی رسول اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے' درود شریف پڑھنا واجب ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ کا دوسری بار ذکر پہلے ذکر کا غیر ہے۔

۹۔ اگر ایسا ہوتا کہ جب بھی آپ کا ذکر ہوتا تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو قاری جب بھی آپ کے نام کا ذکر کرتا آپ پر درود شریف پڑھتا اور اس واجب کی ادائیگی کے لیے اسے قراءت توڑنا پڑتی۔ چاہے وہ نماز میں ہوتا یا نماز سے باہر؟ کیونکہ آپ پر درود شریف سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہ واجب ہے اور متعین ہو چکا ہے پس اس کی ادائیگی لازمی ہوگی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر یہ واجب ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین اسے زیادہ

قائم کرتے اس کی ادائیگی میں جلدی کرتے اور اس سلسلے میں کوتاہی ترک کر دیتے۔

۱۰۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے ہر بار ذکر سے آپ پر درود شریف بھیجنا واجب ہوتا تو جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا' اس کی ثناء واجب ہوتی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا اس پر واجب ہوتا کہ وہ اس نام کے ساتھ "سبحانہ و تعالی" یا "عزوجل" یا "تبارک و تعالی" یا "جلت عظمتہ" یا "تعالی جدہ" وغیرہ الفاظ کہے' بلکہ یہ زیادہ ضروری اور زیادہ مناسب ہوتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و اعزاز اور آپ کی محبت و اطاعت آپ کے مرسل (اللہ تعالیٰ) کی تعظیم و احترام اور محبت و اطاعت کے تابع ہے۔

پس یہ بات محال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت' اطاعت اور تعظیم ثابت ہو اور آپ کے بھیجنے والے کے لیے یہ [illegible] واجب نہ ہوں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم کے تابع ہو کر ثابت ہیں۔ [illegible] اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

پس جو شخص رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور آپ کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح: ۱۰)

بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ. (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

آپ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور آپ کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے بندے ہیں جو اس کی طرف بلانے والے

ہیں نیز آپ اس کی اطاعت' محبت' تعظیم اور صرف اسی کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔

تو کیسے کہا جائے گا کہ جب بھی آپ کا ذکر کیا جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہو گا اور یہ ثناء اور تعظیم ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ثناء اور تعظیم کے وجوب کے سلسلے میں یہ بات نہیں کہ جب بھی اس کا ذکر کیا جائے اس کی ثناء کی جائے۔ یہ قول محال پر مبنی ہے۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص بیٹھ جائے اور وہ "محمد رسول اللہ" یا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" کا ورد کرتا رہے اور بہت سے لوگ سن رہے ہوں۔

پس اگر تم کہو کہ ان تمام سننے والوں پر واجب ہے کہ ان کی مشغولیت صرف درود شریف پڑھنا ہو اگرچہ مجلس بہت زیادہ طویل ہو جائے تو یہ حرج اور مشقت کا باعث عمل ہو گا' ان کے قاری کو قرأت اور مدرس کو درس چھوڑنا پڑے گا۔

اسی طرح جو گفتگو کی ضرورت محسوس کرے' علم کا مذاکرہ کرے اور تعلیم قرآن وغیرہ تمام اعمال کو ترک کرنا ہو گا۔

اور اگر تم کہو کہ اس حالت میں ان پر درود شریف پڑھنا واجب نہ ہو گا تو تم نے اپنے مذہب کو ترک کر دیا اور اگر تم کہو کہ اس پر ایک بار یا زیادہ مرتبہ واجب ہو گا تو یہ بلا دلیل اپنا فیصلہ ٹھونسنا ہو گا اور اس کے علاوہ یہ تمہارے قول کو بھی باطل کر دے گا۔

۱۲۔ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے مقابلے میں آپ کی رسالت کی گواہی دینا زیادہ فرض اور واجب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ اسلام میں صرف اسی (شہادت) کی وجہ سے داخل ہو سکتا ہے تو جب اس کا یہ حکم نہیں کہ جب بھی آپ کا اسم گرامی لیا جائے تو رسالت کی شہادت واجب ہو تو ہر بار ذکر پر درود شریف کا وجوب کیسے ہو گا اور کلمہ توحید کے بعد رسالت کی شہادت سے بڑھ کر کوئی واجب نہیں تو جو شخص آپ کا اسم گرامی ذکر کرتے وقت شہادت کے وجوب کا اقرار کرے اس پر واجب ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر ہو تو وہ "محمد رسول اللہ" کہے اور آپ کا اسم گرامی ذکر کرتے وقت اس عمل کا وجوب درود شریف کے وجوب

سے زیادہ ہے۔

(بہر حال) ان دونوں گروہوں کے پاس ایک دوسرے کے کئی جوابات ہیں جن میں بعض بہت کمزور ہیں اور بعض میں احتمال ہے جب کہ بعض مضبوط ہیں اور یہ بات اس آدمی پر ظاہر ہوتی ہے جو دونوں فریقوں کے دلائل میں غور و فکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر بات کو خوب جانتا ہے۔

درود شریف کا بارہواں مقام' تلبیہ سے فارغ ہونا

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن مخلد نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم سے علی بن زکریا نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے اور وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت اور رضا کا سوال کرتے اور جہنم سے اس کی رحمت میں پناہ کا سوال کرتے۔

حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ آدمی کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ تلبیہ سے فارغ ہو تو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ یہ بھی دعا کے توابع میں سے ہے۔

درود شریف کا تیرہواں مقام' حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت

حضرت ابوذر ہروی فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن بکران نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حجر اسود کا استلام کرتے (بوسہ دیتے یا اس طرف ہاتھ اٹھا کر ان کو بوسہ دیتے) تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَسُنَّةِ نَبِيِّكَ ﷺ.

یا اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے' تیری کتاب اور تیرے نبی کی سنت کی تصدیق کرتے ہوئے (بوسہ دیتا ہوں) پھر بوسہ دیتے۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ صفا اور مروہ پر جاتے وقت بھی درود شریف پڑھا

جائے۔

درود شریف پڑھنے کا چودھواں مقام' قبر انور کی زیارت ہے

حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا' وہ حضرت مالک کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ رسول اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے تھے انہوں نے رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی۔ یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں ذکر کی ہے۔ مؤطا امام مالک (ج۱ ص۱٦٦)

امام مالک نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو رسول اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضری دیتے اور دعا مانگ کر واپس جاتے۔

ابن نمیر نے اپنی مسند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب وہ سفر سے تشریف لاتے تو رسول اکرم ﷺ کی قبر انور سے آغاز کرتے' آپ پر درود شریف پڑھتے لیکن قبر انور کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور پھر کہتے "السلام علیک یا ابت" اے ابا جان (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) آپ پر سلام ہو۔

درود شریف پڑھنے کا پندرہواں مقام' بازار یا دعوت وغیرہ کی طرف جانا

ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے حضرت ابووائل سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جس محفل دعوت میں یا جنازہ وغیرہ میں دیکھا تو اس طرح دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرماتے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے پھر دعائیں مانگتے' اگر بازار کی طرف تشریف لے جاتے تو سب سے غافل کرنے والے مقام میں جا کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے' درود شریف پڑھتے اور پھر دعائیں مانگتے۔

درود شریف کا سولہواں مقام؛ رات کو نیند سے بیدار ہونا

(۲۷۶) امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن کبریٰ میں فرمایا کہ مجھے علی بن محمد بن علی نے خبر دی، وہ اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دو (قسم کے) مردوں کو پسند فرماتا ہے، ایک وہ شخص جو اپنے دستوں کے گھوڑوں کے مقابلے میں عمدہ گھوڑے پر سوار ہو پس وہ بھاگ جائیں اور وہ قائم رہے۔

اگر وہ قتل کیا جائے تو شہید ہوگا اور اگر باقی رہے تو یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو رات کے درمیان والے حصے میں کھڑا ہوتا ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہوتا، وہ نہایت کامل وضو کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد اور بزرگی بیان کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اور قرآن مجید کھولتا ہے۔ تو یہ شخص وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو جو (عبادت کے لیے) کھڑا ہے اور میرے علاوہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھتا۔ السنن الکبریٰ للنسائی (۱۰۷۰۳)

امام عبدالرزاق بھی اپنی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ دو شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے پھر اس کی مثل ذکر کیا۔

مصنف عبدالرزاق (۲۰۲۸۱)

درود شریف کا سترہواں مقام؛ ختم قرآن کے بعد

چونکہ یہ دعا کا مقام ہے اسی لیے درود شریف کا مقام ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ ختم قرآن کے بعد دعا کی جائے۔ ابوالحارث کی روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ختم قرآن کے موقعہ پر اپنے اہل و اولاد کو جمع کرتے۔

اور یوسف بن موسیٰ کی روایت میں ہے کہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص قرآن مجید ختم کرتا ہے تو لوگ اس کے ہاں جمع ہو کر دعا مانگتے ہیں (یہ کیسا ہے)؟ فرمایا: ہاں! میں نے حضرت معمر کو دیکھا وہ ختم قرآن کے موقعہ پر دعا مانگتے تھے۔

حضرت حرب کی روایت میں ہے کہ ختم قرآن کے موقعہ پر مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر

والوں کو جمع کر کے دعا مانگے۔

ابن ابوداؤد کی روایت جو "فضائل القرآن" میں منقول ہے، حضرت حکم سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد اور عبدہ بن ابی لبابہ کو میری طرف بھیجا گیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی طرف بھیجا گیا، ہم ختم قرآن کا ارادہ کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے پھر انہوں نے کئی دعائیں مانگیں۔

ان کی کتاب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت بھی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید ختم کرے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ختم قرآن کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ حضرت ابوعبید نے "فضائل القرآن" (کتاب) میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا، وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص تھا جو اپنے ساتھیوں کے پاس قرآن مجید اول سے آخر تک پڑھتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پر نگران مقرر کرتے، جب ختم قرآن کا وقت ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لا کر شریک ہوتے۔ الاذکار للنووی (ص ۱۹۱)

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے صلوٰۃ التراویح میں بھی دعا کو مستحب قرار دیا ہے، وہ ختم قرآن کے سلسلے میں فرماتے تھے کہ جب تم "قل اعوذ برب الناس" کی قرأت سے فارغ ہو تو رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔

(راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا: آپ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: اہل مکہ یہ عمل کرتے ہیں اور حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ میں یہ کام کرتے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ اور مکہ مکرمہ میں لوگوں کو اسی طرح پایا اور اہل مدینہ سے اس سلسلے میں کچھ باتیں روایت کی ہیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات مذکور ہے۔

حضرت فضل بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ سے سوال کرتے ہوئے کہا: میں نے قرآن پاک ختم کرنا ہے تو اس (دعا) کو تراویح میں کروں یا وتروں میں؟ فرمایا: تراویح میں کرو تاکہ ہمارے لیے دو نمازوں کے درمیان دعا ہو جائے، میں نے پوچھا: کیسے کروں؟ فرمایا: جب قرآن مجید کے آخر سے فارغ ہو جاؤ تو رکوع سے پہلے اپنے دونوں

ہاتھ اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ دعا مانگو جب کہ ہم نماز میں ہوں اور طویل قیام کرو۔

میں نے پوچھا: کیا دعا مانگوں؟ فرمایا: جو چاہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہی کیا جو انہوں نے فرمایا تھا اور وہ میرے پیچھے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا مانگتے تھے۔

یہ دعا کا نہایت تاکیدی مقام اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے پس اس مقام پر درود شریف کی تاکید بھی زیادہ ہوگی۔

درود شریف کا اٹھارہواں مقام' یوم جمعہ

اس سلسلے میں حضرت اوس بن اوس کی روایت گزر چکی ہے' وہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۷۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا علی من الصلوۃ فی کل یوم جمعۃ فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلوۃ کان اقربھم منی منزلۃ. دیکھئے حدیث (۶۰)

ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھو پس بے شک میری امت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' پس ان میں سے جو درود شریف زیادہ پڑھتا ہے وہ قدر و منزلت کے اعتبار سے میرے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۲۷۸) آپ ﷺ نے فرمایا:

اکثروا علی من الصلوۃ یوم الجمعۃ فانہ لیس احد یصلی علی یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلاتہ. مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۴۲۱)

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس روایت میں اسماعیل بن رافع ہے' اس کے بارے میں یعقوب بن سفیان نے کہا

کہ اس کی حدیث شاہد اور متابع ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے (کسی دوسری حدیث کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے) ابن عدی نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۷۹) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فان صلاتکم تعرض علی. دیکھئے حدیث (۶۵)

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو' بے شک تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اگرچہ اس حدیث کی سند میں کمزوری ہے لیکن فی الجملہ یہ محفوظ ہے اور شواہد (احادیث) میں اس کا ذکر نقصان دہ نہیں اور یہ روایت حضرت حسن (بصری) رحمہ اللہ کی مرسل روایات میں گزر چکی ہے۔

(۲۸۰) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے (فرمایا):

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ. دیکھئے حدیث (۱۱۳)

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔

ابن وضاح نے کہا کہ ہم سے ابو مروان البزار نے بیان کیا' وہ ابن مبارک سے اور وہ ابن شعیب سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لکھا:

ان انشروا العلم یوم الجمعۃ فان غائلۃ العلم النسیان واکثروا الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ.

جمعہ کے دن علم پھیلاؤ' بے شک علم کے حوالے سے انسانی ہلاکت بھول جانا ہے اور جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کثرت سے درود شریف بھیجا کرو۔

درود شریف کا انیسواں مقام' مجلس سے اٹھنا

عبد الرحمن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعید بن یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ حضرت سفیان بن سعید ثوری سے سنا کہ جب اٹھنے کا ارادہ کرے تو کہے:

صَلَّى اللّٰهُ وَمَلَائِكَتُهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ.

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی رحمت حضرت محمد ﷺ پر اور انبیاء کرام اور اس کے فرشتوں پر ہو۔

یہ بات میں (مصنف) نے ایک روایت میں دیکھی ہے۔

درود شریف کا بیسواں مقام' مساجد سے گزرنا اور ان کی زیارت کرنا

قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ ہم سے یحییٰ بن عبد الحمید نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اذا مررتم بالمسجد فصلوا علی النبی ﷺ. اسماعیل قاضی (۸۰)

جب کسی مسجد کے پاس سے گزرو تو رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

درود شریف کا اکیسواں مقام' غم' تکالیف اور طلب مغفرت کے وقت

(۲۸۱) طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' ہلا دینے والی آ گئی' اس کے پیچھے آنے والی بھی ہے' موت اس چیز کے ساتھ آ گئی جو اس میں ہے' موت اس چیز کے ساتھ آ گئی جو اس میں ہے۔ حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر اکثر درود شریف پڑھتا ہوں' آپ پر درود شریف کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟ آپ نے فرمایا: جو چاہو' میں نے عرض کیا: (وظائف کے اوقات کا) چوتھائی حصہ؟ فرمایا: جو چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے' میں نے کہا: آدھا وقت؟ فرمایا: جو چاہو لیکن زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے' میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ فرمایا: جس قدر چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے' انہوں نے عرض کیا: میں اپنا تمام وقت آپ پر درود شریف کے لیے وقف کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: پس تمہارے غموں (کو دور کرنے) کے لیے یہ کافی ہے اور تمہارے گناہ بخش

دیئے جائیں گے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی روایت سے نقل کیا' وہ حضرت طفیل کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھئے حدیث (۵۹)

ایک دوسری حدیث بھی محمد بن عقیل سے ہی مروی ہے' وہ طفیل کے واسطے سے ان کے والد سے روایت کرتے ہیں' اسے امام ترمذی نے صحیح قرار دیا۔

(۲۸۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مثلی و مثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی دارا. جامع ترمذی (۳۶۱۳)

میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا۔ [1]

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہوئے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

(۲۸۳) ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں اگر میں (اپنے وظائف کا) تمام وقت آپ پر درود شریف بھیجنے کے لیے وقف کر دوں تو آپ نے فرمایا:

اذن یکفیک اللہ ما اھمک من امر دنیاک و اخرتک.

یہ عمل تیرے دنیوی اور اخروی معاملات میں پریشانی کے ازالے کے لیے کافی ہوگا۔

دیکھئے حدیث (۵۹)

درود شریف کا بائیسواں مقام' رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی لکھتے وقت

ابوالشیخ نے کہا کہ ہم سے اسید بن عاصم نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے بواسطہ حضرت اعرج'

[1] نبی اکرم ﷺ نے مثال بیان کی کہ میری اور گذشتہ انبیاء کرام کی مثال اس طرح ہے جس طرح کسی نے ایک مکان بنایا لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' دیکھنے والے اس عمارت کے حسن کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور اس کے حسن پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خالی جگہ بھی پر ہو جائے تو اچھا ہے تو وہ خالی جگہ میں ہوں' آپ نے ختم نبوت کی طرف اشارہ فرمایا گویا اب اس عمارت میں کوئی گنجائش نہیں' نبوت کی عمارت مکمل ہو گئی۔ ۱۲ ہزاروی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۸٤) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائكة يستغفرون له مادام اسمی فی ذلک الکتاب. دیکھئے حدیث (۹۶)	جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف پڑھے (یعنی لکھے) تو فرشتے مسلسل اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوگا۔

ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت اسید کے علاوہ بھی کئی حضرات نے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسے اسحاق بن وہب العلاف نے روایت کیا' وہ اپنی سند سے حضرت اعرج سے روایت کرتے ہیں۔ ان دو سندوں کے علاوہ اسناد سے بھی حضرت اعرج سے یہ حدیث مروی ہے۔

اس بات میں حضرت ابو بکر صدیق' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

سلیمان بن ربیع اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۸۵) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی فی کتاب لم تزل الصلوة جارية له ما دام اسمی فی ذلک الکتاب. دیکھئے حدیث (۹۵)	جو شخص کسی تحریر میں مجھ پر درود شریف لکھے اس کا ثواب اس کے لیے اس وقت تک جاری رہے گا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

جعفر بن علی الزعفرانی کے طریق سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حسن بن محمد سے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے ابو علی! اگر تم کسی کتاب میں ہماری طرف سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ درود دیکھو تو ہمارے سامنے کیسے روشنی دے رہا ہے۔

ابوالحسن بن علی المیمونی نے فرمایا کہ میں نے شیخ ابو علی حسن بن عیینہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان کی انگلیوں پر سونے یا زعفران کے رنگ سے کوئی چیز لکھی ہوئی تھی' میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا اور کہا: اے میرے استاذ مکرم! آپ کی انگلیوں پر بڑی خوبصورت تحریر ہے یہ کیا ہے؟ فرمایا: اے بیٹے! یہ اس وجہ سے ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث لکھا کرتا تھا یا فرمایا: حدیث رسول ﷺ میں آپ پر درود شریف لکھا کرتا تھا۔

خطیب نے ذکر کیا کہ ہم سے مکی بن علی نے بیان کیا: وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سلیمان حرانی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی ابو الفضل نے جو بہت زیادہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے' کہا کہ میں حدیث لکھتا لیکن نبی اکرم ﷺ پر درود شریف نہیں پڑھتا (لکھتا) تھا' پس میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا:

جب تم لکھتے ہو یا میرا ذکر ہوتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتے (اور لکھتے)؟ پھر میں نے آپ کی زیارت کی تو فرمایا: تمہارا درود شریف مجھ تک پہنچ گیا ہے' جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو یا میرا ذکر ہو تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر صاحب حدیث کے لیے درود شریف کے علاوہ کوئی فائدہ نہ بھی ہو تو جب تک کتاب میں درود شریف موجود ہے پڑھا جاتا رہے گا۔

حضرت محمد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: اے ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا' میں نے پوچھا: کس وجہ سے؟ فرمایا: نبی اکرم ﷺ پر درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔

علمائے حدیث میں سے کسی نے فرمایا کہ میرا پڑوسی فوت ہو گیا تو اس کو خواب میں دیکھا گیا' اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا: اس نے مجھے بخش دیا' پوچھا گیا: کس وجہ سے؟ کہا: میں جب بھی رسول اکرم ﷺ کا حدیث میں تذکرہ لکھتا تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی لکھتا تھا۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم سے خلف بن صاحب خلقان نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا' وہ میرے ساتھ حدیث کی طلب میں رہتا تھا' پس میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس پر سبز کپڑے ہیں اور وہ ان میں گھوم رہا ہے' میں نے پوچھا: کیا تو میرے ساتھ طلب حدیث میں مشغول نہیں رہتا تھا؟ اس نے کہا: ہاں رہتا تھا' میں نے پوچھا: اس مرتبہ تک کیسے پہنچا؟ اس نے کہا: جس حدیث میں رسول کرم ﷺ کا تذکرہ ہوتا میں اس کے نیچے "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھ دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا یہ اعزاز عطا فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عبدالحکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا: اس نے مجھ پر رحم فرمایا' مجھے بخش دیا اور مجھے پہلی رات جنت میں جگہ دی جس طرح دلہن کی شب زفاف (رخصتی کی رات) ہوتی ہے اور مجھ پر نچھاور کیا جس طرح دلہن پر نچھاور کیا جاتا ہے۔

میں نے پوچھا: ایسا کس وجہ سے ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے کسی کہنے والے نے کہا کہ تو نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں نبی اکرم ﷺ پر جو درود شریف لکھا یہ اس کی وجہ سے ہے' میں نے پوچھا: اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا:

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و درود حضرت محمد (ﷺ) پر اس گنتی کے حساب سے ہو جو آپ کا ذکر کرنے والے ذکر کرتے ہیں اور جس تعداد کے مطابق آپ کے ذکر سے غافل غفلت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے صبح ہوتے ہی "الرسالۃ" میں دیکھا تو اسی طرح پایا جس طرح نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تھا۔

خطیب (بغدادی) نے کہا کہ ہمیں بشیر بن عبداللہ رومی نے خبر دی' وہ اپنی سند سے ابو اسحاق دارمی سے جو نہشل کے نام سے معروف ہیں' نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی تخریج کرتے ہوئے یوں لکھا "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تسلیما" تو میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا گویا آپ نے میری تحریر میں سے کچھ پکڑا ہوا ہے اور فرماتے ہیں "ھذا جید" (یہ عمدہ ہے)۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے ایک قابل اعتماد بھائی نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علمائے حدیث میں سے ایک شخص کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ انہوں نے فرمایا: مجھ پر رحم ہوا یا (کہا) مجھے بخش دیا گیا' میں نے پوچھا: کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: میں جب بھی رسول اکرم ﷺ کے اسم گرامی پر پہنچتا (یعنی لکھتے وقت) تو لکھتا "صلی اللہ علیہ وسلم"۔

یہ بات محمد بن صالح نے ثوابہ کی وساطت سے سعید بن مروان سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے۔

حافظ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب میں علمائے حدیث کی ایک جماعت سے نقل کیا کہ ان کو وصال کے بعد دیکھا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بخش دیا کہ انہوں نے ہر حدیث کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کے کلمات لکھے۔

ابن سنان نے کہا: میں نے عباس عنبری اور علی بن مدینی سے سنا' وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے جو حدیث بھی سنی اس میں رسول اکرم ﷺ پر درود شریف نہیں چھوڑا اور بعض اوقات ہم جلدی کرتے تو کتاب میں ہر حدیث کے ساتھ خالی جگہ چھوڑتے' پھر اس طرف لوٹتے (اور درود شریف لکھتے)۔

درود شریف کا تیسواں مقام' درس و تدریس' تعلیم العلم اور وعظ و تبلیغ وغیرہ

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں کہا کہ ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا' وہ حسین بن علی (جعفی) سے اور وہ جعفر بن برقان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا:

امابعد! بعض لوگوں نے آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا کو تلاش کیا اور بعض قصہ گو وہ ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کی طرح اپنے خلفاء و امراء کے لیے

درود شریف کی بدعت جاری کی، پس جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان سے کہو کہ وہ درود انبیاء کرام پر بھیجیں اور دعا عام مسلمانوں کے لیے کریں اور اس کے علاوہ کو چھوڑ دیں۔

اس مقام پر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کا ذکر ہے کیونکہ یہ اس علم کی تبلیغ و اشاعت ہے جو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے اور آپ نے اسے امت تک پہنچایا اور ان کو اپنی سنت اور راستے کی دعوت دی۔ اور یہ عمل (تبلیغ) بندوں کے دینی اور اُخروی نفع کے اعتبار سے سب سے افضل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (فصلت ۳۳)

اور اس شخص سے بڑھ کر کس کا قول اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. (یوسف:۱۰۸)

آپ فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔

چاہے معنیٰ یہ ہو کہ میں اور میرے پیروکار بصیرت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں یا "ادعو الی اللہ" پر وقف ہو۔[1]

پھر آگے کلام کی ابتدا "علی بصیرة انا و من اتبعنی" ہو۔ دونوں قول ایک دوسرے کو لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اس بات کی خبر دیں کہ آپ کا راستہ دعوت الی اللہ کا راستہ ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے وہ رسول اکرم ﷺ کے راستے پر ہے اور آپ بصیرت پر ہیں اور وہ شخص آپ کی اتباع کرنے والوں میں سے ہے اور جو اس کے علاوہ کی طرف بلائے وہ آپ کے راستے پر نہیں اور نہ ہی وہ بصیرت پر ہے اور

[1] اگر "ادعوا الی اللہ" پر وقف ہو تو آگے معنی یوں ہوگا میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔ اور شروع کا معنی ہوگا "آپ فرما دیں یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں"۔ ۱۲ ہزاروی

نہ ہی آپ کی اتباع کرنے والوں میں سے ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا رسولوں اور ان کے متبعین کا وظیفہ ہے اور یہ لوگ (دعوت دینے والے) امتوں میں رسولوں کے خلفاء ہیں اور دوسرے لوگ ان کے تابع ہیں اور اللہ سبحانہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا آپ اس کی تبلیغ کریں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے آپ کی حفاظت اور عصمت کی ضمانت دی۔

اسی طرح آپ کی امت کے مبلغین کو بھی اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھتا ہے کیونکہ وہ اس کے دین کو قائم رکھتے اور اس دین کی تبلیغ کرتے ہیں۔

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہو اور جو شخص آپ کی طرف سے فریضہ تبلیغ ادا کرتا ہے چاہے ایک حدیث ہی ہو اس کے لیے آپ نے دعا فرمائی اور آپ کی سنت کی امت تک تبلیغ دشمنوں کے سینوں میں تیروں کو پیوست کرنے سے بھی افضل ہے۔

کیونکہ تیر اندازی تو بے شمار لوگ کرتے ہیں لیکن سنتوں کی تبلیغ وہی لوگ کرتے ہیں جو امتوں میں انبیاء کرام کے وارث اور خلفاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔

اور ان حضرات کا وہی مقام ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں بیان کیا۔ یہ خطبہ ابن وضاح نے کتاب "الحوادث والبدع" میں نقل کیا۔ آپ نے فرمایا:

الحمد لله الذی امتن علی العباد بان جعل فی کل زمان فترة من الرسل بقایا من اهل العلم' یدعون من ضل الی الهدی ویصبرون منهم علی الاذی' ویحیون بکتاب الله اهل العمی' کم من قتیل لابلیس قد احیوه' وضال تائه قد هدوه' بذلوا دماء هم واموالهم دون هلكة العباد'

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بندوں پر احسان کیا کہ ہر زمانے میں جب رسولوں کی آمد بند ہوئی تو اہل علم کو باقی رکھا' وہ گمراہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرتے ہیں اور اندھے لوگوں کو اللہ کی کتاب سے زندہ کرتے ہیں' کتنے ہی ابلیس کی طرف سے ہلاک کیے گئے لوگوں کو انہوں نے زندہ کیا

فما احسن اثرهم على الناس واقبح اثر الناس عليهم، يقتلونهم في سالف الدهر والى يومنا هذا، فما نسيهم ربك.

اور مغرور گمراہوں کو راستہ دکھایا' بندوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیے انہوں نے اپنے خون اور مال خرچ کیے تو ان کا لوگوں پر کتنا اچھا اثر ہوا اور لوگوں کی طرف ان کے ساتھ بُرا سلوک ہوا لیکن یہ لوگ ایک زمانہ سے آج تک (لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کو) برداشت کر رہے ہیں اور آپ کے رب نے بھی ان کو نہیں بھلایا۔

وما كان ربك نسيا. (مریم:٦٤)

اور تمہارا رب ان کو بھولنے والا نہیں۔

ان کے واقعات کو ہدایت بنایا' ان کی اچھی گفتگو کی خبر دی۔ پس تم بھی ان کے معاملے میں کوتاہی نہ کرنا' بے شک یہ بلند مرتبہ لوگ ہیں اگرچہ یہ کمینے لوگ ان کو ناقص خیال کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر بدعت جس کے ساتھ اسلام سے مکروفریب کیا جائے' اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک ولی ہوتا ہے جو اس کو دور کرتا اور اس کی علامت بتاتا ہے۔ پس ان مقامات میں حاضری کو غنیمت سمجھو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

(۲۸٦) اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کافی ہے:

لان يهدى الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم

اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے تو تمہارے لیے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

صحیح بخاری (۳۷۰۱_۳۰۰۹_٤٢١٠) صحیح مسلم (٢٤٠٦) سنن ابوداؤد (٣٦٦١) ابن حبان (٦٩٣٢) سنن بیہقی (ج۹ص۱۰٦_۱۰۷) الحلیۃ (ج۱ص٦٢) مسند امام احمد (ج٥ ص٣٣٣) بروایت حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

(۲۸۷) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من احيا شيئا من سنتي كنت انا وهو في الجنة كهاتين.

جامع ترمذی (٢٦٧٨)

جس نے میری سنت میں کسی چیز کو زندہ کیا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے (آپ نے دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا)۔

(۲۸۸) اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من دعا الى هدى فاتبع عليه كان له مثل اجر من تبعه الى يوم القيامة.

جو شخص ہدایت کی دعوت دے پس اس کی پیروی کی جائے تو اس کے لیے اس شخص کے اجر کی طرح ہے جو قیامت تک اس کی پیروی کرے۔

صحیح مسلم (٢٦٧٤) سنن ابوداؤد (٤٢٠٩) جامع ترمذی (٢٦٧٤) سنن ابن ماجہ (٢٠٦) ابن حبان (۱۲) مسند امام احمد (ج۲ص۳۹۷) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

پس جب عمل کرنے والا اپنے عمل سے اس فضل عظیم اور بہت بڑے حصے کو پاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے تو مبلغ جو رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تبلیغ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس مقام پر کھڑا کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء' اس کی بزرگی کے اظہار اور اس کی وحدانیت کے اعتراف نیز بندوں پر اس کے حقوق سے شروع کرے اور پھر رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے اور آپ کی بزرگی اور شان کا اظہار کرے اور اس کا اختتام بھی درود شریف پر کرے۔

درود شریف کا چوبیسواں مقام' دن کا آغاز واختتام

(۲۸۹) امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے حفص بن عمر الصباح نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلى على حين يصبح عشرا وحين يمسي عشرا ادركته شفاعتي يوم القيامة. مجمع الزوائد (ج۱۰

جو شخص صبح کے وقت مجھ پر دس بار درود شریف پڑھے اور شام کے وقت دس مرتبہ درود شریف پڑھے' اسے قیامت کے دن میری

ص ۱۲۰) بروایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ — شفاعت حاصل ہوگی۔

ابوموسیٰ المدینی نے کہا کہ اس روایت کو بقیہ (راوی) سے متعدد حضرات نے روایت کیا اور اس کے ایک راوی یزید بن عبدربہ جرجس کے کنیسہ (عبادت گاہ) کے قریب رہتے تھے اس لیے اس کی طرف منسوب ہوئے (اور عبدربہ کہلائے)۔

درود شریف کا پچیسواں مقام' گناہ کا کفارہ ادا کرتے وقت

(۲۹۰) ابن ابی عاصم نے کتاب "الصلوۃ علی النبی ﷺ" میں فرمایا کہ ہم سے حسن بن بزار نے بیان کیا' انہوں نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی فان الصلاۃ علی کفارۃ لکم فمن صلی علی صلی اللہ علیہ عشرا. القول البدیع (ص ۹۹)

مجھ پر درود بھیجو بے شک مجھ پر درود تمہارے (گناہوں کے) لیے کفارہ ہے پس جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں محمد بن اشکاب سے روایت کیا' انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابوکاہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۹۱) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوکاہل! جو شخص ہر دن تین مرتبہ اور ہر رات تین مرتبہ محبت اور شوق سے مجھ پر درود شریف پڑھے' اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اس کے اس رات اور اس دن کے گناہ بخش دے۔

الکبیر للطبرانی (ج ۱۸ ص ۳۶۱) مجمع الزوائد (ج ۴ ص ۲۱۸)

ابوالشیخ نے کتاب "الصلوۃ علی النبی ﷺ" میں فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بن نصر نے روایت کیا' انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۹۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی فان الصلوۃ علی زکاۃ لکم. دیکھئے حدیث (۱۶)

مجھ پر درود بھیجو' بے شک مجھ پر تمہارا درود تمہارے لیے زکوۃ ہے۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تو اس حدیث میں خبر دی گئی کہ درود شریف بارگاہ نبوی میں ہدیۂ درود ارسال کرنے والے کے لیے زکوۃ ہے اور زکوۃ بڑھنے' برکت اور طہارت پر مشتمل ہوتی ہے اور جو پہلی حدیث میں بتایا گیا کہ یہ کفارہ ہے تو وہ (کفارہ) گناہ کے مٹانے کو متضمن ہوتا ہے تو یہ دونوں حدیثیں اس بات کو متضمن ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے سے نفس کو رذیل باتوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور اس کے کمالات وفضائل میں اضافہ ہوتا ہے اور ان ہی دو باتوں سے نفس کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کے کمال کے لیے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا شرط ہے جو آپ کی محبت' متابعت اور باقی تمام مخلوق سے آپ کو مقدم رکھنے کے لوازمات سے ہے۔

درود شریف کا چھبیسواں مقام' فقر وحاجت کا پایا جانا یا اس کا خوف

(۲۹۳) ابونعیم نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت جابر بن سمرۃ السوائی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے زیادہ قرب کا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا: سچی گفتگو اور امانت کی ادائیگی' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کچھ اور بتائیں' فرمایا: رات کی نماز اور گرمیوں کے روزے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اضافہ فرمایئے' آپ نے فرمایا: کثرت ذکر اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف فقر کو دور کر دیتا ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مزید بتایئے' آپ نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے وہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے عمر رسیدہ' بیمار' کمزور اور حاجت مند لوگ ہوتے ہیں۔

درود شریف کا ستائیسواں مقام' نکاح کا پیغام دیتے وقت

اسماعیل بن ابی زیاد نے جویبر سے روایت کیا' انہوں نے ضحاک سے اور انہوں نے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد خداوندی: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی. (الاحزاب: ٥٦) کی تفسیر میں فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعریف کرتا اور آپ (کے خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت فرماتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ آپ کے لیے طلب مغفرت کریں۔

یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب: ٥٦) کا مطلب یہ ہے کہ اپنی نمازوں اور اپنی مساجد اور ہر مقام حتیٰ کہ عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے وقت آپ کی ثناء کریں (درود شریف پڑھیں) اور اسے نہ بھولیں۔

درود شریف کا اٹھائیسواں مقام، چھینک مارتے وقت

(٢٩٤) امام طبرانی اپنی سند سے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ''السلام علی رسول اللہ'' کہتا ہوں لیکن رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا، آپ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہمیں چھینک آئے تو ہم ''الحمد للہ علی کل حال'' کہیں۔ جامع ترمذی (٢٧٣٨)

امام طبرانی کہتے ہیں کہ اس روایت کو سعید بن عبدالعزیز سے صرف ولید بن مسلم نے روایت کیا اور حضرت ہکل بن صالح اس کے تنہا راوی ہیں (متفرد ہیں)۔

(٢٩٥) امام ترمذی نے اسے حمید بن مسعدہ سے روایت کیا، وہ اپنی سند سے حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ'' لیکن رسول اکرم ﷺ نے

ہمیں اس طرح نہیں سکھایا، آپ نے ہمیں اس طرح سکھایا کہ ہم کہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ'' ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف زیاد بن ربیع سے جانتے ہیں۔

ابوموسیٰ المدینی کہتے ہیں کہ حضرت نافع کے واسطہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف بھی مروی ہے، پھر انہوں نے عبداللہ بن احمد کے طریق سے ان کی سند سے حضرت نافع سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اس سے فرمایا: تم نے بخل سے کام لیا، تم نے جب اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کیوں نہیں پڑھا؟

تو ایک جماعت اس طرف گئی ہے جن میں ابوموسیٰ المدینی بھی شامل ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کی اور کہا ہے کہ چھینک آنے کی صورت میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا مستحب نہیں۔ یہ محض حمد باری تعالیٰ کا مقام ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی چھینک کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کا حکم دیا ہے اور بارگاہِ نبوی میں درود شریف کا ہدیہ پیش کرنا اگرچہ افضل اور محبوب ترین اعمال میں سے ہے لیکن ہر ذکر کا ایک خاص مقام ہوتا ہے، دوسرا ذکر اس کی جگہ نہیں آ سکتا۔

ان حضرات نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور رکوع سے کھڑا ہونے (قومہ) میں درود شریف کا حکم نہیں، البتہ آخری تشہد میں پڑھنے کا حکم ہے چاہے واجب ہو یا مستحب۔

ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی احادیث روایت کی ہیں۔

(٢٩٦) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تذکرونی عند ثلاث عند تسمیۃ الطعام وعند الذبح وعند العطاس.

تین کاموں کے وقت میرا ذکر نہ کرو کھانے پر بسم اللہ پڑھتے وقت، ذبح کے وقت اور چھینک کے وقت۔

مسند الفردوس دیلمی (٧٣٧٠) زہر الفردوس (ج ٤ ص ١٨٨) بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ سلیمان بن عیسیٰ سجزی سے مروی ہے وہ عبدالرحیم بن زید العمی سے وہ کثیر سے وہ عوید سے وہ اپنے باپ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور اس کی تین علتیں (خرابیاں) ہیں۔

۱۔ سلیمان بن عیسیٰ اس میں متفرد ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا: اس راوی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث گھڑتے ہیں۔

۲۔ عبدالرحیم العمی ضعیف ہے۔

۳۔ یہ حدیث منقطع ہے (صحابی کا ذکر نہیں)۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم نے چھینک کے وقت درود شریف پڑھنے کے سلسلے میں حدیث روایت کی انہوں نے ابو طاہر فقیہ سے اور انہوں نے اپنی سند سے عباد بن زیاد سے گذشتہ حدیث نقل کی۔

درود شریف کا اٹھیسواں مقام' وضوء سے فراغت کے بعد

ابو الشیخ نے اپنی کتاب میں کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحیم بن شعیب نے بیان کیا' انہوں نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۹۷) اذا فرغ احدکم من طہورہ فلیقل اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ ثم لیصل علی فاذا قال ذلک فتحت لہ ابواب الرحمۃ. القول البدیع (۱۶۶)

جب تم میں سے کوئی ایک اپنے وضو سے فارغ ہو تو کلمہ شہادت پڑھ کر مجھ پر درود شریف پڑھے' جب وہ یہ پڑھے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

یہ مشہور حدیث ہے اور یہ کئی طرق سے حضرت عمر بن خطاب' عقبہ بن عامر' ثوبان اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

لیکن ان میں صلوٰۃ (درود شریف) کا ذکر صرف اسی روایت میں ہے۔

اور ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں کہا کہ ہم سے دحیم نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۲۹۸) لا وضوء لمن لم یصل علی النبی ﷺ . دیکھئے حدیث (۲۸)

جو شخص رسول اکرم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجے اس کا وضو کامل نہیں ہوتا۔

اس حدیث کے ایک راوی عبدالمہیمن سے استدلال نہیں کیا جاتا اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

درود شریف کا تیسواں مقام' گھر میں داخل ہوتے وقت

حافظ ابو موسیٰ المدینی نے یہ بات ذکر کی اور اس سلسلے میں ابو صالح بن مہلب کی حدیث روایت کرتے ہیں' وہ اپنی سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۲۹۹) ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر محتاجی اور رزق کی تنگی کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا:

جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو' گھر میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو' پھر مجھ پر سلام پیش کرو اور "قل ھو اللہ احد" (مکمل سورت) ایک بار پڑھو' پس اس شخص نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ اس نے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ القول البدیع (۱۲٤) تفسیر صاوی قل ھو اللہ احد کی تفسیر کے تحت۔

درود شریف کا اکتیسواں مقام' ذکر خداوندی کے اجتماعات

(۳۰۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو سیر و سیاحت کرتے ہیں' جب ذکر کے حلقوں سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں بیٹھ جاؤ' جب وہ لوگ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں' جب وہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں حتیٰ کہ وہ فارغ ہو جائیں' پھر وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے' یہ اس حالت میں واپس جائیں گے کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوگی۔ دیکھئے حدیث (۲۳)

اصل حدیث مسلم شریف میں ہے جو مسلم بن ابراہیم الکشی نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ صحیح مسلم (۲۶۸۹)

درود شریف کا بتیسواں مقام، کسی چیز کا بھول جانا یا اس کے ذکر کا ارادہ کرنا

ابو موسیٰ المدینی نے یہ بات ذکر کی اور انہوں نے اسے محمد بن عتاب المروزی کے طریق سے روایت کیا وہ اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۳۰۱) اذا نسیتم شیئا فصلوا علی تذکروہ ان شاء اللہ.

جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود شریف پڑھو ان شاء اللہ وہ تمہیں یاد آ جائے گی۔

القول البدیع (ص ۲۱۷)

حافظ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الحفظ والنسیان" میں دیگر طرق سے بھی نقل کیا ہے۔

درود شریف کا تینتیسواں مقام، کوئی حاجت پیش آنے کے موقعہ پر

احمد بن موسیٰ الحافظ نے فرمایا کہ ہم سے عبدالرحیم بن محمد بن مسلم نے بیان کیا وہ اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۳۰۲) من صلی علی مائة صلاة حین یصلی الصبح قبل ان یتکلم قضی اللہ له مائة حاجة عجل له منها ثلاثین حاجة واخر له سبعین وفی المغرب مثل ذلک.

جو شخص صبح کی نماز کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے مجھ پر ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرتا ہے ان میں سے تیس حاجات فوری طور پر پوری فرماتا ہے اور ستر حاجات کو مؤخر کرتا ہے اور مغرب کے وقت بھی اسی طرح ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر درود شریف کس طرح ہے؟

آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ

القول البدیع (۱۶۹)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود شریف بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! آپ پر رحمت نازل فرما۔

حتیٰ کہ سو مرتبہ پڑھے۔

ابراہیم بن جنید فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن حدیج بن معاویہ نے ابو اسحاق سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا وہ ابو عبیدہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

جب تم کسی حاجت کے بارے میں سوال کرو تو اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی مدح، حمد اور ثناء سے آغاز کرو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھو اور اس کے بعد دعا مانگو یہ طریقہ تمہاری حاجت کو پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

(۳۰۳) امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے سہل بن موسیٰ نے بیان کیا وہ اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں حاجت رکھتا ہو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور یہ کلمات پڑھے:

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ لَا تَدَعْ لِي

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بردبار کریم ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ پاک ہے، کریم عرش کا مالک ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے (یا اللہ!) میں تجھ سے تیری رحمت سے لازم آنے والے امور اور تیری مغفرت

هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا حَاجَةً لَكَ فِيهَا رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

کے نتائج' ہر نیکی کی غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں' میرے ہر غم کو دور کر دے' میرے ہر گناہ کو بخش دے اور میری ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا ہو اس کو پورا کر دے اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے!

جامع ترمذی (۴۷۹) سنن ابن ماجہ (۱۳۸۴) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۳۲۰) بروایت حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

(۳۰۴) ابن مندہ حافظ نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد عاصمی نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی کل یوم مائة مرة قضی اللہ له مائة حاجة سبعین منها لآخرته و ثلاثین منها لدنیاه.

جو شخص مجھ پر روزانہ ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات کو پورا کرتا ہے' ان میں سے ستر آخرت کے لیے اور تیس دنیا کے لیے ہیں۔

القول البدیع (ص ۱۲۳)

حافظ ابو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم

درود شریف کا چونتیسواں مقام' کان بجتے وقت

(۳۰۵) ابو موسیٰ وغیرہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں کہا کہ ہم سے ابوالربیع نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسان بن ھدی نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے ابو رافع کے بھائی حضرت عبداللہ اور اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا طنت اذن احدکم فلیصل علی و لیقل ذکر اللہ بخیر من ذکرنی. دیکھئے حدیث (۷۰، ۷۱)

جب تم میں سے کسی ایک کے کان بجنے لگیں تو وہ مجھ پر درود شریف بھیجے اور کہے: اللہ تعالیٰ اسے بھلائی سے یاد فرمائے جس نے مجھے

یاد کیا۔

اس حدیث کو معمر بن محمد بن عبداللہ بن ابی رافع نے اپنے والد سے' انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا اور سند میں عبداللہ کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ذکر اللہ من ذکرنی بخیر.

جو مجھے بھلائی کے ساتھ یاد کرے' اللہ اسے یاد کرے۔

درود شریف کا پینتیسواں مقام' نمازوں کے بعد

یہ بات حافظ ابو موسیٰ وغیرہ نے ذکر کی ہے اور انہوں نے اس سلسلے میں اس حکایت کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کیا جو حکایت ابو موسیٰ مدینی نے عبدالغنی بن سعید سے ذکر کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن احمد بن اسماعیل حاسب سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر محمد بن عمر نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ حضرت شبلی آئے' ابوبکر بن مجاہد نے کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: اے میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہیں حالانکہ آپ اور تمام اہل بغداد ان کو مجنوں تصور کرتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: میں نے ان سے وہی معاملہ کیا جس طرح میں نے رسول اکرم ﷺ کو ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے دیکھا' میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تو دیکھا کہ حضرت شبلی حاضر ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ نماز کے بعد یہ آیت پڑھتے ہیں:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ. (التوبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے عظیم رسول تشریف لائے' جو بات تمہیں مشقت میں ڈالیں وہ ان پر گراں گزرتی ہے' آپ (ﷺ) تم پر (ایمان کے) حریص اور مومنوں پر مہربان رحم فرمانے والے ہیں۔

اس کے بعد وہ مجھ پر درود شریف پڑھتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جب بھی کوئی فرض نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد یہ آیت پڑھتے ہیں اور تین مرتبہ "صلی اللہ علیک یا محمد" کہتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ وہ نماز کے بعد کون سا ذکر کرتے ہیں تو انہوں نے اس کی مثل ذکر کیا۔

درود شریف کا چھتیسواں مقام' جانور ذبح کرتے وقت

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے مستحب قرار دیا' وہ فرماتے ہیں کہ ذبیحہ پر تسمیہ بسم اللہ پڑھنا ہے اور اگر اس کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کچھ اضافہ کرے تو یہ اضافہ بہتر ہے اور میں (امام شافعی) ذبیحہ پر تسمیہ کے ساتھ "صلی اللہ علی رسولہ" کے الفاظ پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے پسند کرتا ہوں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ ہر حالت میں درود شریف کی کثرت ہو۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا' اس پر ایمان اور اس کی عبادت ہے اور پڑھنے والے کو ان شاء اللہ اجر حاصل ہوگا۔

(۳۰۶) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے' نبی اکرم ﷺ آگے تشریف لے گئے اور وہ آپ کے پیچھے پیچھے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ سجدہ ریز ہیں' وہ کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے تو آپ کا سجدہ طویل ہو گیا' پھر آپ نے سر اٹھایا تو حضرت عبدالرحمن نے عرض کیا: مجھے خوف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے میں آپ کی روح قبض نہ کر لی ہو۔

آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمن! تم نے مجھے جس حالت میں دیکھا ہے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے ملاقات کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی کہ وہ فرماتا ہے: جو شخص آپ پر درود شریف بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے سجدہ کیا۔ دیکھئے حدیث (۵۷)

(۳۰۷) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من نسی الصلاۃ علی خطی بہ طریق الجنۃ.

جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھنا چھوڑ دے' وہ جنت کے راستے سے خطا کر گیا۔

دیکھئے حدیث (۹۷-۹۸-۹۹)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں تفصیلی کلام فرمایا ہے۔

لیکن دوسرے حضرات نے اس سلسلے میں ان سے اختلاف کیا' ان میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب بھی ہیں' انہوں نے اس جگہ (ذبح کے وقت) درود شریف پڑھنا مکروہ قرار دیا۔

یہ بات صاحب محیط نے ذکر کی اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اس میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کا شبہ پایا جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے اصحاب (شاگردوں اور مقلدین) میں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ قاضی اور ان کے ساتھیوں نے اسے مکروہ قرار دیا اور ابوالخطاب نے "رؤوس المسائل" میں اسے مکروہ قرار دیا۔

ابن شاقلا نے امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح قول کیا اور اس کو مستحب قرار دیا۔ مکروہ قرار دینے والوں نے یوں استدلال کیا کہ ابو محمد الخلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

موطنان لاحظ لی فیھما عند العطاس والذبح.

دو مقام ایسے ہیں کہ ان میں میرے (ذکر کے) لیے کوئی حصہ نہیں چھینک آنے اور ذبح کے وقت۔

ان حضرات نے سلیمان بن عیسیٰ سجزی کی روایت سے بھی استدلال کیا' وہ عبدالرحیم بن زید العمی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے اس حدیث پر گفتگو ہو چکی ہے کہ یہ ثابت نہیں۔

درود شریف کا سینتیسواں مقام' نماز میں تشہد کے علاوہ درود شریف پڑھنا

بلکہ جب حالت قرأت میں رسول اکرم ﷺ کا ذکر ہو یا آیت کریمہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ پڑھے۔ ہمارے (مصنف کے) اصحاب وغیرہ نے یہ بات ذکر کی' وہ کہتے ہیں کہ جب قرأت میں آپ کا ذکر ہو تو توقف کر کے آپ پر درود شریف پڑھے۔

اسماعیل بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت حسن (بصری) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ نفل نماز میں جب رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کی آیت پڑھے تو وہاں ٹھہر جائے اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں واضح طور پر فرمایا کہ جب نمازی کسی آیت پر گزرے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہو تو اگر وہ نفل نماز ہو تو آپ کی بارگاہ میں درود شریف بھیجے۔[1]

درود شریف کا اڑتیسواں مقام' صدقہ کا بدل

جس شخص کے پاس مال نہ ہو اسے تنگ دست کو صدقہ دینے کی جگہ درود شریف کفایت کرتا ہے۔

(۳۰۸) ابن وہب نے عمرو بن حارث سے روایت کیا' انھوں نے اپنی سند سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ایما رجل لم یکن عندہ صدقة فلیقل فی دعائہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

جس شخص کے پاس صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یوں کہے اللھم صل علی

[1] یہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے' احناف کے نزدیک درود شریف نماز میں اپنے مقام پر پڑھا جائے۔ ۱۲ ہزاروی

مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ فَإِنَّهَا لَهٗ زَكٰوةٌ

محمد الخ اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں رحمت نازل فرما اور مومن مردوں' عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں پر رحمت نازل فرما' یہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے۔

اس روایت کو ان سے (ابن وہب سے) ان کے بھتیجے اور ہارون بن معروف نے روایت کیا۔

درود شریف کا انتالیسواں مقام' سوتے وقت

(۳۰۹) ابوالشیخ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ ہمیں اسحاق بن اسماعیل برکی نے خبر دی' وہ اپنی سند سے ابوقرصافہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

جو شخص بستر پر آئے اور سورۂ ملک پڑھے پھر یہ کلمات چار مرتبہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِحَقِّ كُلِّ اٰيَةٍ اَنْزَلْتَهَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنِّيْ تَحِيَّةً وَّسَلَامًا.

یا اللہ! حل وحرم کے رب! عزت والے شہر (مکہ مکرمہ) کے رب! رکن (حجر اسود) اور مقام (مقام ابراہیم) کے رب! مشعر حرام (مزدلفہ میں ایک جگہ) کے رب! ہر اس آیت کے صدقے میں جو تو نے ماہ رمضان میں نازل کی حضرت محمد (ﷺ) کی روح مبارک پر ہماری طرف سے سلام بھیج۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے دو فرشتے مقرر کرتا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں: اے محمد ﷺ! فلاں بن فلاں آپ پر سلام بھیجتا اور رحمت کی دعا کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں: اس فلاں پر میری طرف سے بھی سلام' اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ القول البدیع (ص ۲۰۷)

اس حدیث کی سند میں نُشر (نون پر فتحہ) ''محمد'' راوی کے والد ہیں۔ میں (مصنف)

کہتا ہوں کہ ابو قرصافہ (راوی) کا ذکر ابن عبد البر نے اپنی کتاب ''الصحابۃ'' میں کیا اور فرمایا کہ ان کا نام جندرہ ہے' وہ ابو کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحابی ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ تہامہ میں رہتے تھے لیکن یہ محمد بن بشر مدنی ہیں۔ ازدی نے کہا کہ اس راوی کی احادیث ترک کر دی گئیں اور یہ مجہول ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی علت یہ ہے کہ یہ ابو جعفر الباقر کے قول کی صورت میں مشہور ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

درود شریف کا چالیسواں مقام' ہر اچھے کام کے وقت

ہر اچھے کام کا آغاز کرتے وقت پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے اس کے بعد کلام ذکر کرے۔

جہاں تک حمد سے ابتداء کا تعلق ہے تو مسند امام احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۳۱۰) وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

كل كلام لا يبدأ فيه بحمد الله فهو اجذم.

جس کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے نہ ہو وہ بے برکت ہوتا ہے۔

سنن ابوداؤد (۴۸۴۰) سنن ابن ماجہ (۱۸۹۴) سنن کبریٰ للنسائی (۱۰۳۲۸) ابن حبان (۲۱۱) سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۲۲۹) مسند امام احمد (ج ۲ ص ۳۵۹) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

جہاں تک رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو ابو موسیٰ مدینی نے اسماعیل بن ابی زیاد کی حدیث سے نقل کیا' وہ اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۳۱۱) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كل كلام لا يذكر الله فيه فيبدأ به وبالصلوة علي فهو اقطع ممحوق من كل بركة. القول البدیع (۲۳۴)

ہر وہ کلام جس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے بعد مجھ پر درود شریف سے نہ ہو وہ بے برکت ہوتا ہے اور ہر قسم کی برکت سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

درود شریف کا اکتالیسواں مقام' نمازِ عید کے دوران

مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے۔

اسماعیل بن اسحاق نے فرمایا کہ ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ اپنی سند سے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہ عید سے ایک دن پہلے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور ان سے کہا: عید کا دن قریب آ چکا ہے تو اس میں تکبیر کا کیا طریقہ ہے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شروع میں تکبیر تحریمہ کہو اور اس سے نماز کا آغاز کرو' پھر اپنے رب کی حمد بیان کرو' پھر رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجو' پھر دعا مانگو اور تکبیر کہو اور پہلے کی طرح کرو' پھر تکبیر کہہ کر اسی طرح کرو' پھر قرأت کرو' پھر تکبیر کہو اور رکوع کرو' پھر کھڑے ہو کر قرأت کرو اور اپنے رب کی حمد کرو اور نبی کریم حضرت محمد ﷺ پر درود شریف بھیجو' پھر دعا مانگو اور تکبیر کہو' پھر پہلے کی طرح کرو' پھر تکبیر کہو اور پہلے کی طرح کرو' پھر تکبیر کہہ کر اسی طرح کرو' پھر رکوع کرو۔

حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے سچ فرمایا ہے۔

اس حدیث میں دو قرأتوں کو ملایا گیا (یعنی تکبیرات کے درمیان میں' پہلی رکعت میں تکبیرات کے بعد قرأت اور دوسری رکعت میں تکبیرات سے پہلے قرأت ہے) اور یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی دو روایتوں میں سے ایک یہی ہے۔

اور اس میں یہ ہے کہ زائد تکبیرات تین تین ہیں اور یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور اس میں تکبیرات کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد اور تکبیرات ہیں اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس (روایت) سے تکبیرات (زوائد) کی تعداد اور قرأت کا اتصال لے لیا' جب کہ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تکبیرات کے دوران ذکر کو مستحب قرار دیا' لیکن امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک تکبیرات کے درمیان ذکر نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ ان میں سے کہیں بھی اختیار نہیں کرتے۔

چوتھا باب:

درود شریف سے حاصل ہونے والے فوائد

درود شریف پڑھنے کے درج ذیل فوائد ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

(٢) درود شریف میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے اگرچہ دونوں (درود شریف) مختلف ہیں کیونکہ ہماری طرف سے درود شریف دعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود شریف نبی اکرم ﷺ کو عزت واحترام عطا کرنا ہے۔

(٣) درود شریف میں فرشتوں کی موافقت ہے۔

(٤) ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کو دس رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

(٥) (درود شریف پڑھنے سے) دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

(٦) اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(٧) اس کے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

(٨) جب دعا سے پہلے درود شریف پڑھے تو دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔

(٩) درود شریف پڑھنا نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب ہے جب آپ کے لیے وسیلہ کا ذکر پہلے ملائے یا الگ پڑھے جس طرح حضرت رویفع رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔

(١٠) درود شریف پڑھنا گناہوں کی بخشش کا باعث ہے جیسا کہ گزر گیا۔

(١١) درود شریف کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے کے غموں کو دور کرتا ہے۔

(١٢) درود شریف پڑھنے کے باعث بندہ قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ کا قرب حاصل کرے گا جس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔

(١٣) تنگ دست کے لیے یہ صدقہ کے قائم مقام ہے۔

(١٤) درود شریف قضائے حاجات کا ذریعہ ہے۔

(١٥) درود شریف پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا کا باعث ہے۔

(١٦) درود شریف پڑھنے والے کے لیے یہ عمل زکوۃ اور طہارت کا باعث ہے۔

(١٧) اس سے بندے کو موت سے پہلے جنت کی خوشخبری مل جاتی ہے۔

یہ بات حافظ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کی اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(١٨) درود شریف پڑھنا قیامت کے خطرات سے نجات کا سبب ہے۔ یہ بات ابو موسیٰ نے ذکر کی اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی ذکر کی۔

(١٩) درود شریف پڑھنا رسول اکرم ﷺ کی طرف سے صلوۃ وسلام کے جواب کا سبب ہے۔

(٢٠) درود شریف پڑھنے سے بندے کو بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔

(٢١) یہ عمل مجلس کی پاکیزگی (اور خوشی) کا باعث ہے اور قیامت کے دن یہ مجلس باعث حسرت نہیں ہوگی۔

(٢٢) درود شریف پڑھنے سے فقر دور ہوتا ہے۔

(٢٣) یہ عمل بندے سے بخل کے نام کو دور کر دیتا ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت درود شریف پڑھے۔

(٢٤) یہ عمل بندے کو جنت کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور اسے چھوڑنے والا اس راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

(٢٥) یہ عمل اس مجلس کی بدبو سے نجات دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور رسول اکرم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا گیا ہو پھر حمد وثناء کی جائے اور درود شریف پڑھا جائے۔

(٢٦) جو کلام اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف سے شروع کیا جائے تو وہ مکمل ہوتا ہے لہٰذا درود شریف تکمیل کلام کا ذریعہ ہے۔

(٢٧) درود شریف پل صراط پر بندے کی روشنی میں اضافہ کا باعث ہے اور اس سلسلے میں ابو موسیٰ وغیرہ نے حدیث ذکر کی ہے۔

(۲۸) اس عمل کے ذریعے بندہ ظلم و جفا سے نکل جاتا ہے۔

(۲۹) درود شریف پڑھنے کی وجہ سے بندہ آسمان اور زمین میں قابل تعریف ہو جاتا ہے کیونکہ درود شریف پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی تعریف فرمائے اور آپ کی عزت و شرف میں اضافہ فرمائے اور جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے' لہٰذا ضروری ہوا کہ درود شریف پڑھنے والے بندے کو بھی یہ عزت اور شرف حاصل ہو۔

(۳۰) درود شریف پڑھنے والے کو اس عمل کی وجہ سے اس کی ذات' عمل' عمر اور بہتری کے اسباب میں برکت حاصل ہوتی ہے کیونکہ درود شریف پڑھنے والا اپنے رب سے نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے لیے برکت کی دعا کرتا ہے اور یہ دعا قبول ہوتی ہے اور جزاء اس کی جنس سے ہے۔

(۳۱) یہ عمل رحمتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے کیونکہ رحمت یا صلوٰۃ کے معنی میں ہے جس طرح بعض حضرات نے کہا' یا اس کے لوازم اور موجبات سے ہے جیسا کہ صحیح قول یہی ہے پس درود شریف پڑھنے والے کو لازماً رحمت حاصل ہوتی ہے۔

(۳۲) درود شریف' رسول اکرم ﷺ سے دائمی محبت اور اس میں اضافہ کا سبب ہے اور یہ ایمانی عقود میں سے ہے' جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا کیونکہ بندہ جب اپنے محبوب کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور اس کو دل میں حاضر سمجھتا ہے نیز ان محاسن و معانی کو دل میں لاتا ہے جو اس کی محبت کو کھینچتے ہیں تو محبوب کی محبت بڑھ جاتی ہے اور اس کی طرف شوق میں اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ محبوب اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اور جب وہ اس کے ذکر اور دل میں اس کے محاسن کو حاضر کرنے سے اعتراض کرتا ہے تو اس (محبوب) کی محبت اس کے دل میں ناقص ہو جاتی ہے اور محب کی آنکھ کو محبوب کے دیدار سے زیادہ ٹھنڈک محبوب کے ذکر اور اس محاسن کو سامنے لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب اس کے دل میں یہ بات مضبوط ہو جاتی ہے تو اس کی زبان پر محبوب کی مدح و ثناء اور ذکر جاری ہو جاتا ہے' اب اس میں اضافہ اور نقصان دل میں پائی جانے والی محبت کی زیادتی اور نقصان کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

اس بات پر محسوسات کی گواہی بھی پائی جاتی ہے حتیٰ کہ شعراء نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے:

عجبت لمن یقول ذکرت حبی　　وھل انسی فاذکر من نسیت

''مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ میں نے محبوب کو یاد کیا تو کیا میں بھول جاؤں اور پھر اسے یاد کروں جسے بھول جاؤں''۔

تو اس محب نے اس شخص پر تعجب کا اظہار کیا جو کہتا ہے کہ میں نے محبوب کو یاد کیا' کیونکہ ذکر تو بھولنے پر ہوتا ہے' اگر اس شخص کی محبت کامل ہوتی تو وہ اپنے محبوب کو نہ بھولتا۔

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ارید لانسی ذکرھا فکانما　　تمثل لی لیلی بکل سبیل

''(اگر) میں لیلیٰ کی یاد کو بھلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو ایسے لگتا ہے گویا میرے ہر طرف لیلیٰ کھڑی ہے (اور ہر طریق سے اس کا سراپا میرے سامنے ہوتا ہے)''۔

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ لیلیٰ سے میری محبت اس کی یاد کو بھلا دینے سے مانع ہے۔

اور دوسرے شاعر نے کہا:

یراد من القلب نسیانکم　　وتابی الطباع علی الناقل

''دل تمہیں بھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو فطرت نقل کرنے والے پر انکار کرتی ہے''۔

پس خبر دی گئی کہ اس کی ان سے محبت اور ان کا ذکر فطرت بن چکا ہے' پس جو شخص اس کے خلاف کا ارادہ کرتا ہے اس کی فطرت اس پر اعتراض کرتی ہے کہ وہ اس سے منتقل ہو اور مشہور مثل ہے:

من احب شیئا اکثر من ذکرہ.　　جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

اور اس ذات والا صفات کے حق میں اس شعر سے بھی زیادہ کا حق ہے۔

لو شق عن قلبی فری وسطہ　　ذکرک والتوحید فی شطر

''اگر میرا دل پھٹ جائے تو تو اس کے درمیان اپنے ذکر کو دیکھے گا اور دوسرے نصف میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے''۔

تو یہ مومن کا دل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کا ذکر ایک ہی سطر لکھا ہوا ہے جن میں کوئی مٹا تا اور ازالہ داخل نہیں ہو سکتا۔

تو جب کسی چیز کا ذکر اس کی محبت کے دوام کو واجب کرتا ہے اور اس کو بھول جانا اس کی

محبت کے زوال یا اس محبت میں کمزوری کا باعث ہے اور بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ نہایت محبت اور تعظیم کا مستحق ہے بلکہ جس شرک کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا وہ محبت اور تعظیم میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے اس طرح محبت اور اس طرح تعظیم کرے جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا اور اس کی تعظیم کرتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرہ: ١٦٥)

اور لوگوں میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیر کو معبود قرار دیتے ہیں اور ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔

تو اللہ نے بتایا کہ مشرک شریک باری تعالیٰ سے اس طرح محبت کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور مومن ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔

اور جہنمی دوسرے اہلِ جہنم سے کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء: ٩٧-٩٨)

اللہ کی قسم! بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے، جب ہم تمہیں تمام جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ انہوں نے ان کو محبت کرنے، معبود قرار دینے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرایا، ورنہ کوئی شخص قطعاً یہ بات نہ کہتا کہ بت وغیرہ معبودانِ باطلہ، اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے افعال، آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور بندوں کی تخلیق میں اس کے برابر ہیں اور برابری صرف محبت اور عبادت میں ہے۔

اور ان سے بھی بڑھ کر گمراہ اور بُرے حال والے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کو وجود میں اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہراتے ہیں اور اسے ہر موجود چاہے کامل ہو یا ناقص، اس کا وجود قرار دیتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو گمراہ اور بدبخت قرار دیا جو اللہ تعالیٰ اور بتوں کو محبت میں

برابر ٹھہراتے ہیں، حالانکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں میں ذات وصفات کے اعتبار سے فرق ہے تو جو لوگ ان تمام باتوں میں اللہ تعالیٰ کو موجودات کے برابر ٹھہراتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا اور ان کا خیال ہے کہ ہر معبود کی پوجا میں غیر اللہ کی پوجا نہیں ہوتی۔ [1]

مقصود یہ ہے کہ جب دائمی ذکر، دائمی محبت کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کمال محبت، عبودیت، تعظیم اور بزرگی کے اظہار میں سب سے زیادہ حق رکھتا ہے تو اس کے ذکر کی کثرت بندے کو زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس کا حقیقی دشمن وہی ہے جو اسے اس کے رب اور اس کے ذکر اور اس کی عبادت سے روکتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے ذکر کا حکم کثرت سے دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعہ: ١٠)

اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا. (الاحزاب: ٤١)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو۔

اور فرمانِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (المنافقون: ٩)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ روکے اور جو ایسا کرے (ذکرِ خداوندی سے رک جائے) وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ. (الاحزاب: ٣٥)

اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] کوئی مسلمان غیر اللہ کی پوجا نہیں کرتا اور کسی کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر قرار دینا برابری نہیں، ہاں اگر کوئی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھے تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ ١٢ ہزاروی

فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ.
(البقرۃ:١٥٢)

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

(٣١٢) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سبق المفردون'' (مفردون سبقت لے گئے) صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ''وما المفردون'' (مفردون کون لوگ ہیں) آپ نے فرمایا:

الذاکرون اللہ کثیرا و الذاکرات.

اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔

صحیح مسلم (٢٧٧٦) جامع ترمذی (٣٥٩٦) ابن حبان (٨٥٨) مسند امام احمد (ج٢ص٣٢٣) بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(٣١٣) اور ترمذی شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

الا ادلکم علی خیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیرلکم من انفاق الذھب والورق وخیرلکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال "ذکر اللہ".

کیا میں تمہیں تمہارے بہترین عمل پر مطلع نہ کروں جو تمہارے مالک کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، سونا اور چاندی خرچ کرنے سے زیادہ بہتر اور اس سے بہتر کہ تم دشمن کا مقابلہ کرو اور تم اُن کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! بتایئے فرمایا: اللہ کا ذکر۔

جامع ترمذی (٣٣٧٧) سنن ابن ماجہ (٣٧٩٠) مستدرک حاکم (ج١ص٤٩٦) موطا امام مالک (ج١ ص٢١١) نوٹ: مؤطا میں یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر منقول ہے (حدیث موقوف ہے)۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما عمل آدمی عملا انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ وذکر

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر انسان کو کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے زیادہ نجات

رسولہ تبع لذکرہ.

دینے والا نہیں اور رسول اکرم (ﷺ) کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تابع ہے۔

مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ کا ذکر محبت میں دوام کا سبب ہے پس ذکر دل کے لیے اس طرح ہے جس طرح کھیتی کے لیے پانی ہوتا ہے بلکہ جس طرح مچھلی کے لیے پانی ضروری ہوتا ہے کہ وہ پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی کئی اقسام ہیں:

١- اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور صفات کا ذکر اور یوں اس کی تعریف کرنا۔

٢- اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا) اور اس کی بزرگی بیان کرنا، متاخرین علماء کے نزدیک ذکر کا عام استعمال اسی عمل پر ہے۔

٣- اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا ذکر اور یہ اہل علم کا ذکر ہے بلکہ وہ تو اپنے رب کا ذکر ان تینوں طریقوں سے کرتے ہیں۔

بہترین ذکر

اللہ تعالیٰ کا بہترین ذکر اس کے کلام کے ساتھ ذکر کرنا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. (طٰہٰ:١٢٤)

اور جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرے اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

تو یہاں ذکر سے مراد وہ کلام ہے جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد:٢٨)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوا سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس سے دعا کرنا' مغفرت طلب کرنا اور گڑگڑاتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پس یہ ذکر کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۳۳) درود شریف پڑھنا' بندے سے آپ کی محبت کا ذریعہ ہے' جب یہ اس ذات کی محبت میں اضافہ کا سبب ہے' جس پر درود شریف پڑھا جاتا ہے یعنی حضور علیہ السلام سے وہ محبت کرتا ہے تو آپ بھی اس سے محبت فرماتے ہیں۔

(۳٤) درود شریف پڑھنا' بندے کی ہدایت اور اس کی قلبی زندگی کا سبب ہے کیونکہ جب وہ آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے اور آپ کا ذکر کرتا ہے تو آپ کی محبت اس کے دل پر غالب آ جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے دل میں اس کے اوامر میں سے کسی چیز کا ٹکراؤ نہ رہے اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس میں سے کسی میں شک نہیں بلکہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ اس کے دل میں ایک سطر میں لکھا ہوتا ہے اور وہ مختلف بدلنے والی حالتوں میں اسے پڑھتا ہے اور اس سے ہدایت' فلاح اور طرح طرح کے علوم حاصل کرتا ہے اور جب بھی اس میں بصیرت' قوت اور معرفت زیادہ ہوتی ہے تو درود شریف پڑھنے میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم جو رسول اکرم ﷺ کی سنت کے عارف اور آپ کی اتباع کرنے والے ہیں' ان کا درود شریف عوام کے درود شریف پڑھنے سے الگ ہوتا ہے کہ اس سے ان کے اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور ان کی آواز بلند ہوتی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے وہ لوگ جو آپ کی سنت کا علم رکھتے ہیں اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کرتے ہیں' ان کے درود شریف پڑھنے کا انداز الگ ہوتا ہے اور جوں جوں دین اسلام کی معرفت زیادہ ہوتی ہے انہیں اس درود شریف کی حقیقت سے زیادہ محبت و معرفت حاصل ہوتی ہے' درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلوب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر کا مسئلہ ہے' بندہ جب اس کی پہچان زیادہ حاصل کر لیتا ہے' اس کی اطاعت زیادہ کرتا اور اس سے محبت بھی زیادہ کرتا ہے تو اس کے ذکر اور غافل لوگوں کے ذکر میں فرق ہو جاتا ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا علم جس سے ہوتا ہے خبر سے نہیں۔ [1]

جو شخص اپنے اس محبوب کی صفات کا ذکر کرتا ہے' جس کی محبت اس کے پورے دل پر چھا

جاتی ہے' وہ اس کی تعریف کرتا اور اس کی بزرگی بیان کرتا ہے تو اس کے ذکر اور اس شخص کے ذکر میں فرق ہے جو محض علامتی طور پر یا لفظی انداز میں ذکر کرتا ہے اور اس کے معنیٰ کو نہیں جانتا' اس کے دل اور زبان میں مطابقت نہیں ہوتی۔

جس طرح نوحہ کرنے والی (پیشہ ور رونے والی عورت) کے رونے اور اس عورت کے رونے میں فرق ہوتا ہے' جس کا بچہ مر جائے۔

پس رسول اکرم ﷺ کے ذکر اور آپ کے لائے ہوئے دین کا ذکر نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بھیج کر ہم پر جو انعام اور احسان کیا' اس بنیاد پر اس کی تعریف کرنا جو دراصل روح کی زندگی ہے:

روح المجالس ذکره وحدیثه — وهدی لکل ملدد حیران
واذا اخل بذکره فی مجلس — فاولئک الاموات فی الحیان

"مجالس کی روح آپ کا ذکر اور آپ کی باتیں کرنا ہے اور ہر بھٹکے ہوئے حیران کے لیے یہ ہدایت ہے اور جب کوئی مجلس آپ کے ذکر سے خالی ہو تو یہ زندوں میں مردہ کی طرح ہے"۔

(۳۵) درود شریف پڑھنے والے کا یہ اعزاز بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس کا نام پیش کیا جاتا ہے اور اس کا ذکر ہوتا ہے' جس طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان صلاتکم معروضة علی. — بے شک تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ وکل بقبری ملائکة یبلغونی عن امتی السلام. — بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر کچھ فرشتے مقرر کیے ہیں' وہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

اور بندے کے لیے اس سے بڑا اعزاز کیا ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا جائے' اسی معنیٰ میں کہا گیا ہے:

ومن خطرت منه ببالک خطرة — حقیق بان یسموا وان یتقدما

''اور جس ذات کا تمہارے دل میں خیال پیدا ہو تو زیادہ لائق ہے کہ وہ نظر کرم کریں اور آگے بڑھیں''۔

اور دوسرے شاعر نے کہا:

اھلا بما لم اکن اھلا لموقعہ　　قول المبشر بعد الیاس بالفرج
لک البشارۃ فاخلع ما علیک فقد　　ذکرت ثم علی ما فیک من عوج

''اگرچہ میں اس بات کا اہل نہ تھا لیکن پھر بھی اس اعزاز کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ مجھے مایوسی کے بعد خوشخبری ملی ہے' تمہارے لیے خوشخبری ہو' پس جو بوجھ تم پر ہے اسے اتار دو اگرچہ کج روی جو تم میں ہے وہ مجھے بھولی نہیں''۔

(۳٦) درود شریف پل صراط پر ثابت قدمی اور وہاں سے گزرنے کا باعث ہے کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن سمرہ کی روایت جو ان سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے سلسلے میں نقل کی ہے اس میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

(۳١٤) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر کبھی سرین کے بل چلتا ہے' کبھی گر جاتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے۔ پس وہ درود شریف آیا جو اس نے مجھ پر بھیجا تھا تو اس نے اسے اپنے قدموں پر کھڑا کیا اور پھر آگے گزار دیا (ابو موسیٰ نے یہ حدیث نقل کی) اور ترغیب وترہیب میں اس پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی اور فرمایا: یہ بہت اچھی حدیث ہے۔

(۳۷) نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا آپ کے حق کی بہت کم ادائیگی ہے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام فرمائی جبکہ رسول اکرم ﷺ کا استحقاق کسی کے علم' طاقت اور ارادہ میں نہیں آ سکتا ہے لیکن اللہ سبحانہ اپنے کرم سے بندوں سے تھوڑے سے شکر اور کم از کم حق کی ادائیگی کو قبول فرماتا ہے۔

(۳۸) درود شریف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے شکر نیز آپ کی رسالت کے ذریعے بندوں پر اس کے انعام پر مشتمل ہے۔

پس درود شریف پڑھنے والے کا درود اللہ تعالیٰ کے ذکر اور رسول اکرم ﷺ کے ذکر (دونوں) پر مشتمل ہے' بلکہ اس میں یہ سوال بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس درود

کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کو آپ کے شایانِ شان جزاء عطا کرے جیسا کہ آپ نے ہمیں ہمارے رب' اس کے اسماء' اور اس کی صفات کی پہچان کرائی اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں اس چیز کی پہچان بھی حاصل ہوئی جو بارگاہِ خداوندی میں رسائی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

پس درود شریف پورے ایمان پر مشتمل ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس کے علم' سماعت' قدرت' ارادے اور اس کی دیگر صفات اور کلام پر مشتمل ہے نیز اس کا رسول ﷺ کو بھیجنا اور تمام خبروں میں آپ کی تصدیق اور کمال محبت وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام باتیں ایمان کی اصل ہیں۔ پس رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا بندے کے لیے ان امور کے علم کو متضمن ہے نیز آپ کی تصدیق اور آپ سے محبت کا اظہار ہے' پس یہ سب سے بہتر عمل ہے۔

(۳۹) رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا بندے کی طرف سے دعا ہے اور بندے کی اپنے رب سے دعا اور سوال دو قسموں پر مشتمل ہے:

۱- اپنی ضرورتوں اور مشکلات اور دن رات پیش آنے والے امور کے بارے میں سوال کرنا۔ تو یہ دعا اور سوال ہے اور بندے کے محبوب و مطالب کو ترجیح دینا ہے۔

۲- یہ سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل و حبیب کی تعریف و ثناء فرمائے اور آپ کے شرف و عزت میں اضافہ فرمائے نیز آپ کے ذکر کو ترجیح دے اور بلند فرمائے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس بات کو پسند فرماتے ہیں۔ پس درود شریف پڑھنے والا اپنے سوال' رغبت اور طلب کو اس چیز کی طرف پھیرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پسند فرماتے ہیں اور وہ اس بات کو اپنی حاجات اور اپنی پسند کی طلب پر ترجیح دیتا ہے بلکہ یہ مطلوب اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا ہے اور اسے ترجیح دیتا ہے۔

تو جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دے' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی پسند کو ان کے علاوہ پر ترجیح دیتا ہے اور جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کو

اس کے غیر پر ترجیح دے اللہ تعالیٰ اسے دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔

اور اسے اس طریقے پر قیاس کرو جو لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ جب وہ بادشاہوں اور سرداروں کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس شخص سے جس کی وہ اطاعت کرتے ہیں اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں پر انعام کرے جن کو وہ اس کی رعایا میں سے محبوب ترین سمجھتے ہیں۔

اور جب وہ اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کی محبت اور اعزاز و اکرام اور شرف میں اضافہ کرے تو اس (بادشاہ) کے ہاں ان لوگوں کا مقام بڑھ جاتا ہے اور انہیں مزید قرب حاصل ہوتا ہے نیز وہ اس کے ہاں حصہ پاتے ہیں' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ شخص اپنے محبوب پر انعام کرے گا اور ان کو شرف و کرامت عطا کرے گا۔ پس جو شخص ان کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے اس کے بارے میں اس بادشاہ سے انعام و احسان کی تکمیل میں زیادہ رغبت رکھتے اور سوال کرتے ہیں اور یہ بات مشاہدے اور محسوسات سے تعلق رکھتی ہے۔

اگر تم یہ چاہو کہ اس شخص کا درجہ جو خاص اپنے لیے سوال کرتا ہے اور اس شخص کا درجہ جو خود حاکموں کے ارادوں کی تائید میں اس کے محبوب پر انعام و احسان کے لیے کہتا ہے' برابر ہو جائے تو یہ بالکل غلط ہے۔ اس مثال کو سمجھ کر بتاؤ کہ جو شخص محبوب ترین سبحانی اور عنایات ربانی کا زیادہ لائق ہو اس کا کیا درجہ ہوگا؟ اگر درود شریف پڑھنے میں اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہ ہوتا تو بھی مومن کے عزو شرف کے لیے یہ کافی ہے۔

یہاں ایک عمدہ نکتہ ہے کہ جس ذات نے اپنی امت کو ان کا دین سکھایا اور وہ شریعت جو ان کے لیے لے کر آئے' نیز ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ترغیب دی اور اس راستے میں صبر کیا تو ان کے لیے یعنی نبی اکرم ﷺ کے لیے اجر آپ کی اتباع کرنے والوں کے عمل کے اجر سے زیادہ ہے' پس جو شخص آپ کی سنت اور دین کی دعوت دیتا اور امت کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے جب اس کا مقصد رسول اکرم ﷺ کو اس کا زیادہ ثواب پہنچانا ہو اور مخلوق کو ہدایت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قرب کی دعوت دینا ہو اور یہ کہ ان کو بھی اجر حاصل ہو لیکن اس کا بہت زیادہ اجر رسول اکرم ﷺ کے لیے ہو تو اس کے لیے اس دعوت و تعلیم کا ثواب اس نیت کے اعتبار سے ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

پانچواں باب:

نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک کے علاوہ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم

جہاں تک انبیاء کرام اور مرسلین عظام کا تعلق ہے تو ان پر درود وسلام بھیجا جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝
(الصافات:۷۸۔۸۰)

اور ہم نے ان کا ذکر پچھلے لوگوں میں رکھا' تمام جہان والوں میں حضرت نوح (علیہ السلام) پر سلام ہو' بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (الصافات:۱۰۸۔۱۰۹)

اور ہم نے ان کا ذکر پچھلے لوگوں میں رکھا' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔

اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے بارے میں فرمایا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝
(الصافات:۱۱۹۔۱۲۰)

اور ہم نے ان دونوں کا ذکر پچھلے لوگوں میں رکھا' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) پر سلام ہو۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ
(الصافات:۱۳۰)

سلام ہو الیاس پر۔

اللہ تعالیٰ نے پچھلے لوگوں میں اپنے رسل عظام کے لیے جو کچھ رکھا ہے وہ یہی سلام ہے جس کا ذکر کیا گیا۔

مفسرین کی ایک جماعت جن میں حضرت مجاہد اور دوسرے مفسرین شامل ہیں نے فرمایا کہ ''وترکنا علیھم فی الاخرین'' سے مراد تمام انبیاء کرام کی اچھی تعریف اور اچھی گفتگو کرنا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اسے مفسرین کرام کے دو قول قرار دینا مناسب نہیں [1] جس طرح اقوال بیان کرنے والے لوگ کرتے ہیں بلکہ یہ ایک ہی قول ہے۔

پس جس نے کہا کہ جو چیز پچھلے لوگوں میں چھوڑی گئی (یعنی رکھی گئی ہے) وہ بذاتہٖ سلام ہے پس اس میں شک نہیں کہ ارشادِ خداوندی ''سلم علی نوح'' یہ جملہ محلاً منصوب ہے کیونکہ ''ترکنا'' کا مفعول ہے اور معنی یہ ہے کہ تمام عالمین حضرت نوح علیہ السلام اور بعد والے انبیاء کرام پر سلام بھیجتے ہیں اور جن لوگوں نے اس کی تعریف سچی زبان اور اچھی تعریف کے ساتھ کی ہے انہوں نے سلام سے لازم آنے والی بات کو دیکھا ہے اور وہ اچھی تعریف ہے اور ان کے لیے سچی زبان کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب ان کا ذکر ہو تو ان پر سلام بھیجا جائے۔

اور ایک گروہ کا خیال ہے جن میں ابن عطیہ وغیرہ شامل ہیں کہ جس نے اچھی تعریف اور اچھا تذکرہ چھوڑنے کا قول کیا ہے اس کے نزدیک ''سلم علی نوح فی العالمین'' جملہ ابتدائیہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے جو ان پر بھیجتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لیے ہے کہ وہ برائی کے ساتھ ذکر سے محفوظ ہیں۔ یہ بات طبری نے بھی ہے۔

اور تحقیق یہ قول اس طرح بھی مضبوط ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جو چیز ان کے لیے چھوڑی گئی ہے وہ پچھلے لوگوں میں ہے اور ان پر سلام تمام جہانوں میں ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھی تعریف باقی رکھی ہے۔

یہ قول بوجوہ ضعیف ہے۔

۱۔ اس سے ''ترکنا'' کے مفعول کا حذف لازم آتا ہے اور اس تقدیر پر کلام میں کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا کیونکہ معنی اس بات کی طرف لوٹ جائے گا کہ ہم نے ان کے لیے پچھلے لوگوں میں ایک ایسا امر چھوڑا ہے جو الفاظ میں مذکور نہیں ہے کیونکہ اس قائل کے

[1] پچھلوں میں ان کا ذکر اور سلام دو الگ الگ باتیں نہیں ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

نزدیک سلام پچھلے کلام سے منقطع ہوگا اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر اس کا مفعول محذوف ہوتا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا تو کسی ایک جگہ ذکر کرتے تاکہ حذف کی مراد پر دلالت ہو جاتی اور جن جن کے بارے میں بتایا گیا کہ پچھلے لوگوں میں ان کی اچھی تعریف رکھی گئی ان سب مقامات میں حذف کرنا خلاف قیاس ہے اور پھر قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے بلکہ ہر فصیح کلام میں ایک جگہ کسی چیز کا ذکر کیا جاتا ہے پھر دوسرے مقام سے اسے حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہ مذکور اس محذوف پر دلالت کرتا ہے اور عام طور پر ذکر زیادہ اور حذف قلیل ہوتا ہے۔

اور اگر زیادہ حذف کریں اور کسی ایک جگہ بھی اس کا ذکر نہ کریں جو اس محذوف پر دلالت کرے تو قرآن مجید میں یہ صورت وقوع پذیر نہیں ہے۔

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ''وترکنا علیہ فی الاخرین سلاما'' کے الفاظ ہیں اور لفظ سلام منصوب ہے یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جس مفعول کو ترک کیا گیا وہ بعینہٖ سلام ہے۔

٤۔ اگر سلام کا پہلے کلام سے تعلق نہ ہو تو یہ بات کلام کی فصاحت اور عمدگی کے خلاف ہوگی اور ماقبل پر وقف صحیح نہ ہوگا اور اس کو سامع کی حالت کے حوالے سے دیکھو کہ جب وہ ''وترکنا علیہ فی الاخرین'' سنتا ہے تو وہ کس طرح تکمیل کلام کا شوق رکھے گا اور اس پر مطلع ہوگا اور اسے اس سے کس طرح فائدہ حاصل ہوگا کہ کلام کے انتہا اور اس کے مکمل ہونے پر مطمئن ہو بلکہ وہ اس کے پورا ہونے کا طالب رہتا ہے اور وہ متروک (مفعول) ہے لہٰذا ''الاخرین'' پر وقف تام نہیں۔

اگر کہا جائے کہ اس باب میں مفعول کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ ''ترک'' کا معنی ''اعطی'' (دینا) ہے کیونکہ اس نے ان کی اچھی تعریف کی کہ پچھلوں میں ان کا ذکر باقی رکھا اور باب ''اعطی'' میں دونوں مفعولوں کا ذکر کرنا اور دونوں کو حذف کرنا اور ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے قرآن مجید میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ. (الکوثر: ۱) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔

یہاں دونوں مفعول (کاف ضمیر اور الکوثر) مذکور ہیں اور ارشاد خداوندی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى. (اللیل ۵) — پس جس نے دیا۔

یہاں دونوں مفعول حذف کیے گئے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ. (الضحیٰ ۵) — اور عنقریب آپ کا رب آپ کو عطا کرے گا۔

یہاں دوسرا مفعول محذوف ہے اور پہلے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ "اعطاء" (دینا) فعل مدح ہے' پس اس کا لفظ اس بات پر دلیل ہے کہ مفعول معطیٰ کو معطی (عطا کرنے والے) کی عطا پہنچتی ہے اور "اعطاء" احسان' نفع اور نیکی ہے پس دونوں مفعولوں کو ذکر کرنا' دونوں کو حذف کرنا اور ایک پر اکتفا کرنا (تینوں صورتیں) جائز ہیں' فعل سے جو بھی غرض مطلوب ہو (اس کے مطابق ہوگا)۔

اگر مقصود اس اعطاء کی ماہیت کی ایجاد ہو جو بندے کو بخل' شح (لالچ) اور احسان کے منافی منع سے نکالنے والی ہو تو فعل کو مجرد ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى. (اللیل:۵) — تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔

پس جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔

یہاں یہ بات ذکر نہیں کی کہ کیا دیا اور کس کو دیا اور تم کہتے ہو:

فلان يعطى ويتصدق ويهب ويحسن. — فلاں عطا کرتا ہے' صدقہ دیتا ہے' ہبہ کرتا ہے اور احسان کرتا ہے۔

(۳۱۵) نبی اکرم ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ. — یا اللہ! جو کچھ تو عطا کرے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔

جب ان الفاظ سے مطلوب عطا کرنے اور روکنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی

انفرادیت بیان کرنا ہے تو جو کچھ عطا کیا' اس کے ذکر کا کوئی مطلب نہیں' بلکہ مقصود تو حقیقت عطا ہے اور یہ بتانا کہ تو ہی روکتا ہے' کسی دوسرے کو روکنے کا حق نہیں' بلکہ تو اس میں منفرد ہے' اس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

پس یہاں دونوں مفعولوں کا ذکر معنی کی تکمیل اور بلاغت میں خلل کا باعث بنتا اور جب دونوں مفعولوں کا ذکر مقصود ہو تو وہ دونوں اکٹھے ذکر کیے جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ. (الکوثر:۱) — بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کی۔

کیونکہ یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کو اس بات کی خبر دینا ہے کہ اس نے آپ کو اس (کوثر) کے ساتھ خاص کیا اور آپ ہی کو کوثر عطا کیا اور یہ مفہوم اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب دونوں مفعولوں کا ذکر ہو۔

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا. (الدھر:۸) — اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

اور جب مقصود ان میں سے ایک ہو تو اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ. (المائدہ ۵۵) — وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ وہ یہ واجب عمل کرتے ہیں اور اس میں ڈھیل نہیں کرتے' پس اس کا ذکر کیا کیونکہ یہی مقصود ہے۔

اور جہنمیوں کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے (وہ لوگ کہیں گے):

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ (المدثر:۴۳۔۴۴) — ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔

اور جب مقصود اس بات کی خبر دینا ہے کہ جو لوگ اس بات کے مستحق تھے کہ ان کو کھانا

دیا جائے' ان سے بخل برتا گیا اور ان کو انہوں نے اس حق سے محروم کر دیا جو کھانا کھلانے کے حوالے سے تھا اور ان (بخیل) لوگوں کے دل کھانا کھلانے سے سخت ہو گئے تو گویا ان ہی کا ذکر ہی مقصود تھا' جس کو کھانا دیا جائے اس کا ذکر مقصود نہ تھا۔

اگر تم قرآن مجید میں اختیار کیے گئے اس طریقے میں غور کرو کہ وہ اہم اور مقصود بات کو ذکر کرتا ہے اور غیر مقصود کو حذف کر دیتا ہے تو تمہیں اعجاز قرآن کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر اطلاع ہو جائے گی۔

لیکن کسی فعل کا ترک اس سلسلے میں کسی بات کی خبر نہیں دیتا اور نہ اس (ترک) کے ذریعے تعریف کی جاتی ہے۔ پس اگر تم کہو کہ فلاں شخص ترک کرتا ہے تو اس سے بالکل فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

بخلاف اس کے جب تم یطعم' یعطی اور یھب وغیرہ کہو (وہاں مفعول کا فائدہ ہو گا) بلکہ اس کا ذکر ضروری ہے ترک صحیح نہیں' اسی لیے یہ کہا جاتا "فلان تارک" (فلاں چھوڑنے والا ہے) اور کہا جاتا معط' مطعم۔ دینے والا ہے' کھلانے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک میں سے "المعطی" بھی ہے پس "المعطی" پر "ترک" کا قیاس فاسد ہے۔

اور ارشاد خداوندی "سلم علی نوح فی العالمین" جملہ محکیہ ہے (حکایت کی گئی ہے)۔

زمخشری نے کہا کہ "وترکنا علیه فی الاخرین" (الصافات: ۷۸) یعنی امتوں میں (ان کا ذکر چھوڑا) ہے۔

اور کلمہ "سلام علی نوح" یعنی وہ ان پر اچھی طرح سلام بھیجتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں ایسا کلام ہے جو حکایت کیا ہے' جس طرح تم کہو قرأت "سورة انزلناها" میں نے یہ کلمات پڑھے (یعنی گذشتہ وقت میں پڑھے)۔

۵- اللہ تعالیٰ نے "سلم علی نوح فی العالمین" فرما کر خبر دی کہ ان پر یہ سلام تمام عالمین میں ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ان میں یہ سلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام عالمین کی طرف سے ان پر سلام ہے' وہ سب ان کو سلام کرتے اور ان کی تعریف کرتے

ہیں بلکہ ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔ پس ان کے درمیان حضرت نوح علیہ السلام پر سلام کے الفاظ سے ذکر کیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سلام "العالمین" کے ساتھ مقید نہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کا سوال کرنا جائز نہیں۔ پس یہ نہیں کہا جاتا۔

"اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْعَالَمِیْنَ" اور یہ الفاظ بھی صحیح نہیں "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِکَ فِی الْعَالَمِیْنَ" اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہوتا تو یہ بات جائز ہوتی کہ اللہ تعالیٰ سے اس طریقے پر طلب کیا جائے جس طریقے پر وہ سلام بھیجتا ہے۔

اور ان کا یہ قول کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر عالمین کے درمیان سلام بھیجا اور اسے پچھلے لوگوں میں چھوڑ دیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پچھلے لوگوں میں اپنے انبیاء و رسل پر سلام اور اچھی تعریف باقی رکھی ہے اور یہ ان کے صبر اور اپنے رب کے پیغامات پہنچانے اور اس پر امتوں کی طرف سے اذیت برداشت کرنے کا اجر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر جو باقی رکھا گیا ہے وہ عالمین میں عام ہے اور آپ کے لیے سلام ان سب میں رکھا گیا ہے' اس سے وہ عالمین خالی نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسے ملائکہ' جنوں اور انسانوں میں ہر دور میں رکھا ہے نیز ایک عالم کے بعد دوسرے عالم میں بھی باقی رکھا۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے صبر اور اپنے رب کے حقوق قائم کرنے کا بدلہ ہے نیز آپ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں جن کو اہل زمین کی طرف بھیجا اور آپ کے بعد تمام رسولوں کو آپ کے دین کے ساتھ بھیجا' جیسے ارشاد خداوندی ہے:

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا. (الشوریٰ: ۱۳)	تمہارے لیے وہ دین مشروع کیا جس کی وصیت حضرت نوح (علیہ السلام) نے فرمائی۔

اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس سے پہلے حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ

انہوں نے اس سے اچھی تعریف اور سچی گفتگو مراد لی ہے' پس انہوں نے ان پر سلام اور اس کے فائدے کا ذکر کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک (انبیاء کرام علیہم السلام) پر درود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں محمد بن ابی بکر سے روایت کیا' وہ اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۳۱۶) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی انبیاء اللہ ورسله فان اللہ بعثهم کمابعثنی. دیکھئے حدیث (۱۷)

اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسول (علیہم السلام) پر درود شریف بھیجو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اسی طرح بھیجا ہے جس طرح مجھے بھیجا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی اپنی سند سے موسیٰ (راوی) سے روایت کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۳۱۷) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا صلیتم علی فصلوا علی انبیاء اللہ فان اللہ بعثهم کما بعثنی.

القول البدیع (ص ۵۲)

جب تم مجھ پر درود شریف بھیجو تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام پر بھی درود بھیجو بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مبعوث فرمایا جس طرح مجھے بھیجا ہے۔

اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور کہا گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابو موسیٰ المدینی نے کہا کہ مجھے بعض بزرگوں سے ضعیف سند کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا گویا وہ اپنی اولاد پر شکوہ کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر درود شریف کم پڑھتے ہیں۔

اس روایت کے راوی موسیٰ بن عبیدہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کی حدیث مانوس (معروف) ہے۔

متعدد حضرات نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر درود شریف بھیجنا جائز ہے۔ ان (ناقلین) میں حضرت شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت منقول ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی نبی پر درود شریف نہ پڑھا جائے' لیکن ان کے شاگردوں نے اس قول کی تاویل یہ کی ہے کہ ہمیں دیگر انبیاء کرام پر درود شریف پڑھنے کا اس طرح حکم نہیں جس طرح حضور علیہ السلام پر پڑھنے کا حکم ہے۔

فصل

انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر درود شریف بھیجنا

جہاں تک انبیاء کرام کے علاوہ پر درود شریف بھیجنے کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی آل پر درود شریف پڑھنے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن جو لوگ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا واجب قرار دیتے ہیں' ان میں اختلاف ہے کہ آیا آپ کی آل پر درود شریف بھیجنا بھی واجب ہے؟ تو اس سلسلے میں شافعی حضرات نے دو راستے اختیار کیے:

۱- نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا واجب ہے اور آپ کی آل پر وجوب کے سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو قول ہیں۔ امام الحرمین اور امام غزالی رحمہما اللہ کا بھی یہی طریقہ ہے۔

۲- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی آل پر درود شریف کے وجوب میں دو وجہ ہیں اور ان حضرات کے نزدیک یہی مشہور ہے اور جس بات کو انہوں نے صحیح قرار دیا وہ یہ ہے کہ ان پر درود بھیجنا واجب نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کے شاگردوں کا آل رسول پر درود بھیجنے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں ان کے ہاں بھی دو قول ہیں۔

تو جس صورت میں انہوں نے واجب قرار دیا تو اگر لفظ آل کو اہل سے بدل کر "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَھْلِ مُحَمَّدٍ" کہیں تو اس کے جائز ہونے میں دو قول ہیں۔

بعض اصحاب شافعی نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ آل پر صلوٰۃ مستحب ہے واجب نہیں اور اس سلسلے میں اجماع ثابت نہیں۔

صرف آلِ بیت پر درود شریف بھیجنا

کیا صرف آل بیت پر درود شریف بھیجا جا سکتا ہے؟ تو اس مسئلہ کی دو نوع ہیں:

۱- اگر "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ" کہا جائے تو یہ جائز ہے اور نبی اکرم ﷺ بھی آل میں داخل ہوں گے تو آل بیت کا تنہا ذکر صرف الفاظ میں ہے، معنوی اعتبار سے نہیں۔

۲- ان میں سے کسی ایک کا متعین طور پر ذکر کیا جائے مثلاً "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیٍّ" "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَسَنٍ" کہا جائے یا تنہا حضرت حسین یا حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کا ذکر کیا جائے تو اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

نیز دیگر صحابہ کرام اور بعد والے حضرات پر نام لے کر درود شریف پڑھنے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ گزشتہ لوگوں کا عمل نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت طاؤس بھی یہی فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ درود شریف صرف نبی اکرم ﷺ پر بھیجا جا سکتا ہے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

درود شریف صرف نبی اکرم ﷺ پر بھیجا جا سکتا ہے، البتہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہوئے دعا کی جا سکتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذہب یہی ہے۔

ابوبکر بن شیبہ نے حسن بن علی کے واسطہ سے جعفر بن برقان سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا: حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ کچھ لوگوں نے عمل آخرت کے بدلے دنیا طلب کرنا شروع کر دی ہے اور کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کی جگہ اپنے خلفاء اور امراء پر درود شریف بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ پس جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو ان کو حکم دو کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام پر درود بھیجیں اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگیں۔

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں:

۱- یہ منع تحریم ہے (ایسا کرنا حرام ہے)۔

۲- اکثر حضرات کا قول ہے کہ یہ منع تنزیہی ہے۔

۳- یہ ترک اولیٰ ہے مکروہ نہیں۔ یہ بات امام نووی رحمہ اللہ نے "الاذکار" میں نقل کی ہے۔

الاذکار (ص ۲۰۹)

وہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات جو اکثر حضرات کا قول ہے، یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ پھر سلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ صلوٰۃ (درود شریف) کے معنی میں ہے؟ تو یہ کہنا بھی مکروہ ہوگا "السلام علی فلان" یا "فلان علیہ السلام" تو ایک جماعت نے اسے مکروہ قرار دیا، ان میں ابو محمد الجوینی بھی ہیں۔ انہوں نے "علی علیہ السلام" کہنا بھی منع قرار دیا۔ لیکن دوسرے حضرات نے سلام اور صلاۃ میں فرق کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سلام ہر مومن کے حق میں جائز ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب، تم کہتے ہو کہ میری طرف سے فلاں کو سلام پہنچاؤ، یہ مسلمان کو تحیت (سلام) ہے بخلاف درود شریف کے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے حقوق میں سے ہے، اسی لیے نمازی کہتا ہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ لیکن "اَلصَّلَاۃُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" نہیں کہتا، پس فرق معلوم ہو گیا۔

ان حضرات نے چند وجوہ سے استدلال کیا ہے:

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول جو پہلے گزر چکا ہے۔

۲- نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ لوگوں پر درود بھیجنا اہل بدعت کی نشانی بن گئی ہے اور ہمیں ان کی علامت ونشانی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ رافضی جب اپنے ائمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے نام لے کر ان پر درود شریف بھیجتے ہیں اور ان کے علاوہ پر جو ان سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے بہت محبوب ہیں' ان پر درود شریف نہیں بھیجتے پس اس علامت میں ان کی مخالفت کرنی چاہیے۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ یہ امت کے گذشتہ لوگوں کا عمل نہیں ہے' اگر یہ کام بہتر ہوتا تو وہ اس کی طرف سبقت کرتے۔

٤- امت کی زبان پر درود شریف نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے' آپ کے اسم گرامی کے ساتھ اسے ذکر کیا جاتا ہے' جس طرح ''عزوجل'' اور ''سبحانہ وتعالیٰ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اس کے نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور دوسروں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔

پس ''محمد عزوجل'' یا ''محمد سبحانہ'' نہیں کہا جاتا اور مخلوق کو خالق کا مرتبہ بھی نہیں دیا جاتا' پس اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ غیر نبی کو نبی کا مرتبہ دیا جائے اور کہا جائے ''فلان صلی علیہ وسلم''۔

۵- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور:٦٣)

رسول اکرم (ﷺ) کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ رسول اکرم ﷺ کو آپ کے نام کے ساتھ نہ پکارا جائے جس طرح دوسرے لوگوں کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے تو یہ بات کس طرح جائز ہوگی کہ آپ کے لیے درود شریف اسی طرح ہو جس طرح دعا میں آپ کے غیر کے لیے ہے' یہ بالکل جائز نہیں۔

٦- نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تشہد میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام بھیجنے

کا حکم دیا' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ درود شریف صرف آپ کا حق ہے' اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں۔

۷- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درود شریف کا ذکر آپ کے حقوق اور ان خواص کے ضمن میں کیا جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں یعنی آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کا حرام ہونا اور جو خاتون اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پیش کرے' اس سے آپ کے نکاح کا جواز اور جو آپ کو اذیت پہنچائے اس پر لعنت کا واجب ہونا وغیرہ آپ کے حقوق میں سے ہیں اور سب سے تاکیدی حق آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ آپ کا خصوصی حق ہے اور آپ کی آل اس سلسلے میں آپ کے تابع ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یہ بات جائز رکھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے دعا مانگیں' ایک دوسرے کے لیے مغفرت طلب کریں اور زندگی میں اور موت کے بعد رحمت کی دعا کریں اور ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ نبی اکرم ﷺ پر آپ کی حیات طیبہ میں اور اس کے بعد بھی آپ پر درود شریف بھیجیں' پس دعا مسلمانوں کا حق ہے اور درود شریف رسول اکرم ﷺ کا حق ہے اور اس سلسلے میں کوئی دوسرا آپ کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کی جاتی ہے' اس پر رحمت اور اس کے لیے مغفرت طلب کی جاتی ہے لیکن اس کی جگہ اس پر درود شریف نہیں پڑھا جاتا اور یوں نہیں کہا جاتا ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ'' اور نمازوں میں رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا جاتا ہے اور اس کی جگہ ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ'' نہیں کہا جاتا بلکہ ہر ایک کو اس کا حق دیا جاتا ہے۔

۹- مومن اس بات کا زیادہ حاجت مند ہوتا ہے کہ اس کے لیے مغفرت اور رحمت نیز عذاب سے نجات کی دعا کی جائے لیکن نبی اکرم ﷺ اس دعا کے محتاج نہیں ہیں بلکہ آپ پر درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملنے والے شرف' عزت اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور یہ بات آپ کو حاصل ہے' اگرچہ غفلت کرنے والے اس عمل سے غافل رہیں۔ پس آپ پر درود شریف کا حکم اللہ تعالیٰ کی

طرف سے امت پر احسان اور ان پر رحمت ہے تاکہ درود شریف کی وجہ سے ان کو عزت حاصل ہو جب کہ آپ کے علاوہ لوگ یعنی امت اس بات کی محتاج ہے کہ ان کے لیے دعا کی جائے اور مغفرت و رحمت کا سوال کیا جائے۔ اسی لیے شریعت نے دونوں باتوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔

۱۰۔ اگر آپ کے علاوہ کسی پر درود شریف بھیجنا جائز ہوتا تو کہا جاتا کہ یہ امت کے بعض افراد کے ساتھ خاص ہے یا کہا جاتا کہ ہر مسلمان پر بھیجنا جائز ہے۔

اگر کہا جائے کہ بعض کے ساتھ خاص ہے تو اس قول کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ ایسی تخصیص ہے جس کا کوئی مخصص نہیں اور اگر کہا جائے کہ خاص نہیں اور ہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس کے لیے دعا جائز ہے تو اس وقت ہر مسلمان پر درود شریف بھیجنا جائز ہوگا اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ پس جس طرح یہ کہنا صحیح ہوگا "اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْهِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ" (یا اللہ! اس کی توبہ قبول فرما' یا اللہ! اس کو بخش دے) اسی طرح "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ" کہنا بھی صحیح ہوگا اور یہ بات باطل ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ صرف نیک لوگوں پر جائز ہے ان کے علاوہ پر نہیں تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی ضابطہ ہے کیونکہ کسی شخص کا نیک یا بُرا ہونا ایسا وصف ہے جو زیادتی اور کمی کو قبول کرتا ہے' اسی طرح اس کا اللہ تعالیٰ کا ولی ہونا' متقی ہونا اور مومن ہونا بھی (یہی حکم رکھتا ہے) کہ ان میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے تو کس ضابطے کے تحت امت کے بعض افراد پر درود شریف پڑھا جائے اور بعض پر نہ پڑھا جائے؟

ان حضرات نے فرمایا کہ ان دس وجوہ سے معلوم ہوا کہ درود شریف نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ خاص ہے۔

لیکن دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے غیر پر درود شریف بھیجنا جائز ہے۔

قاضی ابوالحسین بن فراء نے "رؤس مسائلہ" میں کہا کہ حضرت حسن بصری' خصیف' مجاہد' مقاتل بن سلیمان' مقاتل بن حیان اور بہت سے اہل تفسیر کا قول یہی ہے۔ حضرت امام

احمد رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے' ابوداؤد کی روایت میں یہ واضح الفاظ میں ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پر درود شریف بھیجنا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں فرمایا' "صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ" (آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو)۔

وہ فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ' ابوثور' محمد ابن جریر الطبری اور دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے۔

ابوبکر بن ابی داؤد نے اپنے والد سے یہ بات نقل کی ہے۔ ابوالحسین کہتے ہیں کہ اسی پر عمل ہے اور ان حضرات نے مختلف وجوہ سے استدلال کیا ہے:

۱۔ ارشاد خداوندی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۔ (التوبہ: ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کرکے اس کے ذریعے ان کو پاک کریں اور ان کے لیے رحمت کی دعا کریں۔

تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ امت سے صدقہ لے کر ان کے لیے رحمت کی دعا کریں اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ کے بعد مسلمانوں کے امام صدقہ وصول کرتے تھے جس طرح نبی اکرم ﷺ وصول کرتے تھے' پس ان کے لیے جائز ہے کہ صدقہ دینے والے کے لیے رحمت کا سوال کریں جس طرح نبی اکرم ﷺ کرتے تھے۔

۲۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت شعبہ کی روایت ہے' وہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

(۳۱۸) جب کچھ نبی اکرم ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتے تو آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ ۔   یا اللہ! فلاں پر رحمت فرما۔

فرماتے ہیں پس میرے والد صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی ۔   یا اللہ! حضرت ابی اوفی کی آل پر رحمت نازل فرما۔

دیکھئے حدیث (۱۳۶)

اور اصل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ خاص نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ آیت سے یہی مراد ہے۔

٣- حجاج نے ابو عوانہ سے اور انہوں نے اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

(٣١٩) ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور میرے خاوند کے لیے رحمت کی دعا کریں تو آپ نے فرمایا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ. تمہارے اور تمہارے خاوند پر رحمت ہو۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا۔

دیکھئے حدیث (١٣٧)

٤- ابن سعد نے ''طبقات'' میں ابن عیینہ کی حدیث سے نقل کیا' وہ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے اور انہیں کفن پہنچا دیا گیا تھا' جب ان تک پہنچے تو فرمایا: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ' آپ پر رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کے نامہ کے ساتھ ملاقات کرنے والوں میں اس کفن پہنے ہوئے شخص کے برابر کوئی نہیں۔

٥- اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ نماز جنازہ میں تکبیر کہتے اور حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجتے پھر کہتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاغْفِرْ لَهٗ وَاَوْرِدْهُ حَوْضَ نَبِيِّكَ. یا اللہ! اسے برکت عطا فرما' اس پر رحم فرما' اسے بخش دے اور اسے اپنے نبی (ﷺ) کے حوض پر لے جا۔

٦- صلاۃ' دعا ہے اور ہمیں ایک دوسرے کے لیے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ابوالحسن نے اس دلیل سے استدلال کیا ہے۔

٧- امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت حماد بن زید سے' انہوں نے بدیل سے' انہوں نے عبداللہ بن شقیق سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(٣٢٠) وہ فرماتے ہیں کہ جب مومن کی روح پرواز کرتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ حماد فرماتے ہیں: پس اس کی اچھی خوشبو کا ذکر کیا اور کستوری کا ذکر کیا اور فرمایا: آسمان والے کہتے ہیں: یہ اچھی روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے (اے روح!) تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اس جسم پر جس کی تو نے تعمیر کی ہے۔ پھر مکمل حدیث ذکر کی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی موقوف حدیث ذکر کی ہے لیکن اس کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا: اور جب کافر کی روح پرواز کرتی ہے' حماد کہتے ہیں: اس کی بدبو کا ذکر اور لعنت کا بھی ذکر کیا اور آسمان والے کہتے ہیں: یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے' فرمایا: پس کہا جاتا ہے کہ اسے آخر وقت تک لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے باریک کپڑا اپنے ناک پر ڈال دیا' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے حدیث بیان کی۔

ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ ان حضرات میں حضرت ابوسلمہ' عمر بن حکم' اسماعیل اسدی جو اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت سعید بن یسار رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات بھی شامل ہیں۔

میں (مصنف) نے کتاب ''الروح'' میں اس حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ملائکہ کسی مومن سے کہتے ہیں ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ'' تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تو مومنوں کے لیے ایک دوسرے کو یہ الفاظ کہنا بھی جائز ہے۔

٨- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر. بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس شخص کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَآئِكَتُهٗ. (الاحزاب:۴۳)

وہی اللہ ہے جو تم پر رحمت نازل کرتا اور اس کے فرشتے اس کی دعا مانگتے ہیں۔

(تو اس آیت اور حدیث میں عام لوگوں کے لیے صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے)۔

۹- امام ابوداؤد علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا' وہ فرماتی ہیں کہ:

(۳۲۱) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الله وملائكته يصلون على ميامن الصفوف.

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کی دائیں اطراف (والوں) پر رحمت بھیجتے ہیں۔

سنن ابوداؤد (۶۷۶) ابن ماجہ (۱۰۰۵) ابن حبان (۲۱۶۰) سنن بیہقی (ج ۳ ص ۱۰۳) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۱۳) امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسے حسن قرار دیا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

(۳۲۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الله وملائكته يصلون على الذين يصلون الصفوف.

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔

سنن ابن ماجہ (۹۹۵) ابن حبان (۲۱۶۳۔۲۱۶۴) سنن بیہقی (ج ۳ ص ۱۰۳) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۱۴) بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

اور کتاب کے شروع میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

صلاة الملائكة على من صلى على النبى ﷺ.

فرشتے اس شخص کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے۔

۱۰- ابویعلیٰ نے ایک حدیث اپنی سند سے روایت کی اور اس سے استدلال کیا' وہ حضرت مالک بن یخامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے

مرسل روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(۳۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عُمَرَ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عُثْمَانَ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيٍّ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

یا اللہ! حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر صلوٰۃ نازل فرما' بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں یا اللہ! حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما' بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔ یا اللہ! حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں' یا اللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل فرما' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتے ہیں یا اللہ! حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔ یا اللہ! حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔

۱۱- یحییٰ بن یحییٰ نے اپنے موطا میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا' وہ حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ رسول اکرم ﷺ کی قبر انور پر کھڑے تھے اور آپ رسول اکرم ﷺ پر اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر درود بھیج رہے تھے۔ یہ یحییٰ بن یحییٰ کے الفاظ ہیں۔

۱۲- یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواج کے لیے صلوٰۃ کا لفظ استعمال فرمایا اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: یہ بات تمہارے اصول پر زیادہ لازم آتی ہے کیونکہ تم

ازواج مطہرات کو اس آل میں داخل نہیں کرتے جن پر صدقہ حرام ہے' پس جب ان (ازواج مطہرات) پر صلوٰۃ کا لفظ جائز ہے تو دیگر صحابہ کرام کے لیے بھی اس کا استعمال جائز ہے۔

۱۳- تم نے کہا کہ غیر نبی کے لیے بالتبع صلوٰۃ جائز ہے اور تم نے اس کے جائز ہونے کی صورت یہ بیان کی ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ.

یا اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام' آپ کی ازواج مطہرات' آپ کی اولاد اور آپ کی اتباع کرنے والوں پر رحمت نازل فرما۔

امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حضرات کا اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر بالتبع صلوٰۃ جائز ہے' پھر یہ کیفیت ذکر کی اور فرمایا کہ یہ بات صحیح احادیث میں آتی ہے اور تشہد میں ہمیں اس کا حکم دیا اور پہلے بزرگ نماز سے پہلے بھی اسے پڑھتے رہے ہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں بعض اسلاف کی طرف سے معروف روایت آئی ہے' وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاَنْبِيَائِكَ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِيْنَ.

یا اللہ! اپنے مقرب فرشتوں' بھیجے ہوئے انبیاء کرام اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام فرمانبردار لوگوں پر رحمت نازل فرما۔

۱٤- ابویعلیٰ موصلی نے اپنی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ:

(۳۲٤) رسول اکرم ﷺ نے ان کو بلا کر دعا سکھائی اور حکم دیا کہ وہ صبح شام اپنے اہل خانہ سے اس بات کا عہد لیں اور ان کو پڑھنے کی تاکید کریں' آپ نے فرمایا: جب صبح ہو تو کہو:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ' لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ' وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ

یا اللہ! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' تمام بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور تیری طرف سے

وَمِنْكَ وَاِلَيْكَ' اَللّٰهُمَّ مَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ' اَوْ حَلَفْتُ مِنْ حَلْفٍ فَمَشِيْئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْهِ' مَا شِئْتَ مِنْهُ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ' اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ' اَللّٰهُمَّ وَمَا صَلَّيْتَ مِنْ صَلٰوةٍ فَعَلٰى مَنْ صَلَّيْتَ' وَمَا لَعَنْتُ مِنْ لَعْنٍ فَعَلٰى مَنْ لَعَنْتَ' اَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ' تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ.

اور تیری ہی طرف ہے' یا اللہ! میں جو بات کہوں یا کوئی نذر مانوں یا کوئی قسم کھاؤں تو تیری مشیت میرے سامنے ہو' تو جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو کچھ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا' نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت تجھ ہی سے حاصل ہوتی ہے' بے شک تو جو کچھ چاہتا ہے اس پر قادر ہے' یا اللہ! میں جس پر درود بھیجوں وہ اس پر ہو اور جس پر لعنت بھیجوں وہ بھی اس پر ہو جس پر لعنت بھیجی ہے' تو دنیا اور آخرت میں میرا مولیٰ ہے' مجھے حالت اسلام میں موت دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا۔

مسند امام احمد (ج ۵ ص ۱۹۱) طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۱۳) بروایت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر غیر نبی پر صلوٰۃ درست نہ ہوتی تو اس میں استثناء صحیح نہ ہوتی کیونکہ بندہ جب اس پر درود بھیجتا ہے جو درود کا اہل نہیں اور اسے اس میں استثناء کا علم نہیں جس طرح وہ اپنے حلف اور نذر میں استثناء کرتا ہے۔

پہلے حضرات نے جواب میں کہا کہ تم نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک نوع کے دلائل صحیح ہیں لیکن ان میں اختلاف ہے' پس ان سے استدلال نہیں ہوگا اور دوسری قسم کی صحت معلوم نہیں لہٰذا اس سے بھی استدلال صحیح نہیں اور یہ بات ہر دلیل پر بحث سے ظاہر ہوگی۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا قول' وصل علیهم '' ہے تو اس میں کوئی جھگڑا نہیں' کیونکہ ہمارا کلام اس سلسلے میں ہے کہ کیا ہم میں سے کسی کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے غیر اور آپ کی آل پر درود بھیجے یا نہیں۔

لیکن نبی اکرم ﷺ کا کسی پر درود بھیجنا الگ مسئلہ ہے' جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے

وہ آپ کے حق کی ادائیگی ہے۔ لہٰذا آپ کا کسی پر درود بھیجنا الگ چیز ہے۔ اختلاف یہ کہ کیا ہم آپ پر درود شریف بھیجتے ہوئے کسی اور کو آپ کے ساتھ شریک کر سکتے ہیں یا نہیں۔

وجہ ثانی اس کی تائید کرتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف آپ کا وہ حق ہے جس کی ادائیگی اور اسے قائم کرنا امت پر متعین ہے۔

لیکن جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو جسے چاہیں اس حق کے ساتھ خاص کریں۔ یہ اس طرح ہے کہ تم رسول اکرم ﷺ کی توہین کرنے والے اور آپ کو اذیت پہنچانے والے کے بارے میں کہو کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا حق ہے اور امت کا اسے قائم کرنا اور یہ حق وصول کرنا ضروری ہے اگرچہ حضور علیہ السلام خود اسے معاف کر سکتے ہیں جب کہ آپ تک یہ بات پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں:

(۳۲۵) رحم الله موسى لقد اوذى باكثر من هذا فصبر.

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی پس انہوں نے صبر کیا۔

صحیح بخاری (۳۴۰۵۔ ۶۱۰۰۔ ۶۳۳۶۔ ۴۳۳۵۔ ۳۱۵۰) صحیح مسلم (۱۰۶۲) ابن حبان (۲۹۱۷) مسند امام احمد (ج ۱ ص ۳۸۰۔ ۴۱۱) بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اس سے دوسری دلیل کا جواب ہو گیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اللهم صل على آل ابى اوفى" یا اللہ! حضرت ابو اوفیٰ (رضی اللہ عنہ) پر رحمت نازل فرما۔

اور تیسری دلیل کا جواب بھی ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون اور اس کے خاوند پر درود بھیجا۔

جہاں تک چوتھی دلیل کا تعلق ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "صلى الله عليك" (آپ پر درود ہو)۔ تو اس کے کئی جواب ہیں:

۱۔ اس حدیث کے سلسلے میں جعفر بن محمد (راوی) پر اختلاف کیا گیا ہے۔ حضرت انس بن عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور کفن پہنانے کے بعد

ان کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے ہوئے اور ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! زمین پر کوئی شخص مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب نہیں جسے کفن پہنایا گیا جو اپنے رب سے اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ ملاقات کرے۔

اسی طرح اسے محمد اور یعلیٰ نے جو عبید کے بیٹے ہیں' حجاج واسطی سے روایت کیا' وہ حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے یہ لفظ ذکر نہیں کیا۔

ورقاء بن عمرو نے عمرو بن دینار سے' انہوں نے ابو جعفر سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا لیکن لفظ صلوٰۃ ذکر نہیں کیا بلکہ "رحمک اللہ" فرمایا۔

اسی طرح سے عارم بن فضل نے روایت کیا' وہ حماد بن زید سے' وہ ایوب' عمرو بن دینار اور ابو جہضم سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ پھر حدیث ذکر کی لیکن اس میں لفظ صلاۃ نہیں۔ اسی طرح قیس بن ربیع نے اسے قیس بن مسلم سے روایت کیا اور وہ ابن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں۔

ب۔ وہ حدیث جس میں لفظ صلاۃ ہے' وہ ابن سعد کی طرف منسوب نہیں بلکہ انہوں نے "طبقات" میں فرمایا: ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ انہوں نے ان سے یہ حدیث سنی' وہ جعفر بن محمد سے' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' اس کے بعد حدیث ذکر کی اور آخر میں فرمایا "صلى الله عليك" پس ہم شاید وہ یاد نہیں رکھ سکے پس اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

ج۔ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے ٹکراتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پر صلاۃ جائز نہیں اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے' ان حضرات نے فرمایا: جہاں تک تمہاری پانچویں دلیل کا تعلق ہے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ کے بارے میں یہ قول ہے "اللهم صل عليه" تو اس کا

جواب کئی طریقوں پر ہے۔

پہلا جواب: نافع بن ابونعیم ان حضرات کے نزدیک حدیث میں ضعیف ہیں اگرچہ وہ قراءت میں امام ہیں۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

یوخذ عنہ القرآن ولیس فی الحدیث بشیء۔ — ان سے قرآن کی قراءت لی جاتی ہے لیکن حدیث میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

اور اس بات کی دلیل کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے محفوظ نہیں' یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اپنے مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نہیں کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے' اگر یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع کے پاس ہوتی تو نافع ابن ابی نعیم کی بجائے حضرت امام مالک اس سے زیادہ آگاہ ہوتے۔

دوسرا جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے ٹکراتا ہے۔

اور جہاں تک تمہاری چھٹی دلیل کا تعلق ہے کہ صلاۃ دعا ہے اور یہ ہر مسلمان کے لیے جائز ہے تو اس کا جواب بھی کئی طریقوں سے ہے:

جواب ۱: یہ مخصوص دعا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے حق میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اس بات پر دلالت نہیں کہ آپ کے غیر کے لیے بھی صلاۃ کے ساتھ دعا کی جائے جیسا کہ ہم نے دعا اور اس کے غیر میں فرق ذکر کیا ہے' پھر رسول اکرم ﷺ اور دوسرے لوگوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے' پس اسے اس کے ساتھ ملانا صحیح نہیں نہ دعا میں اور نہ اس ذات کے حوالے سے جس کے لیے صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جاتی ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ ہیں۔

جواب ۲: جس طرح دوسروں کی دعا پر اسے قیاس کرنا صحیح نہیں اسی طرح حضور علیہ السلام پر کسی دوسرے کو قیاس کرنا بھی صحیح نہیں۔

جواب ۳: درود شریف نبی اکرم ﷺ کے حق میں دعا ہونے کی وجہ سے مشروع

نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ یہ مطلق دعا سے زیادہ خاص ہے کیونکہ یہ صلوٰۃ آپ کی تعظیم' بزرگی اور ثناء کو متضمن ہے جس طرح تقریر گزر چکی ہے اور یہ مطلق دعا سے خاص ہے۔

جہاں تک تمہاری ساتویں دلیل کا تعلق ہے اور وہ فرشتوں کا مومن کی روح سے کہنا ہے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهٗ. — تجھ پر اور اس جسم پر رحمت ہو جس کی تو تعمیر کرتی تھی۔

تو یہ محل نزاع نہیں' اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا ہم میں سے کسی ایک کے لیے جائز ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی پر درود بھیجے؟ جہاں تک ملائکہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے تحت داخل نہیں جن کا مکلف انسانوں کو بنایا گیا کہ ان کو انسانوں کے اقوال یا افعال پر قیاس کیا جائے' فرشتوں کے احکام کا بندوں کے احکام سے کیا تعلق ہے؟ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے معاملات میں اس کے نمائندے ہیں' وہ اس کے حکم سے تصرف کرتے ہیں' انسانوں کے حکم سے نہیں۔

ہر اس دلیل کا جواب یہی ہے جس میں فرشتوں کے درود شریف کا ذکر ہے۔

اور جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں پر اور لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں پر درود بھیجتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف نہیں تو بندے کے فعل کو اللہ تعالیٰ کے فعل پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ بندے کی صلاۃ دعا اور طلب ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندے پر صلوٰۃ دعا نہیں بلکہ یہ اس کی عزت واحترام اور محبت وثناء ہے' پس بندے کی صلاۃ سے اس کا کیا تعلق ہے؟

جہاں تک تمہاری دسویں دلیل کا تعلق ہے اور وہ حضرت مالک بن یخامر کی حدیث ہے اور اس میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ کرام پر صلوٰۃ کا ذکر ہے تو اس کے کئی جواب ہیں:

پہلا جواب: ہمیں اس حدیث کی صحت کا علم نہیں اور ان حضرات نے اس کی سند ذکر نہیں کی کہ ہم اس میں غور کریں۔

دوسرا جواب: یہ مرسل حدیث ہے۔

تیسرا جواب: اس میں اختلاف نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے (کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ ہے اور اختلاف بندے کی طرف سے صلاۃ میں ہے)۔

تمہاری گیارہویں دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف پر کھڑے ہوتے اور آپ پر نیز حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھا۔

تو اس کا جواب بھی کئی طریقوں سے ہے:

1- ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء نے یحییٰ بن یحییٰ اور ان لوگوں پر اعتراض کیا ہے جنہوں نے حضرت مالک کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث شریف نقل کی کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف پر کھڑے آپ پر نیز حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ بھیج رہے تھے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت مالک وغیرہ کی روایت جو حضرت عبداللہ بن دینار کے واسطے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے دعا مانگتے تھے۔

ابن قاسم' قعنبی' ابن بکیر اور ان کے علاوہ حضرات نے حضرت امام مالک سے اس طرح روایت کیا ہے۔ تو وہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے دعا مانگ کر فرق کرتے تھے' اگر صلوٰۃ بھی بعض اوقات دعا ہوتی تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ لفظ صلوٰۃ خاص کیوں ہوتی؟

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ موطا ابن وہب میں ہے کہ لفظ صلوٰۃ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اور دعا آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ خاص ہے۔

۲- یہ دو فعلوں میں سے ایک سے بے نیازی ہے کہ پہلا ذکر کر دیا جائے (دوسرے کا ذکر

نہ ہو) اگرچہ وہ (مذکور) لفظ دوسرے پر واقع نہ ہو۔ جس طرح شاعر کا قول ہے:

علفتها تبنا وماء باردا حتی غدت همالة عيناها

"میں نے اسے گھاس کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا حتیٰ کہ صبح اس کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں"۔

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ورايت زوجك قد غدا متقلدا سيفا ورمحا

"میں نے تیرے خاوند کو دیکھا کہ اس نے تلوار اور نیزے لٹکا رکھے تھے"۔

ایک اور شاعر نے کہا:

وزججن الحواجب والعيونا. اور ان عورتوں نے ابروؤں کو کھینچا اور آنکھوں کو۔

جب پہلا فعل جنس عام میں دوسرے فعل کے موافق ہو تو اس (پہلے فعل) پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ چارہ غذا ہونے میں پانی پلانے کے موافق ہے اور تلوار لٹکانا اٹھانے کے معنیٰ میں نیزہ اٹھانے کے موافق ہے اور ابروؤں کا لمبا ہونا (کھینچنا) زینت میں آنکھوں میں سرمہ لگانے کے موافق ہے' اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا دعا اور طلب میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کے موافق ہے۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی مخالفت کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جہاں تک تمہاری بارہویں دلیل کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج پر درود شریف پر قیاس کیا جائے تو یہ قیاس فاسد ہے' اس لیے کہ ان پر درود شریف نبی اکرم ﷺ کی طرف ان کی نسبت اور آپ کی آل اور اہل بیت میں ان کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے' پس درود شریف نبی اکرم ﷺ کے لیے خاص ہے اور آپ کی آل اور ازواج مطہرات اس سلسلے میں آپ کے تابع ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے اصول پر یہ زیادہ لازم ہے کہ ہم ان پر صدقہ حرام ہونے کا قول نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اگر تسلیم بھی کی جائے تو یہ صرف اس بات پر دلالت ہے کہ ازواج مطہرات آپ کی اس آل میں شامل نہیں جن

پر صدقہ حرام ہے کیونکہ ان کو وہ قربت حاصل نہیں جس کی وجہ سے صدقہ حرام ہے لیکن وہ آپ کے آل بیت میں سے ان لوگوں میں سے ہیں جو درود شریف کے مستحق ہیں پس دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔

جہاں تک تمہاری تیرہویں دلیل کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے غیر پر بالتبع درود بھیجنا جائز ہے اور اس پر اتفاق نقل کیا گیا تو اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب: اس اتفاق کی صحت معلوم نہیں اور جن لوگوں نے غیر انبیاء سے صلاۃ کو منع کیا ہے انہوں نے الگ بھی اور نبی کے تابع کر کے بھی دونوں طرح منع کیا ہے۔ اور یہ تفصیل اگرچہ بعض حضرات سے معروف ہے لیکن وہ سب اس کے قائل نہیں ہیں۔

دوسرا جواب: نبی اکرم ﷺ کے تابعین پر آپ کے تابع کر کے درود شریف بھیجنے سے یہ معین افراد یا دوسروں کے لیے مستقل درود بھیجنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اور ان کا یہ قول کہ صحیح احادیث کی وجہ سے یہ حکم ہے تو کسی صحیح حدیث میں یہ بات نہیں کہ نبی اکرم ﷺ 'آپ کی آل' ازواج اور اولاد کے علاوہ پر درود ہو تو اس میں آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی اتباع کرنے والوں کا ذکر نہ ہو۔

اور ان کا یہ قول کہ تشہد میں پڑھنے کا ہمیں حکم دیا گیا تو تشہد میں جس درود شریف کا حکم دیا گیا ہے وہ آپ کی آل اور ازواج مطہرات پر درود شریف ہے' دوسروں پر نہیں۔

اور تمہاری چودہویں دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے:

اَللّٰهُمَّ مَا صَلَّيْتُ مِنْ صَلٰوةٍ فَعَلٰى مَنْ صَلَّيْتُ. — یا اللہ! میں جس پر درود بھیجوں وہ اسی پر ہے۔

اور اس مسئلہ میں تفصیلی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے غیر پر درود شریف آپ کی آل پر ہوگا یا ازواج مطہرات' یا اولاد' یا ان کے علاوہ لوگوں پر ہوگا۔

اگر پہلی بات ہو (آل پر درود شریف) تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آل بیت پر درود شریف پڑھنا اور الگ پڑھنا دونوں طرح جائز ہے اور اگر دوسرے لوگ ہوں (آل نہ ہوں) تو بے شک فرشتے اور عام اہل طاعت مومنین جن میں انبیاء کرام اور ان کے علاوہ

داخل ہیں تو یہ بھی جائز ہے' پس کہا جاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ. — یا اللہ! اپنے مقرب فرشتوں اور تمام اطاعت گزاروں پر درود بھیج دے۔

اور اگر کوئی معین شخص یا معین گروہ ہو تو یہ بات مکروہ ہے کہ اس کے لیے درود شریف کو علامت قرار دیا جائے اور اس سے خالی نہ رکھا جائے اور اگر اس کو حرام کہا جائے تو اس قول کی وجہ ہوگی خصوصاً جب درود شریف اس کی علامت بنائی جائے۔

اور اس جیسے دوسروں یا جو ان سے جو اس سے بہتر ہیں' سے اس کو روکا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیعہ حضرات اسی طرح کرتے ہیں' وہ جب بھی ان کا ذکر کرتے ہیں تو "علیہ الصلوٰۃ والسلام" کہتے ہیں اور ان سے بہتر حضرات کے لیے اس طرح نہیں کہتے تو یہ بات ناجائز ہے خصوصاً جب اس کو علامت بنایا گیا اور اس سے کوئی وقت خالی نہ رہے تو اس وقت اس کو چھوڑنا معین ہے۔

لیکن کبھی کبھی ان پر صلوٰۃ بھیجی جائے کہ ان کے لیے شعار (علامت) نہ بنے جس طرح زکوٰۃ دینے والے کے لیے صلاۃ کا لفظ استعمال ہوا اور جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میت کے لیے "صلی اللہ علیہ" فرمایا اور جس طرح نبی اکرم ﷺ نے عورت اور اس کے خاوند پر درود بھیجا اور جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر صلاۃ بھیجتے تھے' تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس تفصیل پر دلائل متفق ہیں اور درست صورت واضح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

الحمد للہ! آج بروز بدھ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ/۱۴ مئی ۲۰۰۳ء بوقت نو بج کر دس منٹ پر یہ ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اہل اسلام کے لیے مفید اور نفع بخش بنائے۔ آمین

محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تحقیقی و
دلکش
طباعت
سبع سنابل
ارکان اسلام
نظام حکومت نبویہ
فرید بک سٹال